سلسلۂ اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن نمبر (۵۶)

اللّٰھم انا نعوذ بک من علم لا ینفع و من قلب لا یخشع

بحمد اللہ العزیز العلام کتاب

نور افزائے بصیرتِ اہلِ اسلام بکشفِ حقیقتِ ازالۃ الاوہام

موسوم بہ

افادۃ الافہام

حصۂ دوم

مولفہ

عالیجناب عارف باللہ مولانا حافظ حاجی محمد انوار اللہ خان بہادر معین المہام امور مذہبی سرکار عالی

باہتمام

جناب مولوی حافظ محمد ولی الدین صاحب مہتمم مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن

در مطبع اختر دکن بازار افضل گنج حیدرآباد دکن طبع شد

59879

Marfat.com

فہرست مضامین افادۃ الافہام حصہ دوم

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
بحث متعلق حدیث	۱	ح الحاد قرآن کے بے موقع معنی کرنے	۳۳
کل صحابہ کی تعداد	″	کا نام ہے۔	
مدعی نبوت کی تدبیر	۴	ح قرآن کی آیتوں کو اُنکے موقعوں	
ظن غالب دین میں معتبر چیز ہے	۸	پر رکھو۔	۳۴
اجماع صحابہ سے متعلق بحث مسئلہ		ح الحاد تکذیب ہے۔ اور انکا الحاد	″
نزول عیسیٰ میں	۱۳	ق الحاد کرنیوالے دوزخی ہیں۔	″
اس مسئلہ میں قول فیصل	″	ق باوجود یاد دلانیکے جو نہ مانیں اونپر	
اونکے اقوال میں تعارض	۱۴	عذاب ہوگا۔	۳۵
مرزا صاحب کی روایتوں کا حال	۱۶	ق قرآن میں مجادلہ کرنے والا معذب	
الٰہی بخش کی تعدیل کنہیا لال مراری لال		ہوگا۔	″
وغیرہ سے کراتے ہیں۔	۱۷	ح قرآن میں مجادلہ کفر ہے	″
مرزا صاحب کا تفسیروں پر حملہ	۲۰	مرزا صاحب کے دلائل اپنی عیسویت پر	″
ق بعض آیتوں کے نہ ماننے والے پر		فریب سے لوگوں کا مال لینے والا نبی	
سخت عذاب اور رسوائی ہے۔	۲۶	نہیں ہو سکتا	۳۶
ح قرآن کی تفسیر کے لئے حدیث		مرخود مثیل عیسیٰ ہیں اور ہمارے نبی	
کی ضرورت۔	۲۷	صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ	۴۵
چند آیتوں کی تحریف کل کی تحریف ہے	۲۹	جھوٹ اور بے اصل اونکا استدلال	″
ح حدیث کی جگہ قرآن نے چھوڑ رکھی ہے	۳۳	موسیٰ علیہ السلام کو اس امت میں ہونے کی	

Marfat.com

مضامین	صفحہ
آرزو تھی	۴۶
مرزا صاحب میں یہود کے صفات	۴۹
اونکی تعلیاں	۵۱
عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ احیا مرزا صاحب کے اقرار سے ثابت ہوگیا۔	۵۹
م عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ مشرکانہ خیال ہے۔	۶۰
م کسی نے مجددیت کا دعوی نہیں کیا اس لئے میں مجدد ہوں	۶۱
ابوداود کی حدیث سے اونکا استدلال	۶۲
ح ہر صدی پر مجدد ہوتا ہے	״
انھوں نے حدیث میں تحریف وزیادتی کی۔	״
ح نئی باتیں نکالنے والوں سے بچنے کی ضرورت	۶۳ ۸۹۲
م دلیل تیرہ سو برس (۱۳۰۰) میں کسی مسلمان نے دعوی عیسویت نہیں کیا اس لئے	

مضامین	صفحہ
میں مسیح ہوں۔	۶۴
م اگر میں مسیح نہیں تو دعا کرو کہ مسیح کو آتارو	״
مرزا صاحب کفار کی تقلید کرتے ہیں۔	۶۶
ابو منصور کسف کا دعوی نبوت	״
م دلیل الف ششم میں میں آیا ہوں	۶۷
م حدیثوں سے ثابت ہے کہ بنی آدم کی عمر سات ہزار برس کی ہے	۶۸
دیلمی کی حدیث ضعیف سے اونکا استدلال و تعارض	״
نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا	۷۰
ح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کرنے والا دوزخی ہے۔	״
م دلیل حقیقت انسانیہ پر فنا طاری ہوگئی ہے اس لئے میں آیا ہوں	۷۱
م ۱۸۵۷ء میں قرآن اٹھالیا گیا	۷۲
م مولویوں نے حرامیوں کی طرح بچے اور عورتوں کو قتل کرایا۔	״

Marfat.com

مضامین	صفحہ
م گورنمنٹ کے احسان کہ یہ آرام کسی اسلامی سلطنت میں ہمکو نہیں ملسکتا	۷۳
مرزا صاحب گورنمنٹ کو بدنام کرتے ہیں۔	〃
گورنمنٹ کی تعریف منافقانہ کرتے ہیں	۷۴
م دجال سے مراد بااقبال قومیں ہیں اور گدھا ریل ہے	〃
غلط بیانی۔ قرآن کی تحریف نہم قرآن میں غلطی۔	۷۵
دھوکا۔ خدائے تعالی پر افترا	۷۶
م دلیل شاہ نعمت اللہ کا قصیدہ	۷۹
قصیدہ جعلی ہے غلط بیانی	۸۱ ۸۲
م دلیل اپنا مقابل ذلیل ہوگا حالانکہ اپنے کو بارہا ذلتیں ہوئیں	۸۳
عیسی علیہ السلام کے حالات	۸۴
مرزا صاحب اور عیسی علیہ السلام کے حالات کا موازنہ	۸۶

مضامین	صفحہ
مرزا صاحب نے نصاری کی تقلید کی	۸۸
اسلامی تعلیم اخلاقی	〃
ح مسلمانوں کو گالی دینی فسق ہے اور قتل کفر۔	۸۹
ح مسلمانوں کی لعنت اور تکفیر مثل قتل ہے۔	〃
م امر واقعی اور چسپاں گالی نہیں ہے	〃
م دشنام خلاف واقع آزار رسانی کی غرض سے ہوتی ہے۔	〃
ق لوگوں کا عیب بیان کرنیوالا مستحق دوزخ ہے۔	۹۰
قرآن کی صریح مخالفت	۹۱
ق مسلمان اہل کتاب کی گالیاں سنیں گے۔	۹۳
عیسی علیہ السلام بری بات کا جواب بھی عمدگی سے دیتے تھے۔	۹۴
مرزا صاحب کا الہام جھوٹا ثابت ہوا۔	۹۴

Marfat.com

مضامین	صفحہ
ق مسلمان کسی کے ڈرانے سے اور قوی دل ہوجاتے ہیں۔	۹۵
۵ خواب میں دیکھا کہ لمبی تلوار چلا رہے ہیں۔ اور اوسکی تعبیر	۹۶
ثریا سے قرآن لانے کا الہام جھوٹا ثابت ہوا۔	۹۷
۵ دلیل الہام اور وحی ہوا کرتی ہے اون کے الہام قابل استدلال نہیں۔	۹۸
۵ الہاموں میں شیطان کا دخل ہوتا ہے	۹۹
اون کے قاعدہ کے مطابق اون کے الہام شیطانی ہیں۔	״
۵ نبیوں کے جھوٹے الہام	״
۵ دلیل مجھکو معارف قرآنی دیئے گئے ہیں	۱۰۲
سورہ انا انزلناہ کی معارف قابل ہیں	״
شان نزول نے اونکی تنگ بندیوں کو غلط ثابت کردیا۔	۱۰۵

مضامین	صفحہ
مرزا صاحب مصلح قوم نہیں ہوسکتے۔	۱۰۶
اونکی غلط بیانی کا ثبوت	۱۰۷
کسی طرح سے احادیث کو نظر انداز کرکے قرآن میں تصرف کیا۔	۱۰۸
خودغرضی سے صدہا لیالی قدر کا خون کیا۔	״
قرآن اور خدا کی مخالفت	۱۰۹
قرآن کی غلط تاویلیں۔ خدا کی تکذیب	۱۱۰ ۱۱۱
۵ تیئس سال کی مہلت حقانیت کی دلیل ہے۔	۱۱۱
وعدہ خلافی۔ مفتریوں کو مہلت ملا کرتی ہے۔	۱۱۲
ق زیادتی غضب الٰہی سے مہلت ملا کرتی ہے۔	۱۱۳ ۱۱۴
ق آدمیوں میں کے شیاطین خدا کی طرف سے مقرر ہیں۔	۱۱۴
عیسیٰ علیہ السلام کی علامتیں	۱۱۵

Marfat.com

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
۵ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عیسیٰ اور دجال و یاجوج و ماجوج وغیرہ کی حقیقت منکشف نہ ہوئی۔	۱۱۵	۵ قرآن بیش قیمت مال ہے اوسکو خوشی سے قبول کرو۔	"
۵ انبیا پیشگوئی کی تعبیر میں غلطی کھاتے ہیں۔	۱۱۵	۵ قرآن وہی مال ہے جسکی نسبت پیشگوئی ہے کہ مسیح مال بہت تقسیم کریگا	۱۲۳
۵ نصوص ظاہر پر حمل کئے جائیں	۱۱۷	تمام ادیان کا ہلاک ہونا۔ اور مرزا صاحب کے وقت میں کفر کی ترقی	۱۲۶
دمشق کا منارہ قادیان میں کھڑا کر دیا۔	"	دشمنی بغض وحسد کا دفع ہو جانا	۱۲۷
عیسیٰ علیہ السلام کا حکم عادل ہونا۔	"	باطنی اثر سے امن کا قائم ہونا	۱۲۸
ح نزول عیسیٰ علیہ السلام	"	۵ عیسیٰ کے وقت ایک دوسرے کے بھائی ہوجائینگے ... جائینگا	۱۲۹
مرزا صاحب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کا بھی اعتبار نہ کیا	۱۱۸	۵ مولوی ایک دوسرے کو کھانیوالے کیڑے ہیں مسلمانوں کو کافر بنا رہے ہیں	"
اونکا ایمان خدا رسول پر کس درجہ ہے	۱۱۹	مرزا صاحب کو نہ خدا کی قدرت کا یقین ہے نہ نبی کے قول کا اعتبار	۱۳۱
صلیب کا توڑنا اور خنزیر کو قتل کرنا	"	نمرود کی طرح مرزا صاحب کی تاویلیں۔	۱۳۳
وضع جزیہ۔ اونکی غلط بیانی ثابت ہوگئی	۱۲۱ ۱۲۲	ح خود عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں اترونگا۔	۱۳۴
مال بے حساب تقسیم کرنا	"		

Marfat.com

مضامین	صفحہ
اس حدیث سے حضرت کی کشفی غلطی کا جواب ہوگیا۔	۱۳۴
مرزا صاحب کے الہام جھوٹے ثابت ہوئے۔	۱۳۵
مرزا صاحب اپنے کو اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔	۱۳۶
دجال کا قتل۔ دم مسیح علیہ السلام سے کفار کا مرجانا۔	۱۳۷
نواس رضی اللہ عنہ کی حدیث پر اونکا سخت حملہ	۱۳۷
اونکی خلاف بیانی۔	۱۴۴
یوز آسف کی طرح واقعہ بدل دیا	۱۴۵
جس چیز کا احتمال بھی نہیں اوسکو قطعی کہدیتے ہیں۔	″
دجال کا حلیہ بیانی۔	۱۴۶
دجال کا شام وعراق کے درمیان میں نکلنا۔ اور اوسکا فساد	″
دجال کی مدت۔ اوسکے زمانہ کے ایام کی مقدار۔	″

مضامین	صفحہ
اوسکی سرعت سیر۔ اوسکے خوارق عادات عیسیٰ علیہ السلام کا دمشق میں اترنا اور اونکا لباس وہیئت	″
کافرونکا قتل۔ مقام قتل دجال	″
یاجوج وماجوج کا خروج اور اونکی کثرت	″
اون کی موت کا حال۔ خوردنی اشیا کی گرانی۔	″
اونکی لاشوں کو پرندوں کا اٹھالیجانا	۱۴۶
زمین کو گندگی سے پاک کرنیوالی بارش	″
پیداوار کی کثرت۔ مسلمانوں کی موت کا حال	″
کفار پر قیامت کا قائم ہونا	″
درازی ایام میں مرزا صاحب کی تاویل	″
نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر غلط بیانی کا الزام	۱۴۷
ﮦ بخاری اور مسلم کی حدیثیں موضوع ہیں	۱۴۹

Marfat.com

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
اونکے اقرار سے اونکا عیسیٰ ہونا باطل ہوگیا۔	۱۵۱	منقطع مجہول ومخدوش ہے۔	۱۶۱
ح جو شخص ایسی بات کا دعوے کرے جو اوسمیں نہیں دوزخی ہے۔	۱۵۲	غلط فہمی	۱۶۲
		غلط فہمی	۱۶۳
		حدیث سے اونکی عیسویت کا ابطال	۱۶۴
امام مہدی کا عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہونا	۱۵۳	حدیث کو اپنے پر چسپاں کرنیکے لئے داؤپیچ۔	۱۶۶
امام مہدی سے متعلق احادیث باوجود مسلسل ہونیکے اونکا دعویٰ مہدویت۔	۱۵۵	انھوں نے بہت سے مسلمانوں کو یہودی بنادیا۔	۱۶۷
ح امام مہدی عیسیٰ علیہ السلام کی امامت کرینگے۔	۱۵۵	ح کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم منکم۔	۱۶۸
اسی خیال سے مرزا صاحب اقتدا کیا کرتے ہیں۔	۱۵۷	امام بخاری پر افترا۔ غلط بیانی	۱۶۹
ح حدیث لامہدی الاعیسیٰ اور اوسکے معنی۔	۱۵۸	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ	۱۷۲
ایک حدیث کی تاویل کرکے صدہا حدیثوں کو باطل ٹھیرایا۔	۱۵۹	امام مہدی کا خاندان اہل بیت سے ہونا	〃
امام مہدی کے باب میں احادیث متواتر ہیں۔	۱۶۰	اٹھارہ سال کی عمر میں امام مہدی کا دمشق میں خطبہ پڑھنا۔	〃
حدیث لامہدی الاعیسیٰ ضعیف منکر		امام مہدی کا قسطنطنیہ کو فتح کرنا۔	۱۷۳
		عیسیٰ علیہ السلام کا عذر اونکی امامت سے	〃
		عیسیٰ علیہ السلام کا دروازہ کھلوانا اور وہاں دجال کا ہونا۔	〃
		دجال کے ساتھ ستر ہزار یہود کا ہونا	〃

Marfat.com

مضامین	صفحہ
شجر وحجر کا نشان دہی کرنا	۱۷۳
حارث کا امام مہدی کی تائید کو نکلنا	۱۷۴
ح علامت امام مہدی۔	″
ہ حارث میں ہوں۔ اونکی دھوکہ دہی	۱۷۵
حدیث ابی داود سے اونکا استدلال نحوی غلطی	۱۷۶
چندہ کی غرض سے حدیث کو بگاڑا	۱۷۷
اونکا الہام شیطانی ثابت ہوا	۱۷۹
ح نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کرنے والا دوزخی ہے۔	″
منصور کے باب میں دہوکا دیا	۱۸۰
مال تقسیم کرنیکے باب میں دھوکا دیا	۱۸۱
لینے کے موقع میں مال کی تعریف اور دینے کے موقع میں شکایت کہ وہ فتنہ ہے	۱۸۱
تاویل مخالف حدیث	۱۸۲
تاویل کی ضرورت کب ہوتی ہے	۱۸۳
حقیقت ومجاز اونکی غرض کے تابع ہیں جہاں چاہا حقیقت کہدیا اور جہاں چاہا مجاز کہدیا۔	۱۸۳
مرزا صاحب کی تدبیریں۔	۱۸۵
مرزا صاحب سید احمد خانصاحب کے مقلد ہیں	۱۹۲
مسئلہ معراج	۱۹۳
ہ معراج جسم کثیف کے ساتھ نہیں ہوا بلکہ وہ کشف تھا	۱۹۴
ح معراج کو مستبعد سمجھکر بعض لوگ مرتد ہوگئے	۱۹۸
ح ابوبکرؓ کا لقب معراج ہی کی تصدیق سے صدیق ہوا۔	۱۹۹
معراج بیداری میں ہوا۔	″
معراج کا مسئلہ واجب الایمان اور ضروریات دین سے ہے	۲۰۵
عائشہ رضی اللہ عنہا بھی معراج جسمانی کے قائل ہیں	۲۰۸
مرزا صاحب کا قول قابل تضحیک فلاسفہ	۲۱۶
معراج کے مسئلہ پر مرزا صاحب کے اعتراض اور اوسکے جواب	۲۱۷
حدیث ذہب دہلی کے اعتراض کا جواب	۲۲۶

Marfat.com

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
ارواح متعدد مقامات میں رہ سکتی ہیں	۲۲۸	حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔	۲۴۶
م تقریباً کل صحابہ معراج جسمانی کے قائل تھے۔	۲۳۲	مرزا صاحب بو علی سینا کے مقلد ہیں۔	۲۴۶
ح ناجی وہی ہے جو صحابہ کا سا اعتقاد رکھے۔	؍؍	شیخ اکبرؒ فتوحات مکیہ میں معراج جسمانی کی تصریح کی ہے	۲۵۱
ح جو جماعت سے علیحدہ ہو وہ اسلام سے خارج ہے۔	؍؍	**قیامت کا اثبات**	۲۵۲
ح ما فقد جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث موضوع ہے۔	۲۳۳	م قیامت میں مردے جنت سے نہ نکلیں گے۔	؍؍
مرزا صاحب کا استدلال غیر روایت صحاح پر	؍؍	م زمین پر قیامت ہونا بیہودہ خیال ہے۔	۲۵۳
معراج میں کئی امور مقصود بالذات تھے	۲۳۸	حشر کا حال قرآن و حدیث سے	۲۵۵
ح ضرورت خطاب بحسب عقول	۲۴۱ ۲۴۲	مردے زندہ ہو کر میدان حشر میں آ کھڑے ہونگے۔	۲۵۷
ح رویت عینی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت ہے۔	؍؍	دھوکا۔	۲۵۸
ابن عباسؓ سے متعارض روایتوں کی وجہ۔	۲۴۴	زمین محشر میں پچاس ہزار برس رہنا ہوگا۔	۲۵۹
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک لطیف تھا۔	۲۴۵	محشر میں پسینہ کی حالت	۲۶۰
		مرزا صاحب کا الہام جھوٹا ثابت ہوا	۳۶۶

Marfat.com

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
مثل کافروں کے مرزا صاحب کا شبہ قیامت کے باب میں	۲۷۳	ثبوت	۲۸۹
وہ صدہا آیات کا انکار کر رہے ہیں دھوکا۔	۲۷۴	جھوٹ دھوکا۔ اونکے اقرار سے اونکا شرک۔	۲۹۰
اونکے قول پر جنت میں نعمتیں اور مصیبتیں	۲۷۵	اُنہی کے اقرار سے اونکی بے ایمانی ثابت ہوگئی	۲۹۱
قرآن کی بیسوں آیتوں کو منسوخ کر رہے ہیں۔	۲۷۸	دھوکا۔ اور اونکی غلطی کا منشا	″
آیات میں تعارض اور اوسکا جواب	۲۸۰	اونکے اقرار سے اونکی بے ایمانی داؤپیچ وغیرہ	۲۹۲
مرزا صاحب آیتوں میں زبردستی تعارض پیدا کرتے ہیں۔	۲۸۳	اونکا ایمان مشرکوں اور منافقوں کے طرح ہے۔	۲۹۳
ح قرآن کی کوئی بات سمجھ میں نہ آئی تو صرف ایمان لانا چاہئیے	″	داؤپیچ دھوکا	۲۹۴
مرزا صاحب نے تیں آیتوں کا غلط مطلب بیان کرکے صدہا آیات واحادیث میں تعارض ڈالدیا۔	۲۸۶	اپنی اونی غرض کے واسطے وہ آیات واحادیث کو رد کردیتے ہیں۔	۲۹۵
یا ایتہا النفس المطمئنۃ سے استدلال اور اوس کا جواب	۲۸۶	یہ اونکے خواب کی تعبیر ہے	۲۹۶
قرآن کی تحریف ظاہر طور پر	۲۸۸	ہ وحی اور کشف نبی میں غلطی ہوسکتی ہے۔	۲۹۷
قرآن پر اونکا ایمان نہونیکا		ہ قرآن اٹھ گیا تھا میں ثریا سے لائے امام سیوطی رح کی کتابوں سے	۲۹۷

Marfat.com

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
حدیثیں	۲۹۷	مت سمجھو۔	۳۱۱
اس کتاب میں نقل کرنے کی وجہ	۲۹۹	۵ ایک سوراخ سے مردہ جنت	
مسند امام احمد کو مرزا صاحب مانتے	؍	میں گھس جاتا ہے۔	۳۱۳
ہیں۔	؍	انہم لایرجعون سے اونکا استدلال	
اونکا دجال وکذاب ہونا اونکے		عدم احیا پر۔	۳۱۷
اقرار سے ثابت ہے۔	۳۰۰	جھوٹ	۳۱۸
۵ الہام قرینہ قویہ ہے احادیث		عام کی تخصیص	۳۲۲
کے معنی پھیرنے کے لئے۔	۳۰۱	قرآن میں خوارق عادات کا ذکر	۳۲۷
۵ آیۂ قیل ادخل الجنۃ سے		احادیث سے جن مردوں کا زندہ	
استدلال۔	۳۰۲	ہونا ثابت ہے۔	۳۳۰
۵ ولا تحسبن الذین قتلوا سے اونکا		احیاے اموات کے واقعات	
استدلال۔	۳۰۴	جو اولیاء اللہ سے ظہور میں آئے	۳۳۳
ح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنت		ق ارمیا یا عزیر علیہ السلام کا	
میں جاکر تشریف لائے۔	۳۰۶	زندہ ہونا۔	۳۳۹
جسمانی دخول جنت اس عالم میں		موت نوم وغشی کے معنی میں نہیں	۳۴۴
مانع خروج نہیں۔	۳۰۹	مرزا صاحب کے مرید اپنے نبی کا	
۵ جنت اور دوزخ کے تین درجہ		قول ابھی سے رد کرنے لگے۔	۳۴۵
ہیں۔	۳۱۰	طریقہ تحریف	۳۴۸
ح آخری زمانہ میں فتنوں کو مکروہ		عموماً مجازی معنی لینا جائز نہیں	؍

Marfat.com

مضامین	صفحہ
اہل لغت نے تصریح کی ہے کہ موت بمعنی نیند مجازی ہے ۔	۳۴۹
ح تفسیر بالرائے کرنے سے آدمی دوزخی ہوتا ہے ۔	۳۵۰
انی متوفیک کے معنی نیند کے ثابت ہوگئے ۔	۳۵۱
توفی کے معنی حقیقی لیں یا مجازی ہمارا مطلب ثابت ہے ۔	۳۵۲
ہ تمام قرآن میں جہاں اماتت کا لفظ ہے اوس کے معنی بیہوشی وغیرہ کے ہیں ۔	۳۵۳
ق الم تر الی الذین خرجوا من دیارہم سے ہزاروں مردے زندہ ہونا ثابت ہے ۔	۳۵۵
ح دعائے نبی برائے احیائے اموات	۳۵۷
ق واذ قلتم یاموسی سے احیائے اموات ثابت ہے ۔	۳۵۸
ح ستر آدمی زندہ ہوئے ۔	″
ح قرآن کے ایک حرف کا منکر بھی کافر ہے ۔	۳۵۹

تمت

Marfat.com

حصۂ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریر سابق سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب اس لحاظ سے کہ خود معجزے نہیں دکھلا سکتے عقلی معجزے اختراع کئے جس کی وجہ سے اُن کو حقیقی معجزات کی توہین کی ضرورت ہوئی اور ان معجزات کو ایک قسم کا سحر اور انبیا کو ساحر قرار دیا۔ اور خدائے تعالےٰ نے جو اپنے کلام قدیم میں اُن کی تعریفیں کیں اور فضائل بیان کئے اُس کی کچھ پروا نہ کی۔ اسیطرح احادیث بھی چونکہ اُن کے دعووں کو ثابت نہیں ہونے دیتے تھے اس لئے مثل اور فرق باطلہ کے انہوں نے احادیث کو بھی ساقط الاعتبار بنانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۵۳۰) میں ایک طولانی تقریر کے بعد لکھتے ہیں۔ کیوں جائز نہیں ہے کہ راویوں نے عمداً یا سہواً بعض احادیث کی تبلیغ میں خطا کی ہو انتہیٰ۔ ہم یہاں تھوڑا سا حال احادیث کے اہتمام کا بیان کرتے ہیں جس سے خود معلوم ہو جائیگا کہ علما رحمہم اللہ نے کس قدر جان فشانیاں کر کے سرمایۂ حدیث ہمارے لئے فراہم اور محفوظ کر رکھا ہے اور وہ کس قدر قابل اعتبار ہے۔

امام نووی رحمہ نے تقریب میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ احکام سے فارغ ہو کر عالم جاودانی کو جب تشریف لے گئے اس وقت ایک لاکھ چودہ ہزار (۱۱۴۰۰۰)

Marfat.com

صحابہ موجود تھے۔ اہل اسلام پر صحابہ کی حالت پوشیدہ نہیں کہ اشاعت دین میں کیسے ساعی تھے اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ اس راہ میں جان دینا اُن کے نزدیک پوری کامیابی اور سعادت ابدی تھی جو اُن کے کارناموں سے اظہر من الشمس ہے اُن کے ذہنوں میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ ہمارا دین وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادات فرمائے ہیں اور اس حیثیت سے کہ یہ دین ناسخ ادیان ہے سوائے قرآن واحادیث کے اُن کو نہ کسی کتاب سے تعلق تھا نہ کسی علم سے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مقتضائے طبیعت انسانی ہے کہ جس قوم میں کوئی بزرگ جلیل القدر ہو اس کی ادنیٰ ادنیٰ بات اُس قوم میں شہرت پاتی ہے اسی وجہ سے سلاطین وامرائے نامدار کی ہر بات تمام ملک میں مشہور ہو جاتی ہے۔

جب عموماً یہ حال ہو تو سردار کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال وحرکات وسکنات کو ان عشاق جان باز نے اسلامی دنیا میں کیا کچھ شہرت نہ دی ہوگی پھر جب حاضرین کو بار بار حکم فلیبلغ الشاہد الغایب ہوا کرتا تھا یعنی جو کچھ دیکھو اور سنو غائبوں کو پہنچا دیا کرو۔ اس حکم صریح نے تو ان حضرات پر اشاعت کو فرض ہی کر دیا پھر اُس زمانے میں سوائے قرآن وحدیث کوئی علم ہی نہ تھا اور علم کے فضائل میں جو احادیث بکثرت وارد ہیں پوشیدہ نہیں جن سے ثابت ہے کہ وہ تمام عبادات بلکہ جہاد سے بھی افضل ہے تو قیاس کیا جائے کہ وہ حضرات جو تحصیل کمالات اُخروی پر جان دیتے تھے تعلیم وتعلم قرآن وحدیث پر کس قدر حریص اور اس میں ساعی ہونگے۔ الغرض متعدد قرائن قویہ سے ثابت ہے کہ اُس زمانے میں احادیث نبویہ مثل قرآن متداول تھیں اور تقریباً

Marfat.com

پوری قوم ان کی حفاظت میں مصروف اور سرگرم تھی اور جہاں جہاں اسلام اپنی روزافزوں
ترقیوں سے قدم بڑھاتا اور پہنچتا گیا اُس کے ساتھ ساتھ علم بھی پہلو بہ پہلو ترقی
کرتا رہا اور نزدیک اور دور والے اس سحاب جان بخش سے یکساں سیراب تھے
تقریباً ایک صدی تک ان اکابر دین کے سینے اس گنجینۂ بے بہا کے صندوق
بنے رہے جب تابعین کا زمانہ صحابہ کے انوار وفیوض سے خالی ہوگیا تو
یہ رائے قرار پائی کہ ان علوم نبویہ کی حفاظت کا طریقہ اب یہی ہے کہ قید کتابت میں
لائے جائیں۔ چنانچہ اُس وقت سے کتابیں تصنیف ہونے لگیں یہ زمانہ وہ تھا کہ
غیر اقوام کے لوگ اسلام میں بہت کچھ داخل ہو چکے تھے اور مذاہب باطلہ کی بنیاد
پڑ چکی تھیں اور جس طرح خود غرض بے دینوں کی عادت ہے بہت سے
شریر النفس اس تاک میں لگے ہوئے تھے کہ اگر کوئی داؤ چل جائے تو اپنی
ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علحدہ کر کے مقتدا بن بیٹھیں چنانچہ بہت سے حمقا اُن کے
دام میں پھنس بھی گئے جس کا حال تواریخ سے ظاہر ہے اس لئے علما نے یہ التزام
و اہتمام کیا کہ جب تک پورے طور سے راویوں کی دیانت و تقوی ثابت نہ ہو
اُن سے روایت نہ لی جائے اور اگر لاعلمی سے کوئی روایت بھی لیجائے تو جس کی
بے دینی ثابت ہو جائے اُس کی کل روایتیں ساقط الاعتبار کر دی جائیں۔ اور تحقیق کی
یہ کیفیت کہ جب کوئی دو شخص ہم مشرب ملتے تو جرح و تعدیل ہی میں بحث رہتی
اور راوی اپنے اپنے تجربوں سے جو کچھ ثابت ہوتا ایک دوسرے کو خبر دیتے جس سے
ایک بڑا فن رجال کا مدون ہوا جس میں ہر راوی کی جرح و تعدیل سے متعلق چشم دید
واقعات مذکور ہیں۔ غرض کہ اس تحقیق و تنقیح سے گو بعض صحیح روایتیں جو اس

Marfat.com

قسم کے لوگوں سے مروی تھیں متروک ہوگئیں لیکن بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ بنائی ہوئی روایتوں کی قلعی کھل گئی اور ساقط الاعتبار کر دی گئیں اور یہی طریقہ علما میں جاری رہا اگرچہ ایسے لوگوں کی روایتیں متروک کر دی جاتی تھیں مگر بعض روایات جو راوی کے غیر متدین ہونے پر دلیل تھیں وہ زبان زد تھیں مثلاً تدریب الراوی میں امام سیوطی رح نے لکھا ہے کہ محمد ابن سعید شامی نے یہ روایت کی عن حمید عن انس رح قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا خاتم النبیین لانبی بعدی الاان یشاء اللہ چونکہ اس شخص کو نبوت کا دعوے کرنا منظور تھا اس لئے اُس نے اس حدیث میں الاان یشاء اللہ بڑھا دیا اور اُس کے بعد نبوت کا دعوے کیا مگر اُس زمانے میں ایسی زیادتیاں اور داؤ پیچ کب چل سکتے تھے آخر وہ سولی پر چڑھایا گیا اور اسکی روایتیں موضوعات میں شامل کی گئیں اسیطرح وہ روایات جو قبل تحقیق کتابوں میں درج ہو چکی تھیں وہ باقی رہ گئی تھیں۔ ایسے احادیث کے لئے محدثین رح نے خاص خاص کتابیں تصنیف کیں اور سب موضوعات کو اُن میں داخل کر دیا۔ چنانچہ یہ بھی ایک فن جداگانہ مدون ہوگیا۔ فن اصول حدیث کے دیکھنے سے یہ بات مبرہن اور منکشف ہو جاتی ہے کہ اکابر محدثین رحمہم اللہ نے کیسی کیسی جان فشانیاں اور موشگافیاں کرکے آخری زمانے والوں کے لئے ان کے دین کا سرمایہ محفوظ رکھا ہے ان کی محنت کا اندازہ اس روایت سے ہو سکتا ہے جو شرح اشباہ والنظائر صفحہ (۳۹۶) میں منقول ہے

ذکر البزازی فی المناقب عن الامام البخاری الرجل لایصیر محدثا کاملا الا ان یکتب اربعا مع اربع کاربع مع اربع فی اربع عند اربع باربع علی اربع عن اربع

Marfat.com

لاربع وہذہ الرباعیات لاتتم الا باربع مع اربع فاذا تمت لہ

کلہا ہانت علیہ اربع و ابتلی باربع فاذا صبر اکرمہ اللہ تعالےٰ

فی الدنیا باربع واثابہ فی الآخرۃ باربع اما الاولی فاخبار الرسول

صلی اللہ علیہ وسلم وشرائعہ واخبار الصحابۃ ومقادیرہم والتابعین واحوالہم

وسائر العلماء وتواریخہم مع اربع اسماء رجالہم وکناہم وامکنتہم وازمنتہم کاربع التحمید

مع الخطب والدعاء مع التوسل والتسمیۃ مع السورۃ والتکبیر مع الصلوٰۃ مع اربع

المسندات والمرسلات والموقوفات والمقطوعات فی اربع فی صغرہ فی ادراکہ فی شبابہ

فی کہولتہ عند اربع عند شغلہ عند فراغہ عند فقرہ عند غناہ باربع بالجبال بالبحار

بالبراری بالبلدان علی اربع علی الحجارۃ علی الاخزاف علی الجلود علی الاکتاف الی الوقت

الذی یمکن نقلہا الی الاوراق عن اربع عمن ہو فوقہ و دونہ ومثلہ وعن کتابۃ ابیہ اذا

علم انہ خطہ لاربع لوجہ اللہ ورضاہ وللعمل بہ ان وافق کتاب اللہ تعالےٰ ولنشرہا

بین طالبیہا ولاحیاء ذکرہ بعد موتہ ثم لاتتم لہ ہذہ الاشیاء الا باربع من کسب العبد و

ہو معرفۃ الکتابۃ واللغۃ والصرف والنحو مع اربع من عطاء اللہ تعالیٰ الصحۃ والقدرۃ

والحرص والحفظ فاذا تمت لہ ہذہ الاشیاء ہانت علیہ اربع الاہل والولد والمال والوطن

وابتلی باربع بشماتۃ الاعداء وملامۃ الاصدقاء وطعن الجہال وحسد العلماء فاذا صبر اکرمہ اللہ

تعالےٰ فی الدنیا باربع بعز القناعۃ وہیبۃ النفس ولذۃ العلم وحیوۃ الابد واثابہ

فی الآخرۃ باربع بالشفاعۃ لمن اراد من اخوانہ وبظل العرش حیث لاظل الا ظلہ

والشرب من الکوثر وجوار النبیین فی اعلیٰ علیین فان لم یطق احتمال ہذہ المشاق

فعلیہ بالفقہ الذی یمکنہ تعلمہ الخ

Marfat.com

ماحصل اس کا یہ ہے کہ آدمی کامل محدث نہیں ہو سکتا جب تک امور ذیل پر پورے طور سے واقف اور ماہر نہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخبار اور جو احکام حضرت مقرر فرمائے ہیں اور نیز صحابہ کے اخبار و حالات اور تابعین اور جمیع علما کے احوال اور تواریخ اور ہر ایک کا نام اور کنیت اور وطن اور زمانہ اور احادیث کے اقسام کہ کونسی حدیث مسند ہے اور کونسی مرسل اور مقطوع اور موقوف وغیرہ ہے اس کے سوا رسم الخط اور صرف و نحو اور لغت کا بھی ماہر ہو اور عمر بھر خالصاً لوجہ اللہ اسی کام میں لگا رہے۔

فن رجال کے واقفین پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ جتنے اکابر محدثین تھے وہ سب ان صفات کے ساتھ متصف تھے۔ اور یہ سب باتیں ان کو ازبر تھیں۔ اگرچہ بظاہر یہ امر کسی قدر مستبعد معلوم ہوتا ہے مگر غور کرنے سے یہ استبعاد رفع ہو سکتا ہے۔ آخر قوت حافظہ کے مدارج ہیں بعض حافظے ایسے بھی ہو سکتے ہیں کہ جو چیز انہوں نے دیکھی یا سنی وہ کنقش فی الحجر ہو گئی جیسے عکسی تصاویر میں ہوتا ہے اور اس کے نظائر من وجہ اس زمانے میں بھی موجود ہیں مثلاً بعض وکلا کو کل قانونی کتابیں ایسی ازبر ہوتی ہیں کہ جو مضمون پوچھئے اس کی دفعہ وغیرہ بتلا کر صدہا نظائر اور فیصلوں کے پورے پورے مضامین پیش کر دیتے ہیں۔ اصل سبب اسکا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو اس دین کی حفاظت منظور ہے جو قولہ تعالیٰ وانا لہ لحافظون سے ظاہر ہے اس لئے ایسے افراد منتخب روزگار پیدا کر کے ان سے یہ کام لیا ان حضرات نے وہ وہ موشگافیاں کیں کہ فن حدیث ایک سو فنون پر مشتمل ہو گیا جسکی تصریح امام سیوطی رح نے تدریب الراوی میں کی ہے اور ان حضرات

Marfat.com

نے بفضلہ تعالےٰ اُن میں اعلیٰ درجے کی ترقی کرکے ان سب کو کمال پر پہنچا دیا۔ اب اہل انصاف غور فرمائیں کہ کیا اُن حضرات کے روبرو کسی کے داؤپیچ اسلام میں چل سکتے تھے کیا ممکن ہے کہ کیسی بنائی ہوئی حدیث ان کی غامض نظروں سے چھپ کر صحت کے پیرائے میں آسکتی تھی۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو ہمارے یہاں کی ضعیف حدیث دوسری ملتوں کی قوی اور صحیح روایتوں سے بدرجہا قوی ہوگی۔ ؎

اول ما آخر ہر منتہی　　　آخر ما جیب تمنا تہی

مرزا صاحب جو کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ راویوں نے عمداً یا سہواً خطا کی ہو سو یہ ظاہر درست ہے کیونکہ امکان کا دائرہ ایسا وسیع ہے کہ جس چیز کا نہ کبھی وجود ہوا ہو نہ ہوگا وہ بھی اُس میں داخل ہے مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ اُن حضرات نے نہ عمداً خطا کی ہو نہ سہواً۔ پھر اس کی کیا وجہ کہ خطا کا امکان پیش کرکے وہ اکابر دین نشانۂ ملامت بنائے جائیں۔ قرائن مذکورۂ بالا پر نظر ڈالنے کے بعد یہ امر پوشیدہ نہیں رہ سکتا کہ ہزارہا اکابر دین اور متدین علما نے جب فن حدیث کا ایسا اہتمام کیا ہے تو صرف ایک خفیف سا احتمال اس قابل نہیں کہ اُس کے مقابل پیش ہوسکے یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ اکابر محدثین جنہوں نے نہ سلاطین و امرا کی صحبت اختیار کی جس سے احتمال ہو کہ ان کی خاطر سے کوئی حدیث بنائی ہو نہ اشاعت علوم پر ماہوار یا کسی قسم کا چندہ مقرر کیا جس سے خیال ہو کہ کثرت احادیث کی ضرورت سے کچھ حدیثیں بنالی ہوں اُن حضرات نے تو اشاعت علوم میں جان دینے میں بھی دریغ نہیں کیا چنانچہ امام نسائی رح کا حال مشہور و معروف ہے

کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل کی حدیثیں شائع کرنے کی غرض سے شام تشریف لے گئے جہاں علی کرم اللہ وجہہ کی سخت منقصت ہوا کرتی تھی اور جان کی کچھ پروانہ کی چنانچہ اسی جرم میں شہید کئے گئے ایسے حضرات کی روایات میں تو اقسام کے احتمالات پیدا کئے جائیں۔ اور مرزا صاحب عیسویت اور وحی کی وجہ سے لاکھوں روپے حاصل کریں اُن کی خبروں میں احتمال بھی قائم نہ کیا جائے عجیب بات ہے اگر عقل سے تھوڑا بھی کام لیا جائے تو معاملہ صاف ثابت ہو جائیگا۔ فن اصول حدیث و فقہ میں یہ بحث نہایت مبسوط ہے کہ احادیث صحیحہ قابل تصدیق اور واجب العمل ہیں۔ انہیں احادیث پر اکثر مسائل فقہ کا دارو مدار ہے اگر وہ بے اعتبار قرار دئے جائیں تو تمام مذہب حقہ درہم و برہم ہو جائیں گے اور بے دینوں کو آیات قرآنیہ میں تصرف کا موقع ہاتھ آجائیگا چنانچہ ملاحدہ نے یہی کام کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جو چیز تواتر سے ثابت ہو اس کا علم یقینی اور ضروری ہوتا ہے اور احادیث غیر متواترہ کا علم ظنی ہے مگر شریعت نے اس ظن غالب کو اعتبار کر لیا ہے۔ دیکھ لیجئے دو گواہوں کی خبر سے جملہ حقوق ثابت ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ انہیں دو گواہوں کی گواہی سے مسلمان کا قتل قصاص میں مباح ہو جاتا ہے اب دیکھئے کہ دو شخصوں کی خبر کسی طرح متواتر نہیں ہو سکتی بلکہ اُس سے صرف ظن غالب ہو جاتا ہے باوجود اس کے شریعت نے اُس کا اعتبار کر لیا ہے۔ اسیطرح ثبوت نسب صرف باپ کے اقرار پر ہو جاتا ہے اگر اس کے لئے تواتر شرط ہو تو ممکن نہیں کہ کوئی شخص اپنے آبا و اجداد کی میراث

Marfat.com

اور جائداد کا مالک بنے۔ پھر باپ جو لڑکے کے نسب کا اقرار کرتا ہے اس کا مدار صرف ظن غالب پر ہے جو اپنی زوجہ کے بیان اور قرائن خارجیہ مثل عفت وغیرہ کے لحاظ سے اسکو حاصل ہوتا ہے اگر اس ظن غالب کا اعتبار نہ کرکے کسی غیور شخص کے نسب میں ناشائستہ احتمال پیش کئے جائیں تو کیا ان احتمالوں کو وہ قابل تسلیم سمجھیگا یا کسی اور طریقے سے پیش آئیگا جو دشنام کے جواب میں اختیار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جہاں قبلہ مشتبہ ہو جائے تو ظن غالب پر عمل لازم ہو جاتا ہے گو وہ خلاف واقع ہو اور اسی طرف نماز صحیح بھی ہو جاتی ہے اگرچہ سمت قبلہ کی خلاف پڑھی ہو۔ غرضکہ جو چیز ظن غالب سے ثابت ہوتی ہے شرعاً عرفاً عقلاً قابل تصدیق سمجھی جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب جو احتمال ضعیف پیش کرکے احادیث کو بے اعتبار بنانا چاہتے ہیں اہل اسلام اسکو ہرگز جائز نہیں رکھ سکتے۔ کیونکہ یہ بات گویا فطرتی ہے کہ ہر قوم اپنے مقتدا اور پیشوا کی باتیں جو ان کے اسلاف نے ان تک پہنچائی ہیں ان کو قابل قبول اور ان کے مخالفین کتنے ہی احتمال پیدا کریں ان کو لغو سمجھتی ہے اسی وجہ سے مرزا صاحب کی کوئی بات نہ نصاریٰ میں فروغ پائی نہ آریہ وغیرہ میں۔ باوجودیکہ براہین احمدیہ میں انہوں نے اقسام کے احتمال ان کے مذاہب میں پیدا کر دئے۔ پھر مسلمانوں پر یہ آفت کیوں آگئی کہ جس نے جیسا کہدیا اسکی چل گئی اور ایسے شخص کے مقابلے میں کل اسلاف جن میں فقہا محدثین اور اولیاء اللہ شریک ہیں سب جھوٹے سمجھے جائیں

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۵۴ میں لکھتے ہیں کہ اکثر احادیث اگر صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہیں والظن لا یغنی من الحق شیئاً اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت

Marfat.com

کفار کی شان میں ہے۔ اُن کی عادت تھی کہ جب قیامت وغیرہ امور حقہ کا ذکر سنتے تو اُس کے خلاف میں اٹکل کی باتیں بناتے تھے چنانچہ حق تعالےٰ فرماتا ہے وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ یعنی جب قیامت کا ذکر سنتے ہیں تو کہتے کہ ہمیں اس کا ظن ہے یقین نہیں ہے اور ارشاد ہے اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ یعنی صرف وہ گمان پر چلتے ہیں اور وہ صرف اٹکل کی باتیں بناتے ہیں اسیطرح اس آیۂ شریفہ میں بھی ارشاد ہے وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا یعنی اکثر کفار صرف گمان پر چلتے ہیں اور گمان حق کے مقابلے میں کام نہیں آتا۔ الحاصل جس گمان کی توہین ہو رہی ہے وہ وہی گمان ہے جو آیات و احادیث کے خلاف میں عقل دوڑانے سے پیدا ہوتا ہے جس کے مرتکب مرزا صاحب ہو رہے ہیں دیکھ لیجئے جہاں کوئی حدیث وہ اپنے مقصود کے مخالف پاتے ہیں اٹکل کی باتیں بنانے لگتے ہیں کہ ممکن ہے کہ راوی نے عمداً یا خطاءً جھوٹ کہدیا ہوگا اور ممکن ہے کہ اس کے یہ معنی ہوں وغیرہ اب اہل انصاف غور کریں کہ آیۂ شریفہ ہمارے لئے مفید ہے یا ان کے لئے۔ اگر راویوں میں احتمالات پیدا کر کے احادیث بے اعتبار قرار دئے جائیں تو دین کی کوئی بات ثابت نہ ہو سکیگی۔ دیکھ لیجئے نماز سے زیادہ کوئی حکم ضروری نہیں ہے پھر نہ پانچ وقت کی نماز قرآن سے صراحتاً ثابت ہوتی ہے نہ اُس کے ادا کرنے کا طریقہ۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ بعض لوگ خصوصاً مرزا صاحب خواہ مخواہ احادیث کو مخالف قرآن قرار دیکر اُن کو بے اعتبار کرنا چاہتے ہیں یہ اُن کی کم فہمی ہے اس لئے کہ اکابر علما نے جب

Marfat.com

کسی حدیث کو صحیح مان لیا اگر وہ فی الواقع مخالف قرآن ہو تو یہ کہنا پڑیگا کہ اُن کو قرآن کا علم نہ تھا۔ پھر ایسے لوگ جو قرآن ہی کو نہ جانیں وہ اکابر دین اور مقتدا کیونکر ہو سکتے تھے۔ بات یہ ہے کہ جو حدیث بظاہر مخالف قرآن معلوم ہو وہ ہمارے فہم کا قصور ہے۔ درحقیقت مخالفت ممکن نہیں اسی وجہ سے مجتہدین کی دین میں ضرورت ہوئی جن کا کام یہ تھا کہ قرآن وحدیث کو تطبیق دیکر قول فیصل اور دونوں کا ماحصل بیان کردیں اُن کی تصدیق اس سے بخوبی ہوسکتی ہے کہ آدمی جو فن پڑھتا ہے ہر سبق میں اقسام کے تعارض وتخالف اُس کے ذہن میں آتے ہیں مگر استاد کامل اُن سب کا جواب دیکر تسکین کردیتا ہے اسی طرح مجتہدین کا بھی حال سمجھنا چاہیئے۔

مرزا صاحب نے احادیث کی توہین تو بہت کچھ کی لیکن لطف خاص یہ ہے کہ خود ہی ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۵ میں یہ بھی فرماتے ہیں اب سمجھنا چاہیئے کہ گو اجمالی طور پر قرآن شریف اکمل واتم کتاب ہے مگر ایک حصۂ کثیرہ دین کا اور طریقہ عبادات وغیرہ کا مفصل اور بسوط طور پر احادیث سے ہمنے لیا ہے انتہی۔ ابھی احادیث کو ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً کے تحت میں داخل کرکے غیر معتبر بنا دیا تھا جس سے صاف ظاہر ہے کہ جو حصۂ کثیرہ دین کا احادیث سے ثابت ہے وہ لائق محو ہے اس تقریر میں احادیث کی وقعت جو بیان فرماتے ہیں وہ بھی ایک حکمت عملی ہے۔ وجہ اُس کی یہ ہوئی کہ نیچریوں نے مرزا صاحب کی مسیحائی کی بنیاد ہی کو زیر وزبر کردیا ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۵ میں لکھتے ہیں کہ حال کے نیچری جن کے دلوں میں کچھ بھی عظمت قال اللہ اور قال الرسول کی باقی نہیں رہی یہ بے اصل خیال پیش کرتے ہیں کہ جو مسیح ابن

Marfat.com

مریم کے آنے کی خبریں صحاح میں موجود ہیں یہ تمام خبریں ہی غلط ہیں شاید اُن کا

ایسی باتوں سے مطلب یہ ہے کہ تا اس عاجز کے اس دعوے کی تحقیر کرکے کسیطرح اسکو باطل ٹھیرایا جائے انتہیٰ - چونکہ مرزا صاحب کو عیسویت سے خاص قسم کی دلچسپی ہے اور نزول عیسےٰ علیہ السلام کے ثبوت کا مدار احادیث کے ثبوت پرہی تھا اس لئے انہیں احادیث کے توہین کی ضرورت ہوئی ورنہ اُن کو اس سے کیا تعلق - دیکھ لیجئے کہ عیسےٰ علیہ السلام کی موت پر جب کوئی حدیث نہ ملی تو انجیل موجودہ کو پیش کردیا کہ اُس سے اُن کا سولی پر چڑھایا جانا ثابت ہے پھر اُس کی توثیق میں کہدیا کہ بخاری سے ثابت ہے کہ انجیل میں کوئی تحریف لفظی نہیں ہوئی جس کا حال آئندہ معلوم ہوگا - اور اُس کی کچھ پروانہ کی کہ حق تعالےٰ بتصریح وما قتلوہ فرمارہا ہے یعنی عیسےٰ علیہ السلام کو کسی نے سولی پر نہیں چڑھایا اب غور کیا جائے کہ جیسے مرزا صاحب اپنی مضر حدیثوں کو رد کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ راویوں نے عمداً یا سہواً خطا کی ہوگی - اسی طرح نیچری بھی اسی احتمال سے اپنی خواہش بھی پوری کرینگے - کیا وجہ کہ مرزا صاحب تو اس احتمال سے نفع اٹھائیں اور نیچری اُس سے رد کئے جائیں - نزول عیسےٰ علیہ السلام کے باب میں جو حدیثیں وارد ہیں اُن کی اس قدر توثیق کی کہ حد تواتر کو پہنچا دیا چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۵۷ میں

لکھتے ہیں یہ امر پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک اول درجے کی پیشگوئی ہے جس کو سب نے باتفاق قبول کرلیا ہے تواتر کا اول درجہ اسکو حاصل ہے انتہیٰ - دوسرے مقام میں ازالۃ الاوہام صفحہ ۳۰۳ میں لکھتے ہیں

غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور اسی جسم کے ساتھ

Marfat.com

اتریگا نہایت لغو اور بے اصل بات ہے صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں بھلا اگر ہے تو

کم سے کم تین سو یا چار سو صحابہ کا نام لیجئے جو اس بارے میں اپنی شہادت ادا کر گئے

ورنہ ایک یا دو آدمی کا نام اجماع رکھنا سخت بددیانتی ہے انتہےٰ - اس تقریر سے

ظاہر ہے کہ جسم خاکی کے ساتھ عیسےٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا ایک دو صحابہ کے

قول سے ثابت ہے جس کو اجماع نہیں کہہ سکتے اور اوپر کی تقریر سے ثابت ہے کہ کل

صحابہ نے مسیح ابن مریم کے آنے پر اتفاق کیا ہے اور وہ اعلیٰ درجے کے تواتر کو پہنچ گیا ہے

چونکہ ہمارا دعوے یہ ہے کہ کل صحابہ کا اس مسئلہ میں اتفاق تھا اور مرزا صاحب اسکو

قبول نہیں کرتے تو اُن کو چاہیئے کہ کوئی ایسی روایت پیش کر دیں کہ اس مسئلے میں صحابہ

کے دو فرقے ہو گئے تھے دو صحابی جسم کے ساتھ اترنیکے قائل تھے اور باقی کل

صحابہ نے بغیر جسم کے روحانی طور پر اترنے کی تصریح کی ہے اور اگر کل نہیں تو جیسا کہ

خود فرماتے ہیں تین سو یا چار سو صحابہ کا نام لیں اور جب تک یہ اختلاف ثابت نہ کیا جائے

انہیں صحابہ کی تصریح پر اجماع سکوتی کل صحابہ کا واجب التسلیم ہوگا۔ اگر اہل انصاف

غور کریں تو یہی قول فیصل ہو سکتا ہے اور یہ بات یاد رہے کہ وہ ہرگز کسی صحابی کا

یہ قول پیش نہیں کر سکتے کہ مسیح روحانی طور پر اترینگے -

مرزا صاحب نے جو یہی فرمایا ہے کہ ایک حصہ کثیرہ دین کا احادیث سے ثابت ہوتا ہے

معلوم نہیں اس میں بخاری کی تخصیص کیوں نہیں کی وہ تو اُس حدیث کو قابل

اعتبار نہیں سمجھتے جو بخاری میں نہیں ہوتی - چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ ۲۲۰ میں لکھتے ہیں

یہاں تک مضمون اس حدیث کا نادر اور قلیل الشہرت رہا کہ امام بخاری جیسے رئیس المحدثین کو

یہ حدیث نہیں ملی کہ مسیح ابن مریم دمشق کے شرقی کنارے میں منارہ کے پاس اتریگا - انتہیٰ -

Marfat.com

اور لکھتے ہیں یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے جسکو ضعیف سمجھکر رئیس المحدثین امام محمد اسمٰعیل بخاری نے چھوڑ دیا انتہےٰ۔ ان دونوں تقریروں سے ظاہر ہے کہ جو حدیث بخاری میں نہیں ہوتی اُن کے نزدیک وہ حدیث ہی نہیں اور اگر ہے بھی تو ضعیف جو قابل اعتبار نہیں کیونکہ جو حدیث رئیس المحدثین کو نہ ملی ہو وہ دوسرے کسی محدث کو کہاں سے مل گئی اور اگر وہ حدیث ہو بھی تو اسکو ضعیف سمجھکر انہوں نے اپنی صحیح میں داخل نہیں کیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اعتبار کے قابل نہیں۔ اب مرزا صاحب سے پوچھنا چاہیئے کہ ضرورۃ الامام ص ۲ میں آپ جو تحریر فرماتے ہیں کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جو شخص اپنے زمانے کے امام کو شناخت نہ کرے اُس کی موت جاہلیت کی ہوتی ہے۔ جاہلیت کی موت ایک ایسی جامع شقاوت ہے جس سے کوئی بدی اور بدبختی باہر نہیں اور وہ صحیح حدیث یہ ہے عن معاویۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مات بغیر امام مات میتۃ جاہلیۃ کذا فی مسند امام احمد والترمذی وابن خزیمۃ وابن حبان اور نیز ضرورۃ الامام ص ۲۴ میں لکھتے ہیں۔ یاد رہے کہ امام الزمان کے لفظ میں نبی رسول محدث مجدد سب داخل ہیں مگر جو لوگ ارشاد اور ہدایت خلق اللہ کے لئے مامور نہیں ہوئے اور نہ وہ کمالات ان کو دئے گئے وہ گو ولی ہوں یا ابدال امام الزمان نہیں کہلا سکتے۔ اس وقت میں بے دھڑک کہتا ہوں کہ وہ امام الزمان میں ہوں انتہےٰ۔ حدیث موصوف تو بخاری میں نہیں ہے پھر وہ صحیح کیسی ہوگئی۔ اگر یہ روایت ہماری طرف سے پیش ہوتی تو مرزا صاحب ضرور فرماتے کہ اس کا مطلب ظاہر ہے کہ جو شخص بغیر امام کے مرے وہ مردار موت مرا اس لئے ہر مسلمان کو ضرور ہے کہ مرتے وقت امام کو لے مرے اور ظاہر ہے کہ قتل عمد شرعاً ناجائز ہے۔ اس سبب سے

Marfat.com

یہ حدیث موضوع ہے اور بڑی دلیل اس کے موضوع ہونے پر یہ ہے کہ اُس کا مضمون یہاں تک نادر اور قلیل الشہرت رہا کہ امام بخاری جیسے رئیس المحدثین کو یہ حدیث نہ ملی اور اگر ملی ہو تو ضعیف سمجھکر چھوڑ دیا۔ اب انصاف کیا جائے کہ ایسی حدیث کو خود اپنے استدلال میں کیوں پیش فرماتے ہیں اور اگر قابل استدلال سمجھتے ہیں تو مسلم کی دمشق والی حدیث نے کیا قصور کیا حالانکہ مسلم کی روایتیں بنسبت مسند وغیرہ کے وثوق میں زیادہ ہیں علاوہ اس کے کل احادیث کو ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً میں داخل کر کے بے اعتبار کر دیا تھا پھر ایسی حدیث سے آپ کا استدلال کرنا کیونکر صحیح ہو گا پھر استدلال بھی کیسا کہ جو آپ کو امام زمان نہ مانے وہ کافر جہنمی ہے کیونکہ شقاوت جامعہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔ اب دیکھئے جو سزا اس حدیث کے نہ ماننے پر تجویز کر رہے ہیں اس قدر سخت ہے جو کامل قرآن کے نہ ماننے والے کی ہونی چاہیے حالانکہ وہ حدیث انہیں کے اصول پر قابل اعتماد نہیں۔ پھر اگر اُس حدیث میں اُن کا نام مصرح ہوتا تو جب بھی ایک بات تھی گو اُس وقت بھی مناظر کو گنجائش تھی کہ اس نام کے بہت لوگ موجود ہیں اور آئندہ بھی ہو سکتے ہیں جب سرے سے اُس میں اُن کا ذکر ہی نہیں تو اب تو احتمال کو بھی گنجائش نہ رہی باوجود اس کے اپنے منکر کی سزا دوزخ جو ٹھہرا رہے ہیں کیسی بیباکی ہے بخلاف اس کے بخاری اور مسلم کی حدیثوں سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتصریح فرما دیا ہے کہ عیسیٰ نبی اللہ بن مریم آخری زمانے میں آسمان سے دمشق میں اتریں گے اور یہ مجموعہ صفات سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے اور کسی پر صادق نہیں آتا باوجود اس کے

مرزا صاحب یہ کہکر ٹال دیتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ بن مریم نبی اللہ رکھدیا ہے۔ الحاصل مرزا صاحب جب دیکھتے ہیں کہ کوئی حدیث اپنے دعوے کو مضر ہے تو کبھی یہ

Marfat.com

کہہ دیتے ہیں کہ وہ بخاری میں نہیں ہے اس لئے قابل اعتبار نہیں اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ صحیح بھی ہو تو اُس سے ظن ثابت ہوگا اور اس کا اعتبار ہی کیا اور جب ان کو استدلال منظور ہوتا ہے تو بخاری و مسلم میں نہ بھی ہو تو وہ حدیث صحیح بھی ہو جاتی ہے۔ اور خود اس کا مصداق بھی بن جاتے ہیں اور نہ ماننے والے کو جہنمی قرار دیتے ہیں۔ کیا کوئی متدین شخص اس قسم کی کارسازیاں اور ناجائز تصرفات احادیث نبویہ میں کر سکتا ہے۔ کیا ایسے قوی قرائن دیکھنے کے بعد بھی عقل کو کسی قسم کی جنبش نہ ہوگی آخر عقل بیکار نہیں پیدا کی گئی۔ مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ ۲۹۵ میں خود فرماتے ہیں

اسلام اگرچہ خدائے تعالے کو قادر مطلق بیان فرماتا ہے اور فرمودہ خدا اور رسول کو عقل پہ فوقیت دیتا ہے مگر پھر بھی وہ عقل کو بیکار اور معطل ٹھیرانا نہیں چاہتا انتہے جب خدا و رسول کے مقابلے میں عقل بیکار نہیں ہوتی تو اُس عقل پر افسوس ہے کہ اس قسم کی کارسازیاں دیکھکر بھی ساکت اور بے حس و حرکت رہے اور کوئی حکم نہ لگائے۔

مرزا صاحب نے جو کہا تھا کہ ممکن ہے کہ حدیثوں کے راویوں نے عمداً یا سہواً خطا کی ہو یہ اُن راویوں کی نسبت فرماتے ہیں جن پر اکابر محدثین و فقہا نے اعتماد کیا ہے اور ایک جماعت کثیرہ نے تحقیق کرکے فن رجال میں اُن کی توثیق کی ہے اور خود مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ ۳۷۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سلف خلف کے لئے بطور وکیل کے ہیں اور ان کی شہادت آنے والی ذریت کو ماننی پڑتی ہے انتہی۔ باوجودیکہ سلف نے اُن راویوں کی توثیق کی ہے مگر اقسام کے احتمالات پیدا کرکے ان کو نہیں مانتے اب اُن کی روایتوں کو دیکھئے ازالۃ الاوہام صفحہ ۷۰ میں تحریر فرماتے ہیں کریم بخش روایت کرتے ہیں کہ گلاب شاہ مجذوب نے بیس برس کے پہلے

Marfat.com

مجھکو کہا کہ عیسٰے ابن مریم جوان ہو گیا ہے اور لدھیانہ میں آکر قرآن کی غلطیاں نکالےگا پھر کریم بخش کی توریف بہت سے گواہوں سے کی گئی جن میں خیراتی ۔ بوٹا ۔ کنہیا لال ۔ مراری لال ۔ روشن لال ۔ کنیشا لال وغیرہ ہیں اور ان کی گواہی ہے کہ کریم بخش کا کوئی جھوٹ کبھی ثابت نہ ہوا ۔ دیکھئے قطع نظر گواہوں کی حیثیت کے اُن کی گواہیوں سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ کریم بخش سچا آدمی تھا اس لئے کہ انہوں نے یہی کہا کہ کبھی جھوٹ اسکا ثابت نہ ہوا اعلیٰ درجے کے جھوٹے کی نسبت بھی کہہ سکتے ہیں کہ اُس کا جھوٹ کبھی ثابت نہ ہو سکا یعنی کمال درجے کا چالاک اور بے باک ہے کہ باوجودیکہ عمر بھر جھوٹ کہا مگر اُس کو ثابت ہونے نہ دیا اسی وجہ سے کتب رجال میں توثیق کے محل میں یہ لکھتے ہیں کہ فلاں صدوق عدل لیس بکاذب وغیرہ جس سے جھوٹا نہ ہونا بتصریح معلوم ہوتا ہے ۔ پھر اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ راوی منفرد ہے کوئی اس کا متابع نہیں اور روایت کی یہ کیفیت کہ ایک شخص مجذوب کا کلام جسکو خود خبر نہیں کہ بڑھ میں کیا کہہ رہا ہوں پھر اُس حدیث کا مضمون کیسا کہ عیسٰے قرآن میں غلطیاں نکالیگا عجیب قسم کا سلسلہ قائم ہو گیا ہے محدثین کے یہاں سلسلۃ الذہب مشہور ہے معلوم نہیں کہ اس سلسلے کو اگر وہ دیکھیں تو کیا کہینگے ۔

اس روایت کے بعد ازالۃ الاوہام صفحہ (۷۱۹) میں لکھتے ہیں کہ مکاشفہ مذکورہ بالا کا مؤید ایک رویائے صالحہ ہے جسکو ایک بزرگ محمد نام خاص سرکہ کے بیچنے والے لودہانہ کی نے دیکھا ہے کہ میں مشرق کی طرف کیا دیکھتا ہوں کہ عیسٰے علیہ السلام آسمان سے اُتر آیا پھر میری آنکھ کھل گئی اور میں نے دل میں کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ عیسٰے علیہ السلام میری زندگی میں اُتر آئیگا اور میں اُسکو اپنی آنکھ سے دیکھ لونگا انتہیٰ یہ بزرگ علم

بے بہرہ تھے عیلے کو خواب میں دیکھتے ہی سچ مچ عیلے سمجھ لیا اور یہ خیال جما لیا کہ عیلے اپنی زندگی میں اتریگا۔ یہ تو مرزا صاحب بھی ازالۃ الاوہام صفحہ (۸۵) میں لکھتے ہیں کہ صدہا مرتبہ خوابوں میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ ایک چیز نظر آتی ہے اور دراصل اس سے مراد کوئی دوسری چیز ہوتی ہے انتہے۔ یوسف علیہ السلام کو جو تعبیر کا علم دیا گیا تھا اس سے بھی ظاہر ہے کہ جو خواب میں دیکھا جاتا ہے وہ تعبیر نہیں ہوتی۔ چنانچہ بادشاہ نے جو خواب دیکھا تھا کہ دُبلی گایوں نے موٹی گایوں کو کھا گیا اسکی تعبیر قحط سالی دی گئی جس سے ظاہر ہے کہ سنین قحط گایوں کی شکل میں دکھلائے گئے تھے جن میں نہ صورتاً مماثلت ہے نہ اسماً۔ اسی طرح تعبیر کی معتبر کتابوں میں مصرح ہے کہ جو کوئی عیلے علیہ السلام کو خواب میں دیکھے وہ دور و دراز کا سفر کریگا یا طبیب بنیگا یا طاعت کی اسکو توفیق ہوگی۔ تعجب نہیں کہ اس خواب کے بعد کسی صاحب نے مرزا صاحب کی زیارت کے شوق میں ہندوستان کے سفر دور و دراز کی مشقت گوارا کی ہو جس سے خواب کی تعبیر پوری ہوگئی ہوگی۔ غرض کہ اس خواب کی تعبیر کو نہ عیلے سے تعلق ہے نہ مثیل عیلے سے اگر یورپ کا سفر بھی انہوں نے کیا ہو تو جب بھی تعبیر پوری ہوگئی۔ بہرحال اول تو وہ خواب اور وہ بھی ایک مجہول اور جاہل شخص کا جسکو تعبیر کا علم نہیں پھر تعبیر اسکی حسب تصریح کتب فن ایسی کہ جسکو مرزا صاحب کے مقصود سے کوئی تعلق نہیں اس پر یہ وثوق کہ اپنے عیلے موعود ہونے پر اُس سے استدلال کیا جاتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ ہزارہا کتب تفسیر و حدیث سے جو ثابت ہے وہ تو بالائے طاق رکھا ہے اور ایسی روایتوں کی بنیاد پر مرزا صاحب کا نیا کارخانہ قائم ہو جائے کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی بجز اس کے کہ آخری زمانہ کا مقتضا کہا جائے۔

Marfat.com

اور ازالۃ الاوہام صفحہ (۷۰۰) میں لکھتے ہیں کہ محمد یعقوب صاحب نے میرے پاس بیان کیا کہ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم سے میں نے سنا ہے کہ آپکی نسبت یعنی اس عاجز کی نسبت کہتے تھے کہ میرے بعد ایک عظیم الشان کام کے لئے وہ مامور کئے جائینگے۔ مجھے یاد نہیں کہ اُس وقت کون کون موجود تھے مگر میاں عبداللہ سنوری نے میرے پاس بیان کیا کہ میں اس تذکرے کے وقت موجود تھا اور میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے انتہےٰ۔ اس روایت کے راوی فقط یعقوب صاحب ہیں اور جس طرح کریم بخش کی توثیق کی گئی تھی اُن کی نہیں کی گئی۔ اور روایت جو غزنوی صاحب سے ہے اُس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ان کو اس غیب کی خبر کسی نے دی تھی یا مرزا صاحب کی جودت طبع کو دیکھکر اپنا قیاس اُنہوں نے ظاہر کیا تھا۔ پھر عظیم الشان کام کی تعیین بھی نہیں اور نہ لغت یا عرف میں اُس کے معنی عیسویت کے ہیں۔ غور کرنے کی جگہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسٰے علیہ السلام کی تعیین اُن متعدد الفاظ سے فرمائے ہیں کہ وہ کسی دوسرے پر ہرگز صادق نہیں آسکتے یعنی عیسٰے ابن مریم روح اللہ مسیح آسمان سے اترینگے وہ تو قابل اعتبار نہ ہوا اور غزنوی صاحب کا یہ کہدینا کہ مرزا صاحب ایک عظیم الشان کام کے مامور ہونگے عیسٰے موعود ہونے کے لئے کافی ہو جائے کس قدر جرأت و بیباکی کی بات ہے۔ جس کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معمولی عظمت بھی ہو اُس سے یہ کام ہرگز نہیں ہوسکتا۔

اب اہل انصاف سے ہم پوچھتے ہیں کہ جتنا وثوق واعتماد مرزا صاحب کو الٰہی بخش اور یعقوب صاحب اور بوٹا اور کنہیالال اور روشن لال اور گنیشا مل پر ہے کیا مسلمانوں کو امام مسلم ونسائی وغیرہ محدثین اور اُن کے اساتذہ پر اُتنا بھی نہ ہونا چاہیے۔

Marfat.com

مرزا صاحب تو اُن لوگوں کی روایت اپنے استدلال میں پیش کریں اور اُن کی امت اسکو مان لے اور اہل اسلام اکابر محدثین کی روایتیں پیش کریں اور وہ قابل وثوق نہ سمجھی جائیں۔ ہمیں مرزائیوں سے شکایت نہیں ان کو ضرور ہے کہ اپنے مقتدا کی بات مان لیں کیونکہ ہر فرقے والے کا یہی فرض منصبی ہے۔ اگر شکایت ہے تو مسلمانوں سے ہے کہ وہ اپنے اسلاف کی بات نہ مان کر مرزا صاحب کی طرف مائل ہوئے جاتے ہیں۔ چنانچہ مشہور ہے کہ لاکھ سے زیادہ مسلمان مرزائی ہوگئے اور برابر ہوئے جاتے ہیں۔ جس سے اُن کو یہ لازم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے ہم خیال ہوکر احادیث کو قابل اعتبار نہ سمجھیں۔ مسلمانوں کو نصاریٰ وغیرہ سے عبرت حاصل کرنی چاہئے کہ اپنے دین کی روایتوں پر وہ کس قدر وثوق رکھتے ہیں کہ کسی کی تشکیک وجرح کا اُن پر اثر نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں بہت کچھ لکھا مگر کسی نے اُسکو قابل توجہ نہیں سمجھا اور بہت سے مسلمان ازالۃ الاوہام کو دیکھکر اپنے اعتقادوں سے پھر گئے۔ اگر پہلے ہی سے وہ لوگ برائے نام مسلمان تھے جن پر مرزا صاحب کا افسوں کارگر ہوگیا تو ہمیں اُن میں بھی کلام نہیں ایسے لوگوں کا دین اسلام سے خارج ہوجانا ہی اچھا ہے۔ ہمارا روئے سخن اُن حضرات کی طرف ہی جو لاعلمی سے مرزائی دین اختیار کر لئے ہیں اُن کو چاہئیے کہ ان امور پر اطلاع ہونے کے بعد توبہ کر کے تجدید اسلام کریں وما علینا الا البلاغ۔

مرزا صاحب نے جس طرح احادیث کے ساقط الاعتبار کرنے کی فکر کی اُس سے زیادہ تفسیروں کے وہ دشمن ہیں۔ چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۷۲۶) میں لکھتے ہیں

کتاب الٰہی کی غلط تفسیروں نے مولویوں کو بہت خراب کیا ہے اور اُن کے دلی اور

دماغی قوتوں پر اثر ان سے پڑا ہے اس زمانے میں بلاشبہ کتاب الٰہی کیلئے ضرور ہے کہ اس کی ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے کیونکہ حال میں جن تفسیروں کی تعلیم دی جاتی ہے وہ نہ اخلاقی حالت کو درست کر سکتی ہیں اور نہ ایمانی حالت پر اثر ڈالتی ہیں بلکہ فطرتی سعادت اور نیک روشنی کے مزاحم ہو رہی ہیں۔

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۷۶) میں لکھتے ہیں کہ پھر اس کے بعد الہام کیا گیا کہ ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا۔ اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کترتے ہیں انتہیٰ۔ ابھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے احادیث میں رخنہ اندازی کی کیسی کیسی تدبیریں نکالیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ راویوں سے عمداً یا سہواً بعض احادیث کے پہنچانے میں خطا ہوئی ہوگی۔ کبھی کہتے ہیں کہ احادیث اگر صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہیں والظن لایغنی من الحق شیئاً۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ جو حدیث بخاری میں نہ ہو وہ ضعیف ہے قابل اعتبار نہیں۔

بخاری شریف میں کئی قسم کی حدیثیں مذکور ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و اقوال صحابہ کے اقوال و افعال اور تابعین وغیرہم کے افعال و اقوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی حدیثیں بحذف مکررات اگر اس میں دیکھی جائیں تو دو تین ہزار سے زیادہ نہ ہونگی۔ حالانکہ محدثین کی تصریح اور عقل کی رو سے اگر دیکھا جائے تو تیئیس ۲۳ سال کی مدت نبوت میں لاکھوں باتیں آپ نے کی ہونگی جو کل حدیثیں ہیں۔ مرزا صاحب نے سوائے اُن دو تین ہزار حدیثوں کے جو بخاری میں ہیں سب کو ساقط الاعتبار کر دیا۔ پھر بخاری کی حدیثوں میں بھی یہ احتمال کہ راویوں نے خطا کی ہوگی اور معراج کی حدیثیں باوجودیکہ بخاری میں

Marfat.com

موجود ہیں عقلی احتمالات سے سب کو رد کر دیا اور تمام حدیثوں میں یہ کلام کہ اگر وہ صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہونگی والظن لا یغنی من الحق شیئاً۔

اب دیکھئے کہ مرزا صاحب نے احادیث میں کیسے کیسے رخنے ڈال دیے اور اُن کے مخالفین کو بھی دیکھ لیجئے کہ اُن کا کیا دعویٰ ہے۔ وہ یہی کہتے ہیں کہ معجزات۔ معراج۔ علامات قیامت۔ جسمانی حشر۔ نزول عیسےٰ علیہ السلام اور خروج دجال وغیرہ مباحث مختلف فیہ میں جس قدر احادیث وارد ہیں وہ قابل تسلیم ہیں اور مرزا صاحب کسی کو نہیں مانتے۔ اب غور کیا جائے کہ اگر وہ چودہوں کا الہام صحیح ہے تو مرزا صاحب چودہوں کی طرح حدیثوں کو کتر رہے ہیں یا اہل سنت۔ مرزا صاحب کو الہاموں کا تو دعوے ہے مگر معنی نہیں سمجھتے۔

مرزا صاحب نے جس طرح احادیث کے ساقط الاعتبار کرنے کی فکر کی اُس سے زیادہ وہ تفسیروں کے دشمن ہیں چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۷۲۶) میں لکھتے ہیں کتاب آلہی کی غلط تفسیروں نے مولویوں کو بہت خراب کیا ہے اُن کے دل اور دماغی قوےٰ پر اثر اُن سے پڑا ہے اس زمانے میں بلاشبہ کتاب آلہی کی سے لئے ضرور ہے کہ ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے کیونکہ حال میں جن تفسیروں کی تعلیم دی جاتی ہے وہ نہ اخلاقی حالت کو درست کر سکتی ہیں نہ ایمانی حالت پر اثر ڈالتی ہیں بلکہ فطرتی سعادت اور نیک روشی کے مزاحم ہو رہی ہیں۔

مرزا صاحب تفسیروں پر نہایت خفا ہیں اور ان کے پہلے سرسید صاحب بھی بہت خفا تھے

59879

Marfat.com

چنانچہ تہذیب الاخلاق وغیرہ سے ظاہر ہے اوران صاحبوں کی کوئی خصوصیت نہیں جتنے مذاہب باطلہ کے فرقے ہیں سب کا یہی حال رہا ہے وجہ اُس کی یہ ہے کہ تفاسیر میں کل احادیث واقوال صحابہ جو ہر آیت سے متعلق ہیں۔ اُن میں پیش نظر ہو جاتے ہیں اس لئے ان لوگوں کو نئی بات تراشنے کا موقع نہیں ملتا اور اگر مل بھی گیا تو کوئی ایماندار اُس کو نہیں مانتا اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ ہر آیت قرآنی میں جو حق تعالےٰ کی اصل مراد ہے اسکو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے تھے اس لئے کہ قرآن حضرت پر ہی نازل ہوا ہے اور چونکہ صحابہ ہمیشہ حاضر خدمت رہتے تھے اُن کو ہر آیت کے اترنے کا موقع اور شان نزول وغیرہ اسباب وقرائن معلوم رہتے تھے جس سے مضمون مقصود آیت کا خود سمجھ میں آجاتا اور جب حضرت پڑھ کر سناتے تو جو غوامض معلوم نہ ہوتے پوچھ لیتے تھے یا خود حضرت بیان فرما دیتے پھر حضرت کی مجلس مبارک میں بلکہ اُس زمانے میں سوائے خدا کی باتوں کے کسی چیز کا ذکر ہی نہ تھا خواہ کوئی دنیوی کام ہو یا دینی و وقائع گزشتہ ہوں یا آئندہ سب کی تعلیم حق تعالےٰ اپنے کلام پاک سے فرما دیتا اگر کوئی اعتقاد یا عمل کسی کا خلاف مرضی آلہی ہوتا تو فوراً وحی اتر آتی چنانچہ صحابہ کہتے ہیں کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں تشریف رکھتے تھے ہم اپنی بی بیوں سے معاشرت کرنے میں ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں ایسی بے موقع کوئی بات صادر نہ ہو جس کے باب میں وحی اُتر آئے اور قیامت تک مسلمانوں میں اس کا ذکر ہوتا رہے۔ الغرض علاوہ فہم قرآن کے اُن کے حرکات سکنات اعمال اخلاق اعتقادات نیات کل مطابق

Marfat.com

قرآن شریف کے ہو گئے تھے اور فیضان صحبت نبوی اور روز مرہ کی مزاولت
اور ممارست کی وجہ سے اُن کو مضامین قرآنیہ کا ملکہ ہو گیا تھا اور اُن کے سینے
نور وحی سے منور تھے اُن کے دلوں میں قرآن ایسا سرایت کئے ہوئے تھا
جیسے روح جسد میں الحاصل مختلف اسباب اس بات پر گواہی دے رہے ہیں
کہ اصل معانی قرآن کا علم صحابہ کو بخوبی حاصل تھا اور چونکہ تفسیر بالرائے کو وہ کفر سمجھتے
تھے اس وجہ سے یہ ضرور ماننا پڑیگا کہ جن آیات کی تفسیریں صحابہ سے مروی
ہیں وہی حق تعالیٰ کی مراد ہیں اُس کے خلاف کوئی ہندی پنجابی وغیرہ قرآن کی
تفسیر کرے تو وہ خدائے تعالےٰ کی ہرگز مراد نہیں پھر صحابہ کا کمال علم اور
جوش طبیعت اور ترغیب ابلاغ اور ترہیب کتمان علم وغیرہ اسباب کا مقتضا
یہی تھا کہ اسلامی دنیا آفتاب علم سے مثل نصف النہار روشن ہو جائے چنانچہ
ایسا ہی ہوا کہ جہاں تک اسلام کی روشنی پھیلتی گئی اُس کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ
کی روشنی بھی پھیلتی جاتی تھی۔ تابعین صحابہ کے علوم سے مالا مال تھے اور اُن کے
علوم سے تبع تابعین وعلیٰ ہذا القیاس۔ انہیں حضرات نے اُن تمام علوم کو اپنی مفید
تصانیف میں درج کر دئے جن کی بدولت ہم آخری زمانے والے بھی اپنے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت معنوی سے محروم نہیں ہیں ۔
اُن حضرات کے جس قول کو دیکھئے ہزاروں تفاسیر وغیرہ کتب دینیہ میں موجود
ہے مثلاً ابن عباسؓ کا کوئی قول کسی آیت سے متعلق دیکھا جائے تو ہزاروں کتابوں
میں بعینہ وہ قول یا اُس کا مضمون مل سکتا ہے اسی طرح صحابہ کے کل اقوال اور
احادیث ہزاروں کتابوں میں ملتی ہیں جس سے بتواتر اُن کا ثبوت ظاہر ہے

Marfat.com

گو ابتدا میں یہ تواتر نہ تھا مگر جب متدین اور معتمد علیہ اشخاص نے اپنی کتابوں میں
اُن احادیث و آثار کو ذکر کیا تو اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ اُن کو اُس روایت کے ثبوت
کا یقین ضرور تھا پھر جب ہزاروں معتمد علیہ علما کا یقین اُن روایات کے
ثبوت پر ہم تک پہنچا تو ہمیں اُن کے ثبوت میں شک کرنے کا کوئی موقع
نہیں جب تک یقینی طور پر اُن کا غلط ہونا یا من جمیع الوجوہ نصوص قطعیہ کا معارض
ہونا ثابت نہ ہو جائے چنانچہ مرزا صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب کا مناظرہ
مسئلہ عرض الحدیث علی القرآن میں جو ہوا ہے اُس سے ظاہر ہے کہ کسی معتبر عالم کا
کتاب میں لکھ دینا مرزا صاحب اعتماد کے لئے کافی سمجھتے ہیں جیسا کہ ازالۃ الاوہام حصہ
میں لکھتے ہیں کہ صاحب تلویح نے لکھا ہے کہ وہ حدیث یعنی عرض الحدیث
علی القرآن بخاری میں موجود ہے اب اُس کے مقابلے میں یہ عذر پیش کرنا کہ نسخہ جات
موجودہ بخاری جو ہند میں چھپ چکے ہیں اُن میں یہ حدیث موجود نہیں سراسر
ناسمجھی کا خیال ہے جس حالت میں ایک سرگروہ مسلمانوں کا اپنی شہادت
رویت سے اُس حدیث کا بخاری میں ہونا بیان کرتا ہے تو صاحب تلویح
کی شہادت بالکل نکمی نہیں ہو سکتی۔ پس آپ کی بے دلیل نفی بے سود ہے
اگر صاحب تلویح کاذب ہوتا تو اسی زمانے کے علما کی زبان سے اُس کی
تشنیع کی جاتی اور اُس سے جواب پوچھا جاتا اور جب کہ کوئی جواب پوچھا نہیں
گیا تو یہ دوسری دلیل اس بات پر ہے کہ درحقیقت اُس کی روایت صحیح تھی انتہی
مقصود یہ کہ وہ حدیث گو اب بخاری میں نہ پائی جائے۔ مگر جب صاحب
تلویح نے صحیح بخاری سے نقل کی ہے تو ثابت ہو گیا کہ وہ بخاری

میں ضرور ہے۔ اب دیکھئے کہ ایک جماعت کثیرہ ایسے علما کی جن کے سلسلۂ تلامذہ میں صاحب تلویح جیسے ہزاروں افراد منسلک ہیں احادیث و آثار کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے تو ان کی اس شہادت کے مقابلے میں اگر کوئی دعوے نفی کرے تو کیونکر وہ قابل قبول ہوگا۔ اگر ان کی بات غلط ہوتی تو اسی زمانے کے علماء ان کی تشنیع کرتے اور جبکہ کسی نے ان پر تشنیع نہیں کی تو اب مرزا صاحب کا ازالۃ الاوہام صفحہ (۶۴۷) میں یہ لکھنا کہ لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑلیا ہے خود انہیں کے قول پر ہرگز قابل سماعت نہیں ہوسکتا۔ الغرض ہر آیت کی تفسیر احادیث و آثار سے جب ہیں بہ تواتر پہنچے اور یقین ہوگیا کہ وہی معنی حق تعالی کی مراد ہیں تو ایمان داروں کا ایمان اس بات کو کیونکر گوارا کرےگا کسی کے دل سے گھڑے ہوئے معنی کو مان کر عذاب اخروی کا مستحق بنے کیونکہ جو معنی خلاف ان تفاسیر کے ہیں وہ قرآن کے معنی ہی نہیں اس معنی کو مان کر قرآن کے اصلی معنی پر ایمان نہ لانا قرآن کے ایک حصہ کو چھوڑ دینا ہے جس کی نسبت سخت وعید وارد ہے کما قال تعالیٰ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُرَدُّوْنَ اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۔

ترجمہ کیا تم ایمان لاتے ہو تھوڑی کتاب پر اور منکر ہوتے ہو تھوڑی کتاب سے پھر جو کوئی تم میں سے ایسا کرے اس کی جزا یہی ہے کہ دنیا میں اس کی رسوائی ہو اور ان کو قیامت کے روز سخت سے سخت عذاب میں پہنچایا جائے اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کام سے۔ اب دیکھئے کہ پورے قرآن پر ایمان لانیکی بجز اس کے اور کونسی صورت ہے کہ ہر آیت کے جو معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے مروی ہیں اس پر ایمان لائیں

اور یہ بات بغیر کتب تفاسیر کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس صورت میں کتب تفاسیر کی مسلمانوں میں کس قدر وقعت ہونی چاہیئے اور حضرات مفسرین کے کس قدر شکرگزار ہونا چاہیئے کہ قرآن کے اصلی معنی کی حفاظت کر کے مسلمانوں کو کیسی کیسی بلاؤں سے نجات دی سب بے ایمانی سے بچالیا۔ خود غرضوں کے داؤ پیچ سے امن میں رہنے کے لئے ایک مضبوط حصار کھینچ دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کے معنی میں کوئی شبہ ڈالے تو حدیث سے اُسکو صاف کر لو کیونکہ اہل حدیث جو مفسرین قرآن ہیں اُن کو خوب جانتے ہیں چنانچہ امام سیوطی رحمہ نے درمنثور میں دارمی سے یہ روایت نقل کی ہے اخرج الدارمی عن عمر بن الخطاب قال انہ سیاتیکم ناس یجادلونکم بشبہات القرآن فخذوہم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ یعنی عمرؓ نے فرمایا کہ قریب ہے کہ تمہارے پاس لوگ آکر قرآن کے شبہات میں جھگڑا کرینگے سو اُن کو حدیثوں سے الزام دو اس لئے کہ احادیث کو جاننے والے قرآن کو زیادہ جانتے ہیں انہی مفسرین نے یہی کام کیا کہ ہر آیت سے متعلق جو احادیث و آثار صحابہ ہیں سب کو ایک جگہ جمع کر دیا تاکہ اہل شبہات کو الزام دینے کا سامان اور سرمایہ مسلمانوں کے ہاتھ میں رہے جس سے مرزا صاحب سخت ناراض ہیں۔ دراصل یہ حق تعالےٰ کا فضل اور اُس وعدے کا ایفا ہے جو اپنی کتاب مجید کی ہر طرح حفاظت کا ذمہ لیا ہے کما قال تعالیٰ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ یعنی ہمنے قرآن کو اُتارا اور ہم ہی اُس کی حفاظت کرینگے۔ اب دیکھئے کہ اگر تفاسیر نہ ہوتیں تو وہ معنی جو حق تعالیٰ کی مراد ہیں کیونکر محفوظ رہتے اور ہزاروں بے دین اور دجال جن کے نکلنے کی خبریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار ہا دی ہیں جو شبہات پیدا کر کے اپنے دل سے نئے نئے معنی گھڑ لیتے اُن سے بچنے کی

Marfat.com

کیا صورت ہوتی - اور کونسی تدبیر قرآن کے اصلی معنی سمجھنے کی تھی جس کی نسبت ارشاد ہے
اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ یعنی قرآن ہم نے عربی اُتارا تاکہ تم
سمجھو غرض مفسرین من جانب اللہ اس کام پر مامور ہوئے کہ قرآن کے نظم و معنی کی پوری
پوری حفاظت کریں اور باطل اُس میں کسی طرف سے آنے نہ پائے جیساکہ ارشاد ہے
لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ یعنی
قرآن میں نہ روبرو سے باطل آسکتا ہے نہ پیچھے سے اگر تفاسیر نہ ہوتیں تو علاوہ
دوسرے ملاحدہ کے خیالات کے جو سیکڑوں ابتک گزرے سمریزم وغیرہ خرافات
بھی قرآن میں داخل ہوجاتے ہرچند لوگ بہت چاہتے ہیں کہ قرآن میں تغیر و تبدل کردیں
جیساکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ یعنی چاہتے ہیں
کہ قرآن کو بدل دیں مگر کسی سے کیا ہوسکتا ہے تفاسیر نے اُس سے سب کو روک دیا
اور جب تک حق تعالیٰ کو منظور ہے ایسا ہی روکتی رہینگی - اہل انصاف غور کریں کہ
جو لوگ تفسیریں اپنے دل سے گھڑکے پیش کرتے ہیں کیا اُن کی نسبت یہ حسن ظن
ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کے خیرخواہ ہیں اُن کا مقصود تو علانیہ یہی ہے کہ کلام الٰہی کو
بدل کر اُن کو بے ایمان بنادیں - اس دعوے کی توضیح اس سے بخوبی ہوسکتی ہے
جو حق تعالیٰ فرماتا ہے حُرِّمَتْ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ یعنی مردار
اور خون اور خنزیر کا گوشت تم پر حرام کیا گیا ہے اگر کوئی اس کے یہ معنی سمجھے کہ میتہ
اور دم اور لحم خنزیر چند آدمیوں کے نام تھے اُن کی حرمت کا حکم اس آیت میں
ہے اور یہ کہے کہ مردار اور خون اور گوشت خنزیر سے اسکو کوئی تعلق نہیں یہ
سب چیزیں حلال ہیں - کیا کوئی مسلمان اس اعتقاد والے کو یہ سمجھیگا

Marfat.com

کہ اُس کا ایمان اس آیت پر ہے ہرگز نہیں ایسا شخص بے ایمان کس وجہ سے سمجھا جائیگا
اسی وجہ سے گو وہ قسم کھا کر کہے کہ میں اس آیت کو کلام الٰہی سمجھتا ہوں۔ کہ اُس نے مخالفت
ایسے معنی کی کی جو احادیث اور اقوال صحابہ اور اجماع امت سے ثابت ہیں ورنہ
ان الفاظ کے معانی قرآن میں کہیں نہیں جن کی مخالفت کا الزام اس پر لگایا جائے
غرض یہ بات قابل تسلیم ہے کہ جو معانی قرآن کی تفاسیر میں مذکور ہیں وہی ایمان لانیکے
قابل ہیں اور جو معنی اُس کے خلاف میں کوئی اپنی طرف سے تراش لے اُس کو قبول
کرلینا ایسا ہی ہے جیسا کہ ابومنصور نے اپنی جماعت کو سمجھا دیا تھا کہ میتہ وغیرہ
کسی کے نام تھے انہیں کی حرمت تھی مردار اور خنزیر کے گوشت سے اس آیت
کو کوئی تعلق نہیں وہ سب چیزیں حلال ہیں اور فرقہ منصوریہ کا یہی اعتقاد ہے
مسلمانو اگر تمکو خدا اور رسول کی مراد پر ایمان لانا ہے تو اپنے اسلاف کی تفسیروں کو اپنا
مقتدا بنا رکھو ورنہ ابومنصور کی طرح جس کا جو جی چاہے گا کہکر گمراہ کردیگا اور تم کچھ
نہ سمجھ سکو گے کہ ہم کونسی راہ چل رہے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی سمجھنے کے لائق ہے کہ جو شخص چند آیتوں میں کسی غرض ذاتی
کی وجہ سے تصرف کر کے اُن کے معنی بدل ڈالے اور دوسری آیتوں کے ساتھ
کوئی غرض متعلق نہ ہونے کی وجہ سے اُن میں تصرف نہ کرے تو وہ اتفاقی سمجھا جائیگا
کیونکہ چند آیتوں کے معنی بدلدینا اس بات پر گواہی دے رہا ہے کہ اُس کی طبیعت
میں بے باکی اور جرأت ہے جب کبھی کسی آیت میں تصرف کرنے کی ضرورت
ہوگی تو فوراً تصرف کریگا جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ عدم تصرف بھی
تصرف ہی کے حکم میں ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ چند منافق باوجود

Marfat.com

حکم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں نہ نکلے اُن کی نسبت حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ آئندہ ہمراہی کی درخواست بھی کریں تو فرما دیجئے کہ تم لوگ میرے ساتھ ہرگز نہ نکلو گے کما قال تعالیٰ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِىَ اَبَدًا وجہ اس کی یہی ہے کہ جب ایک بار اُن کی بے باکی معلوم ہوگئی تو ہمیشہ کے لئے اُن کا عدم امتثال ثابت ہوگیا اب وہ کتنا ہی کہیں کہ ہم ہمراہ رکاب چلنے کو حاضر ہیں ہرگز اعتبار کے لائق نہیں ہوسکتے

صدیق اکبرؓ کی خلافت میں بعض لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا حالانکہ نماز روزہ وغیرہ احکام شرعیہ کے قائل اور عامل تھے مگر اُن کا کچھ اعتبار نہ کیا اور صاف اُن کے ارتداد کا حکم دیدیا۔

مرزا صاحب نے صرف اپنی عیسویت کی غرض سے کئی آیتوں کے معنی بدل دئے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا اور آئندہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ معلوم ہوگا۔ تو اب اُن کی وہ تفسیر کیونکر قابل اعتبار ہوسکتی ہے جس کی نسبت لکھتے ہیں کہ بلا شبہ کتاب الٰہی کے لئے ضرور ہے کہ اس کی ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے۔ اور لکھتے ہیں کہ کتاب الٰہی کی غلط تفسیروں نے مولویوں کو خراب کیا ہے۔ اس نئی تفسیر میں احادیث واقوال صحابہ وغیرہم سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اگر یہ پُرانی چیزیں بھی اُس میں مذکور ہوں تو جدت پسند طبائع اُس کو قبول نہ کرینگے اور پھر وہ نئی ہی کیا ہوئی اس سے ظاہر ہے کہ وہ تفسیر صرف اُن کی رائے سے ہوگی جس کی ممانعت ہے اور مرزا صاحب بھی تفسیر بالرائے کو کفر بتاتے ہیں۔ اور اگر تھوڑے احادیث واقوال لکھے جائیں اور تھوڑے نہ لکھے جائیں تو وہ ترجیح بلا مرجح ہوگی پھر مرجح یہ ہوگا

Marfat.com

کہ مرزا صاحب اپنی اغراض کو پوری کرنے کے لئے جن احادیث و اقوال کو مناسب سمجھینگے ذکر کرینگے اور جن کو مخالف سمجھینگے اُن کو عقل کے خلاف قرار دے کے رد کر دینگے اور آیت کو تاویل کر کے اپنی طرف کھینچ لینگے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ کلام الٰہی مرزا صاحب کی غرض کے پیچھے پیچھے رہے نعوذ باللہ من ذلک یہ نئی تفسیر جو اکثر احادیث و آثار کے خلاف ہیں ہوگی مسلمانوں کے کس کام آسکتی ہے۔ اُس کا تو منشا یہ ہے کہ جو کچھ ہمارے نبی کریم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیات کی تفسیر کی ہے وہ غلط ہے اس لئے اس نئی تفسیر کی ضرورت ہوئی پھر کیا مسلمان لوگ یہ مان لینگے کہ اپنے نبی کی بات غلط ہے اور اگر مان لینگے تو کیا پھر یہ دعوے بھی کرینگے کہ ہم امت محمدیہ میں ہیں۔ میری رائے میں کوئی مسلمان کتنا ہی گناہگار رہا تنا بھی ضعیف الاعتقاد نہ ہوگا۔

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ جو لوگ احادیث و آثار کو ساقط الاعتبار کر کے صرف قرآن پر اپنے دعاوی کا مدار رکھتے ہیں اور اُس کے معنی جو احادیث اور آثار سے ثابت ہیں بدل دیا کرتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ یعنی وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں۔ اور جب قرآن ہی بدل دیا جائے اور احادیث متروک ہو جائیں تو ظاہر ہے کہ دین ہی بدل دیا گیا کیونکہ دین وہی ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہوا تھا ایسے لوگوں کی شان میں حق تعالیٰ فرماتا ہے أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ یعنی کیا اللہ کے دین کے سوا کوئی دوسرا دین چاہتے ہیں وہ اور دوسرے دین کی خواہش کرنیوالوں کی نسبت ارشاد ہوتا ہے قولہ تعالےٰ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ

Marfat.com

دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ کَیْفَ یَھْدِی اللّٰہُ
قَوْمًا کَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِھِمْ وَشَھِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَھُمُ
الْبَیِّنٰتُ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُھُمْ
اَنَّ عَلَیْھِمْ لَعْنَةَ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا

لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ ترجمہ جو کوئی سوائے اسلام کے اور دین چاہے سو اُس سے ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ لوگ آخرت میں نقصان پائینگے۔ کیونکر ہدایت کریگا اللہ ایسے لوگوں کو جو منکر ہوگئے ایمان لاکر اور گواہی دی کہ رسول سچا ہے اور پہنچ چکیں اُن کو نشانیاں اور اللہ ہدایت نہیں کرتا بے انصاف لوگوں کو ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ اُن پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی۔ پڑے رہینگے اُس میں ہلکا نہ ہوگا ان پر عذاب اور نہ اُن کو مہلت ملیگی انتہی۔ اس آیہ شریفہ میں سزائیں خاص اُن لوگوں کی ہیں جو مسلمان کہلاکر دوسرا دین اختیار کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق ہونے کی بھی گواہی دیتے ہیں یہ بات برابر اُن لوگوں پر صادق آتی ہے کہ قرآن کے معنی اپنی طرف سے بناکر نیا دین نکالتے ہیں۔ الحاصل ادنیٰ تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ کتب تفاسیر کو چھوڑنے میں بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا ہے صرف الدین النصیحۃ کے لحاظ سے یہ کہنے کی ضرورت ہوئی۔

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ

پہلا حملہ حدیث وتفسیر ہی پر تھا جتنے ملاحدہ گذرے ہیں سب کا حملہ تفاسیر پر ہوا کیا کیونکہ ہر ایک مسئلہ ان کتابوں میں مختلف روایات سے وارد ہونیکی وجہ سے

Marfat.com

بیاں صریح اور مفصل ہو جاتا ہے کہ کسی کو کوئی بات بنانے کا موقع نہیں مل سکتا
بخلاف اس کے ان کو چھوڑ کر صرف قرآن سے تمسک ہونے لگے تو ہر ایک کو
تاویلات کی خوب گنجائش مل جاتی ہے۔ اسی وجہ سے نمازوں کی تعیین اور تعداد رکعات
وغیرہ میں کمی و زیادتی کی گنجائش اُن لوگوں کو مل گئی تھی اگر احادیث و تفاسیر پر اُن کے
اتباع کا اعتماد ہوتا تو اس کا موقع ہی نہ ملتا۔

حقتعالیٰ نے قرآن میں جو کچھ بیان فرمایا ہے گو مفصل ہے مگر پھر بھی سب میں
ایک قسم کا اجمال ہے جس کی تفصیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے اگر یہ بات
نہ ہوتی اور کل امور قرآن شریف میں بالتفصیل بیان کئے جاتے تو مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ
یعنی جو کچھ رسول تم کو دیں اُس کو لو فرمانے کی ضرورت ہی نہ رہتی اس سے ظاہر ہے کہ
قرآن نے حدیث کی جگہ چھوڑ رکھی ہے چنانچہ امام سیوطی رحمہ نے درمنثور میں روایت کی
ہے واخرج ابن ابی حاتم من طریق مالک ابن انس عن ربیعة قال ان اللہ تبارک وتعالیٰ
انزل الکتاب وترک فیه موضعا للسنة یعنی حق تعالیٰ نے قرآن تو نازل فرمایا مگر حدیث کی
جگہ چھوڑ دی ہے۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ جو لوگ حدیث و تفسیر سے مخالفت کرنا
چاہتے ہیں اُن کا مقصود یہی ہوتا ہے کہ آیات قرآنیہ کو اُن کے معنی سے ہٹا کر
دوسرے معنی پر منطبق کر دیں اس کا نام الحاد ہے۔ کیونکہ معنی الحاد کے لغت میں مائل
ہونے اور مائل کرنے اور حق سے عدول کرنے کے ہیں جیساکہ لسان العرب
وغیرہ میں مصرح ہے اور امام سیوطی رحمہ نے درمنثور میں روایت کی ہے اخرج ابن ابی حاتم
عن ابن عباسؓ فی قوله تعالیٰ ان الذین یلحدون فی ایاتنا قال ھو ان یوضع الکلام علی غیر موضع
یعنی ابن عباسؓ ان الذین یلحدون کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ الحاد کے

Marfat.com

معنی یہ ہیں کہ کلام کے اصلی معنی چھوڑ کر دوسرے معنی لئے جائیں اور نیز درمنثور میں ہے۔ واخرج احمد فی الزہد عن عمر بن الخطاب قال ان ہذا القرآن کلام اللہ فضعوہ علی مواضعہ ولا تتبعوا فیہ اہوا رکم یعنی یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اس کو اُس کے مواضع اور معانی پر رہنے دو اور اپنی خواہشوں کو اُس میں دخل مت دو انتہی اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے معنی لینے میں اصلی معنی کی تکذیب ہو جاتی ہے چنانچہ درمنثور میں ہے واخرج عبد الرزاق وعبد بن حمید عن قتادہ رضی اللہ عنہ قال الالحاد التکذیب۔ اب دیکھئے کہ حق تعالےٰ عیسےٰ علیہ السلام کی شان میں فرماتا ہے یحی الموتیٰ باذن اللہ لغت میں احیا کے معنی زندہ کرنے کے ہیں اور احادیث وآثار سے بھی وہی معنی ثابت ہیں مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ مسمریزم سے قریب الموت بیماروں کو حرکت دیتے تھے صرف یہ ایک ہی نہیں ہر جگہ وہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں الغرض ان تمام روایات وآیات سے ثابت ہے کہ ایسے معنی آیۂ شریفہ کے قرار دینا الحاد اور تکذیب قرآن ہے جس کی نسبت حق تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ترجمہ جو الحاد کرتے ہیں ہماری آیتوں میں وہ ہم سے چھپ نہیں سکتے کیا جو ڈالا جائیگا دوزخ میں بہتر ہے یا وہ جو آئیگا امن سے قیامت کے دن۔ یعنی الحاد کرنے والے خدائے تعالےٰ سے چھپ نہیں سکتے وہ قیامت کے روز دوزخ میں ڈالے جائینگے۔ ہم صرف بلحاظ خیر خواہی کے آیات واحادیث کو پیش کر رہے ہیں۔ اس پر بھی اگر توجہ نہ فرمائیں تو مجبوری ہے وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ حق تعالےٰ فرماتا ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُکِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ

Marfat.com

عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ترجمہ اُس سے زیادہ کون ظالم ہے جس کو آیات اُس رب کی یاد دلائی جائیں تو اُن سے مُنہ پھیر لیتا ہے ہم گناہگاروں سے بدلا لینے والے ہیں بالحاصل آیات قرآنیہ کے نئے معنی تراشنا ایک قسم کی تحریف و تبدیل ہے جس کی نسبت سخت وعیدیں وارد ہیں اور اس تحریف کی حفاظت صرف کتب تفسیر سے متعلق ہے جیسا کہ خود مرزا صاحب بھی براہین احمدیہ ص (۱۱۰) میں لکھتے ہیں کہ قرآن شریف کا محرف و مبدل ہونا اس لئے محال ہے کہ اللہ تعالے اُس کا حافظ ہے لاکھوں مسلمان اُس کے حافظ ہیں ہزارہا اُس کی تفسیریں ہیں۔

مرزا صاحب کے تدین وانصاف سے توقع ہے کہ ہرگز اعراض نہ فرمائینگے۔ اہل بصیرت پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ جو لوگ آیات قرآنی میں الحاد کرتے ہیں اُن کی غرض یہی ہوتی ہے کہ جھگڑا کر کے اپنے تراشے ہوئے معنی کو ثابت کریں اور معنی حقیقی کو باطل کر دیں یہ کس قدر دیانت کے خلاف ہے حق تعالے فرماتا ہے وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ترجمہ اور مجادلہ کیا انہوں نے باطل کے ساتھ تاکہ ناچیز کر دیں حق کو پھر میں نے پکڑ لیا اُن کو تو میرا عذاب کیسا تھا۔ اور دُرِ منثور میں امام سیوطی رحؒ نے یہ روایت نقل کی ہے۔ عن ابی ہریرہ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان جدالا فی القرآن کفر یعنی قرآن میں جھگڑنا کفر ہے حق تعالے اس بلا سے سب مسلمانوں کو بچا دے اور پورے قرآن پر ایمان نصیب کرے۔

اب مرزا صاحب کے دلائل سنئے جو اپنی رسالت و عیسویت پر قائم کرتے ہیں یہ امر کسی مسلمان پر پوشیدہ نہیں کہ رسالت اور نبوت کا

Marfat.com

وہ ہر ایک سے تو سب کے نزدیک تمام مدارج سے بڑھے اور ارفع ہے جس بندہ کا نفس حق تعالیٰ نے اپنی خدمت کے لیے انتخاب فرمایا ہے اس کو اپنے نفس اور سب گناہوں سے محفوظ رکھ کر مخلوق میں ایسا نیک نام بنایا ہے کہ ... اس کو دیکھنے کے بعد کسی قسم کے رذائل کا الزام اس پر لگ سکتا ہو ... ان کو ان کی نظروں میں خفیف کرنے والے ہوں مثلاً ... کی نسبت یہ الزام نہیں لگ سکتا کہ زانی، جھوٹا، بدمعاش یا مال مردم خوار ہے ... اور بعض رذائل اور برے افعال ہیں جن سے انبیا معصوم اور محفوظ ہیں ... اور ... کار ... مال مردم خوار ہونے کا الزام آ سکنے کے ... صفت ... کہ طبائع انسانی کو اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور ... اپنے پاس آنے نہیں دیتا اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے اہل بیت پر صدقہ اور زکوٰۃ پہلے ہی حرام فرما دیا اس کے بعد عام طور پر یہ مسئلہ ہے کہ ہر مسلمان جس کے پاس تھوڑا بھی مال ہو وہ صدقہ اور ضرورت سے زیادہ ... پر زکوٰۃ دیا کرے۔ ایسی حالت میں حضرت کو لوگوں کا مال عمومی مصالح کر سکنے میں کسی قسم کا اندیشہ نہ رہا اسی وجہ سے خود بنفس نفیس صدقے مانگ لیتے اور فقرائے اہل اسلام و یتامیٰ وغیرہم کے مصالح میں تقسیم فرما دیتے اور کسی کو اس وہم کا موقع بھی نہ ملتا کہ ... حضرت اپنے ذاتی اغراض میں صرف کرنے کے لئے ... مال ... لیتے ہیں۔ اور حالت ظاہری بھی اسی کو ثابت کرتی تھی کہ حضرت کو اس مال سے کوئی ذاتی تعلق نہیں کیونکہ فقر و فاقہ کی یہ کیفیت رہا کرتی تھی ... بجھنے چولہا نہیں سلگتا تھا صرف چھوہاروں کے چند دانوں پر اوقات بسری

Marfat.com

ہوتی اور صدقات وغیرہ کا جس قدر مال آتا فقرا وغیرہ میں صرف ہوجاتا یہی وجہ تھی کہ وفات شریف کے وقت کسی قسم کا مال واسباب و مکان عالیشان ورثہ کے لئے نہیں چھوڑا۔ ان تمام مشاہدات کے بعد کیا ممکن ہے کہ کسی قسم کی بدگمانی ہو سکے ہرگز نہیں۔ اگر مرزا صاحب کو نبوت اور رسالت خدا کی طرف سے ملتی تو خدائے تعالے ان کو بھی بدنما الزاموں سے محفوظ رکھتا مگر ایسا نہ ہوا جیسا کہ ان کی کارروائیوں سے ظاہر ہے۔

مولوی الٰہی بخش صاحب جو مرزا صاحب کے قدیم دوست اور سالہا سال ان کے رفیق رہے جن کو خود مرزا صاحب نے متقی اور پرہیزگار فرمایا ہے وہ اپنی کتاب عصائے موسےٰ میں مرزا صاحب کا حال لکھتے ہیں کہ وہ کیوڑا بید مشک کی بہی وزنی گاگریں[1] مسافت دور دراز سے بصرف زر کثیر منگوا کر استعمال فرماتے ہیں۔ خس کی ٹٹیاں لگی رہتی ہیں اور برف ہر وقت مہیا رہتی ہے۔ مرغی انڈا۔ مشک۔ پلاؤ۔ زردہ پشمینہ قالین لحاف وغیرہ میں مستغرق اور منہمک ہیں اور بادشاہوں کی طرح جائداد و زیور۔ باغات۔ محل مکانات۔ مقبرے۔ منار گھنٹہ گھر (کلاک ٹاور) اور منار روشنی (لاٹ ٹاور) وغیرہ غریبوں کے مال سے ہزارہا روپیہ خرچ کرکے اپنی تفریح اور یادگار بناتے ہیں۔ صرف ایک یادگاری منارۃ المسیح جس میں گھڑی جنگل میں وقت بتانے کو اور لال ٹین روشنی جانے کو لگائی جائیگی تعمیر کرنے کے واسطے دس ہزار روپے چندہ کے لئے اشتہارات شائع کئے گئے یہ ترفہ اور فارغ البالی اور عیش و عشرت عموماً امرا کو بھی نصیب نہیں یہ سب ظلی نبوت کا طفیل ہے جس کا حال ہم نے ابتدائے کتاب میں لکھا ہے۔

[1] گاگر ہم مٹی :۔ لوہے یا تانبے کا ظرف جس میں پانی گرم کرتے ہیں پانی کا گھڑا ۱۲ م

جب عقلی معجزات مرزا صاحب صدہا تراشتے ہیں تو غور کیا جائے کہ خاص مال فراہم کرنے کی تدابیر کس قدر سوجھتی ہونگی

عصائے موسیٰ میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب تصویریں اپنی اور اپنے اہل بیت کی اور خاص جماعت کی اقسام اقسام کی اُترواتے ہیں اور اخباروں میں اُن کی اشاعت اور خریداری کی ترغیب وتحریص ہوا کرتی ہے۔ جس سے لاکھوں کی آمدنی متصور ہے اس کے سوا ماہواری چندے اقسام کے مقرر ہیں جن کا کچھ حال اوپر معلوم ہوا۔ اسکے سوا صاحب عصائے موسیٰ نے اپنے ذاتی معلومات جو اُس میں لکھے ہیں وہ بھی قابل دید ہیں۔ عصائے موسیٰ صفحہ (۴۲۶) میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب غور فرمائیں کہ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ میں جو روپیہ سراج منیر کا چودہ سو روپے کی لاگت والی براہین کی قیمت میں آیا اُسکو دوسری جگہ اپنی خانگی ونفسانی حاجات میں خرچ کرنا داخل ہے یا نہ۔ رسالہ سراج المنیر کے چندہ دینے والے و براہین کے خریدار کئی تو مر گئے اور بہت باقی بھی ہیں جو حسب وعدہ ہائے مرزا صاحب ہر دو کتب کے منتظر و امیدوار ہیں نیز وہ روپیہ جو مرزا صاحب کے حساب میں آپ کو کہکر بایں غرض جمع کیا گیا تھا کہ جب رسالہ موعودہ برائے مسٹر الگزانڈر روب امریکہ والا تیار ہو گا تو اس روپیہ سے ترجمہ کرایا جائیگا۔ سو وہ رسالہ تو وعدۂ وعید میں نابود ہو گیا اور اُس کے ساتھ ہی وہ روپیہ بھی خورد و برد ہوا۔ پھر جو روپیہ مسجد کے واسطے جمع ہوا وہ کہاں گیا۔ براہین کی نسبت شاید یہ عذر پیش کریں کہ ہم نے واپسی روپیہ کا اشتہار دیدیا ہے۔ اس لئے بری الذمہ ہو گئے۔ لیکن اس میں یہ غرض ہے کہ اولاً تو پہلے سے ایسی کوئی شرط نہ تھی۔ ثانیاً وہ اشتہار سب روپیہ دہندگان

Marfat.com

سے کے پاس کہاں بھیجا گیا ہے۔ فقط اپنے مریدین میں ہی اس کی اشاعت کافی سمجھی گئی تھی۔ ثالثاً اس اشتہار میں بھی ایسا فن حکمت و چالاکی کی کہ بیچارے مظلوم شرم ولحاظ سے مطالبہ روپے کی جرأت نہ کریں اور اگر کریں بھی تو مرزا صاحب کے کسی معتبر کا سارٹیفکٹ پیش کریں۔ ایک آشنا نے مجھ سے پوچھا کہ بقیہ براہین خدا جانے کب آئے۔ میں نے جواب دیا کہ اُس کی بظاہر کوئی امید نہیں کیونکہ مرزا صاحب اُس کی قیمت واپس کرنے کا اشتہار دے چکے ہیں وہ بولا کہ ہمکو تو خبر ہی نہیں ہوئی بھلا اب روپیہ ملجائیگا۔ میں نے کہا ہاں اگر آپ روپیہ دینے کا سارٹیفکٹ دیدیں تب اُس نے کہا کہ جس کی معرفت ہم نے روپیہ دیکر کتاب منگوائی ہے وہ تو مر گیا فقط اسی پر دوسرے بیچارے خریداروں کا قیاس کرلینا چاہیئے۔ پھر جن لوگوں نے براہین کے واسطے سینکڑوں روپے دئے تھے وہ اشتہار اُن کے پاس بھی نہیں پہنچا اگر مرزا صاحب کی نیت بخیر ہوتی تو جیسا کہ عاجز کو ایک دفعہ فرمایا تھا کہ جنہنے روپیہ دہندگاں کے نام روپیہ کی کتاب کھولی ہے تو اُس کو قائم رکھتے اور اُس کے موافق سب کو روپیہ واپس دیدیتے اگر کوئی لینے سے انکار کرتا تو پھر آپ کا مال تھا۔ ویا اول روپیہ دہندگان وخریداران کو حسب ضابطہ رسید بھی دی ہوتی تا اُس کو پیش کر کے روپیہ وصول کرسکتے۔ یہ حق العباد تھا۔ اس بارے میں جس قدر سعی و اہتمام ہوتا ثواب وعبادت میں داخل تھا۔ خیر یہ تو براہین کے روپیہ کا حال ہوا۔ باقی سراج منیر و مسٹر الگزنڈر روب والے روپیہ کا کیا عذر ہے علی ہذا القیاس اور بہت رقوم جو کہیں کی کہیں خرچ ہوئیں یہ سب کیوں اذا ائتمن خان میں داخل نہیں اذا عاہد غدر میں جو وعدے نسبت براہین احمدیہ جلد اول اعلان سرورق جلد اول و

دوم میں ہیں کہ ضخامت سو جزسے زیادہ ہوگی۔ قیمت اول پانچ پھر دس پھر پچیس
اقرار کہ اس کی طبع میں آئندہ کبھی توقف نہیں ہوگا۔ جلد سوم کے سرورق پر
فرمایا کہ اب کتاب تین سو جز تک پہنچ گئی ہے اور اخیر صفحے پر اُس کی قیمت
ایک سو روپیہ قرار دے کر فرمایا کہ اگر اس کے عوض ۱۰۰ تا ۲۵ روپیہ بھی مسلمان
پیشگی نہ دیں تو پھر گویا کام کے انجام سے خود مانع ہونگے (اس فقرہ کی تحریر سے
مرزا صاحب کے اپنے رئیس اعظم صاحب جائداد ہونے اور ہزار ہا روپیوں کے اشتہارات
دینے کی حقیقت وماہیت بھی خوب ظاہر ہوتی ہے کہ جو کچھ ملے پیشگی ملے)
جلد چہارم میں آخرکار فرما دیا کہ اُس کا متولی ظاہراً و باطناً رب العالمین ہے اور کچھ
معلوم نہیں کہ کس اندازہ و مقدار تک اُس کو پہنچا دے اور سچ تو یہ ہے کہ جس قدر
اس نے جلد چہارم تک انوار حقیقت اسلام ظاہر کئے ہیں اتمام حجت کے لئے
کافی ہیں زندگی کا اعتبار نہیں وغیرہ الخ افسوس راستی موجب رضائے خداست
پر جس کا عاجز کو الہام ارشاد ہوا ہے خیال کر کے یہ نہ فرمایا کہ مصالحہ اندوختہ
ختم ہو چکا ہے اور جو ہم نے تین سو دلائل کا قید تحریر میں آکر طیار ہونا لکھا تھا
غلط تھا اس لئے آئندہ تولیت سے دست بردار ہوتے ہیں اور روپیہ وصول شدہ
حق العباد کی عباد اللہ سے معافی چاہتے ہیں۔ پھر وعدہ رسالہ سراج منیر جس کا
چودہ سو روپیہ کے صرف سے طبع کا اعلان ۱۳۰۴ھ سرورق شحنہ حق پر ہوا
تھا جس کے لئے کئی مقامات سے خاطر خواہ چندہ آ گیا تھا اور جسکی
نسبت خاکسار نے جب مرزا صاحب انبالہ میں تشریف رکھتے تھے
بذریعۂ خط وعدہ خلافی کی شکایت کی تھی تو مرزا صاحب اس پر درہم برہم ہو کر

Marfat.com

خفا ہوئے تھے یہ ۱۸۸۶ء کا ذکر ہے جب سرمہ چشم آریہ چھپا تھا اور اُس کے سرورق پر اُس کی قیمت عہ ۱۲ عام سے اور خاص ذی استطاعت سے جو بطور امداد دیں اس شرط و وعدے پر مقرر کی کہ سراج منیر اور براہین کے لئے اس قسم سے سرمایہ جمع ہوکر اُس کے بعد رسالہ سراج منیر پھر اُس کے بعد پنجم حصہ براہین احمدیہ چھپنا شروع ہوگا۔ پھر وعدہ اجرائے رسالہ ماہواری قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ آخر جون ۱۸۸۷ء کی بیس تاریخ سے ماہ بماہ نکلا کریگا۔ نیز رسالہ تجدید دین یا اشحۃ القرآن پھر ۲۸ مئی ۱۸۹۲ء جس کو سات برس سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے نشان آسمانی کے صفحہ (۴۲) و (۴۳) میں ضروری گذارش باہمت دوستوں کی خدمت میں امداد کے لئے کی اور اُس کی سرخی ؎ اے مرداں بکوشید برائے حق بجوشید لکھکر فرمایا کہ پختہ ارادہ و خواہش ہے کہ اس رسالہ (نشان آسمانی و شہادۃ الملہمین) کے چھپنے کے بعد رسالہ دافع الوساوس طبع کراکر شائع کیا جائے۔ سو آئینہ کمالات اسلام کا دوسرا نام دافع الوساوس رکھکر مرزا صاحب اس سے بری الذمہ ہوگئے۔ اور بعد اس کے بلا توقف رسالہ حیات النبی و ممات المسیح جو یورپ و امریکہ کے ملکوں میں بھی بھیجا جائیگا شائع اور اس کے بعد بلا توقف حصہ پنجم براہین احمدیہ جس کا دوسرا نام ضرورت قرآن رکھا گیا ہے ایک مستقل کتاب کے طور پر دیہ مطلب ہے کہ اُس کی قیمت علیحدہ ہوگی براہین کی قیمت دینے والے اس پر اپنا حق قائم نہ سمجھیں) چھپنا شروع ہو لیکن اس سلسلے کے قائم رکھنے کیلئے یہ احسن انتظام خیال کرتا ہوں کہ ہر ایک رسالہ جو میری طرف سے شائع ہو میرے ذی مقدرت دوست اُس کی خریداری سے مجھکو بدل و جان مدد دیں۔ پھر فرمایا

Marfat.com

اگر میری جماعت میں ایسے احباب ہوں جو بوجہ املاک و اموال و زیورات وغیرہ کے زکوٰۃ فرض ہو تو اُن کو سمجھنا چاہیئے کہ اس وقت دین اسلام جیسا غریب اور یتیم اور بیکس کوئی نہیں اور زکوٰۃ دینے میں جس قدر تہدید شرع وارد ہے وہ بھی ظاہر ہے اور عنقریب ہے جو منکر زکوٰۃ کافر ہو جائے۔ پس فرض ہے جو اسی راہ میں اعانت اسلام میں زکوٰۃ دی جائے۔ زکوٰۃ میں کتابیں خریدی جائیں اور مفت تقسیم کی جائیں اور میری تالیفات بجز ان رسائل کے اور بھی ہیں جو نہایت مفید ہیں جیسے رسالہ احکام القرآن اربعین فی علامات المقربین اور سراج منیر اور تفسیر کتاب عزیز۔ لیکن چونکہ کتاب براہین احمدیہ کا کام ازبس ضروری ہے اس لئے بشرط فرصت کوشش کی جائے گی کہ یہ رسائل بھی درمیان طبع ہو کر شائع ہو جائیں۔ آئندہ ہر ایک امر اللہ جل شانہٗ کی اختیار میں ہے۔

کیفیت جلسہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کے صفحہ ۴۲ پر درخواست: چندہ (قابل توجہ احباب) میں لکھا کہ تین قسم کی جمعیت کی ہیں سخت ضرورت ہے جس پر ہمارے کام اشاعت حقانی معارف دین کا سارا مدار ہے اول دو پریس۔ دوم خوش خط کاپی نویس سوم کاغذات۔ ان تینوں مصارف کے لئے (مالغہ ۲۵۰ھ) ماہواری کا تخمینہ لگایا گیا ہے ہر ایک دوست بہت جلد بلا توقف اس میں شریک ہو اور چندہ ہمیشہ ماہواری تاریخ مقررہ پر پہنچ جانا چاہیئے۔ یہ تجویز ہوئی کہ بقیہ براہین اور ایک اخبار جاری ہو اور نیز حسب ضرورت وقتاً فوقتاً رسائل نکلتے رہیں الخ

اب مرزا صاحب نے عذر داری ٹکس میں (صہ ۱۴۲) سالانہ آمدنی کا جس کے (۱۱۴ سے) سے کچھ زیادہ ماہوار ہوئی اقبال کیا ہے اور

Marfat.com

اوسط سالانہ آمدنی جو چار ہزار قبول کی ہے اُس کی ماہوار اوسط بھی دو سو تین روپیہ ۳۳۳
سے کچھ زیادہ ہوتا ہے اُس کے علاوہ مرزا صاحب کی اپنی زمین و باغ وغیرہ کی
آمدنی علیحدہ ہے۔ پریس بھی کئی موجود ہیں۔ دوسری جو کتاب نکلتی ہے اُس کی
قیمت بھی اس قدر بڑھاکر ہوتی ہے کہ لاگت سے تگنا چوگنا منافع ہوا کرتا ہے
کہ یہ سب وعدے اُس وعید اذا عاہد خلف میں کیوں داخل نہیں۔ انتہٰے۔
اور اسی عصائے موسیٰ صفحہ (۱۶۲) میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے طرح طرح کے
اقرار مدار وعدے کرکے روپے قیمت کتب و قبولیت دعائے عطائے فرزند
وغیرہ کے نام و اعتبار پر پیشگی حاصل کرکے اپنے قبضے و تصرف میں لے آیا اور پھر وعدہ
وغیرہ کو بالائے طاق رکھکر پیچھے مریدین سے مشتہر کرادی کہ امام وقت و خلیفۃ اللہ
کو نبیوں۔ بقالوں۔ تنگ دلوں۔ زر پرستوں کے حساب کتاب سے کیا کام۔ روپیہ
حاصل کرنے کی یہ تدبیریں ہیں دعا کی اُجرت تک لی جاتی ہے۔ اور زکوٰۃ
جو حق فقرا ہے وہ بھی نہیں چھوڑی جاتی اور پیرایہ کس قدر خوش منظر کہ دین
اسلام جیسا غریب اور یتیم اور بے کس کوئی نہیں۔ اس کے سوا اُن کا جھوٹ
کہنا داؤ پیچ۔ فتنہ انگیزی۔ خدائے تعالیٰ کی تکذیب۔ اور اُس پر افترا۔ الحاد
انبیاء علیہم السلام کی تنقیص شان اور اُن کو ساحر قرار دینا اور اُن پر اپنی فضیلت وغیرہ امور
عصائے موسیٰ میں متعدد مقامات میں ثابت کئے گئے ہیں جن کا ذکر اس کتاب
میں بھی آگیا ہے یہ امور ایسے ہیں کہ کوئی مسلمان ان کا مرتکب نہیں ہوسکتا اور اگر
ہوا تو مسلمان نہیں سمجھا جاتا۔ اب اہل ایمان غور کریں کیا ممکن ہے کہ مرزا صاحب
ان تمام اوصاف کے جامع بھی ہوں اور تقرب الٰہی اور نبوت اور عیسویت

Marfat.com

کے ساتھ بھی متصف ہوں اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو مسیلمہ کذاب سے آج تک جتنے نبوت کے مدعی گذرے ہیں معاذ اللہ سب پر ایمان لانے کی ضرورت ہو گی حالانکہ کوئی ایماندار اس کا قائل نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد مرزا صاحب کے وہ دلائل جو اپنی نبوت اور عیسویت پر پیش کرتے ہیں اُن کی طرف توجہ کرنیکی کوئی ضرورت نہ رہی مگر سرسری طور پر اگر ذکر کر لئے جائیں تو بے موقع بھی نہیں۔
ایک دلیل یہ ہے کہ کریم بخش نے کہا کہ گلاب شاہ مجذوب نے کہا تھا کہ مسیح لدھیانے میں آکر قرآن میں غلطیاں نکالیگا۔

محمد یعقوب نے کہا کہ عبداللہ صاحب غزنوی نے کہا کہ مرزا صاحب عظیم الشان کام کے لئے مامور کئے جائینگے۔

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ مسیح آسمان سے اترا۔

پیشین گوئیاں۔ استجابت۔ فصاحت و بلاغت زبان عربی۔ عقلی معجزات ان دلائل کا حال اوپر معلوم ہو چکا ہے اعادے کی حاجت نہیں۔

اب مرزا صاحب کی وہ دلائل پیش کی جاتی ہیں جو مرزا صاحب نے ازالۃ الاوہام میں لکھا ہے۔ ایک دلیل یہ ہے جو ابھی معلوم ہوئی کہ کریم بخش نے گواہی دی کہ گلاب شاہ مجذوب نے خبر دی تھی کہ عیسیٰ جوان ہو گیا ہے اب قرآن میں غلطیاں نکالیگا (سبحان اللہ عیسیٰ اور قرآن میں غلطیاں نکالنا)

اور ایک دلیل یہ پیش کرتے ہیں جو ازالۃ الاوہام صفحہ (۶۹۲) میں ہے منجملہ اُن علامات کے جو اس عاجز کے مسیح موعود ہونے کے بارے میں ہیں یہ ہے کہ مسیح اس وقت یہودیوں میں آیا تھا کہ جب توریت کا مغز اور بطن یہودیوں کے دلوں پر سے

Marfat.com

اٹھالیا گیا تھا اور وہ زمانہ حضرت موسیٰ سے چودہ سو برس بعد تھا جو مسیح یہودیوں کی
اصلاح کے لئے بھیجا گیا تھا ایسے ہی زمانے میں یہ عاجز آیا کہ جب
قرآن کا مغز اور بطن مسلمانوں کے دلوں پر سے اٹھایا گیا ہے اور وہ
اور یہ زمانہ بھی حضرت مثیل موسیٰ کے زمانے سے اسی زمانے کے قریب
قریب گذر چکا ہے جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کے درمیانی زمانہ تھا انتہیٰ۔

موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے مابین جو مدت بتلائی جا رہی ہے اس سے غرض یہ ہے کہ موسیٰ سے چودہ برس کے بعد عیسیٰ علیہما السلام کو بھیجنے کی ضرورت ہوئی تھی اسی طرح مثیل موسیٰ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابتک اسی قدر مدت گذر گئی ہے اس لئے مثیل عیسیٰ بھیجا گیا یعنی خود مرزا صاحب نے مسلم شریف کی روایت کو قابل اعتبار نہیں سمجھا تھا اس وجہ سے کہ وہ بخاری میں نہیں جیساکہ ابھی معلوم ہوا اور یہ روایت جو اپنی عیسویت کے استدلال میں پیش کرتے ہیں اس کا پتا تو کسی موضوعات کی کتاب میں بھی نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو اس کا نام ضرور لکھتے جس سے اتنا تو معلوم ہوتا کہ یہ بات مرزا صاحب کی بتائی ہوئی نہیں ہے۔ یہ یاد رہے کہ مرزا صاحب کسی حدیث کی کتاب سے یہ روایت ثابت نہیں کر سکتے اس لئے کہ محققین نے تصریح کی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت تک ۱۷۱۶ سترہ سو سولا برس گذرے تھے جیساکہ تنبیہ الاذکیا فی قصص الانبیا میں علامہ طاہر بن صالح جزائری نے لکھا ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ مرزا صاحب میں اعلیٰ درجے کی جرات ہے کبھی کسی قسم کا

Marfat.com

خیال اُن کو مانع نہیں ہوتا کہ میں مخالفوں کے مقابلے میں کیا کہا تھا اور اب کیا کہ رہا ہوں اور لوگ کیا کہینگے۔ یہ بھی مرزا صاحب کا ایک عقلی معجزہ ہے کہ کوئی دوسرا یہ کام نہیں کرسکتا کیونکہ اُس کو ضرور شرم مانع ہوگی جس کو مرزا صاحب اسحیار بینع الرزق کا مصداق قرار دینگے۔ جب تک مرزا صاحب اپنے اس بیان کو کسی کتاب سے مدلل نہ کریں یہی سمجھا جائیگا کہ انہوں نے اس مدت کو اپنے دل سے گھڑ لیا۔

ماحصل ان کی تقریر کا یہ ہوا کہ موسیٰ اور عیسیٰ دونوں مستقل نبی اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مرزا دونوں کے مثیل ہیں یعنی مرزا عیسیٰ کے مثیل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ کے مثیل کیونکہ صاف لفظوں میں حضرت کو موسیٰ کا مثیل کہ رہے ہیں چونکہ مرزا مثیل ہونیکی وجہ سے اپنے کو ظلی اور تبعا نبی کہتے ہیں اسی قیاس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کے نزدیک ظلی نبی ہوے۔ مگر مسلمانوں کا اعتقاد ایسا نہیں وہ بحسب احادیث صحیحہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سید المرسلین سمجھتے ہیں جن میں موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام وغیرہما سب داخل ہیں۔ احادیث سے ثابت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام آرزو اور دعائیں کرتے تھے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہوں۔ چنانچہ امام سیوطی رح نے خصائص کبرے میں کئی روایتیں بڑی بڑی نقل کی ہیں چونکہ یہ کتاب چھپ گئی ہے اس لئے صرف محل استدلال نقل کیا جاتا ہے۔ اخرج ابونعیم عن عبدالرحمن المعافری۔ فلما عجب موسے من الخیر الذی اعطاہ اللہ محمدا وامتہ قال یالیتنی من امۃ احمد واخرج ابونعیم فی الحلیۃ عن انس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوحی اللہ الی موسی

Marfat.com

بنی اسرائیل انہ من لقینی وہو جاحد باحمد ادخلتہ النار۔ قال اجعلنی من امۃ ذلک النبی
وفی روایۃ ابی ہریرۃ رضہ قال یارب فاجعلنی من امۃ احمد اب مرزا صاحب ہی غور
فرمائیں کہ خود موسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی
آرزو کرتے تھے تو کسی یہودی کا قول اُس کے خلاف میں کیونکر قابل توجہ ہوگا۔
اور آیہ شریفہ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ الآیہ سے معلوم ہوتا ہے
کہ تمام انبیا علیہم السلام گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب تھے پھر حضرت کو کسی
نبی کا مثیل اور ظلی نبی قرار دینا کیسی بے ادبی ہے۔

مسلمانو! مرزا صاحب نے تمہارے نبی افضل الانبیا علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام
کو موسیٰ کا مثیل قرار دیا کیا اب بھی کسی اور کا مثیل بننے کا انتظار ہے کیا تمہارے
اور تمہارے اسلاف کے کان ایسے نالائم الفاظ سننے کے آشنا تھے۔ کب تک مرزا صاحب
کی ایسی باتیں سنا کروگے توبہ کرو اگر نجات چاہتے ہو تو اُن کی ایک نہ سنو اور اپنے
اسلاف کا اتباع کرو۔

مسلمانوں اور یہود کی وجہ شبہ میں جو فرماتے ہیں کہ مغز اور بطن کلام الٰہی کا اُن دونوں کے
دلوں سے اُٹھا لیا گیا ہے اس میں یہ کلام ہے کہ یہود کی شان میں حق تعالیٰ فرماتا ہے
اَفَکُلَّمَا جَآءَکُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُکُمُ اسْتَکْبَرْتُمْ فَفَرِیْقًا
کَذَّبْتُمْ وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ جس سے ظاہر ہے کہ وہ
انبیا کی تکذیب اور ان کو قتل کیا کرتے تھے اور توریت وانجیل سے ثابت ہے
کہ انہوں نے بیت المقدس کو ڈھایا اور قربانی کے مقام میں خنزیر ذبح کئے
بتخانے آباد کئے اس کے سوا اور بہت سی ان کی خرابیاں ہیں جن کا حال انشاء اللہ تعالیٰ

Marfat.com

آئندہ معلوم ہوگا۔ بفضلہ تعالیٰ مسلمانوں میں ان باتوں سے ایک بھی نہیں پائی جاتی۔ مسجدیں آباد بلکہ ہمیشہ نئی نئی بنائی جاتی ہیں حج کی وہی دھوم دھام ہے کہ ہر سال لاکھوں مسلمانوں کا مجمع ہوتا ہے رمضان شریف میں عبادت کی وہی گرم جوشیاں ہیں۔ غرض کہ شعار اسلام بفضلہ تعالیٰ ہندوستان میں بھی قائم ہیں۔ رہا یہ کہ بعض حظوظ نفسانی میں گرفتار اور بدعتوں میں مبتلا ہیں سو اُن کی بھی یہ حالت ہے کہ جب قرآن وحدیث سنتے ہیں تو اپنے افعال اور تقصیر پر نادم ہوتے ہیں ہاں اس میں شک نہیں کہ بعض ایسے بھی ہیں کہ عمر بھر قرآن وحدیث سنتے اور پڑھتے ہیں مگر کسی کی جادو بیانی کے اثر سے ضروریات دین کے اعتقادات سے پھر جاتے ہیں سو وہ لوگ اعتبار کے قابل نہیں۔ ایسے لوگ تو خود نبی کے وقت میں گمراہ اور مخالف ہو جاتے تھے اُن کے حسب حال یہ شعر ہے ؎

عمرہا دیدند قوم دوں ز موسیٰ معجزات
آں ہمہ شد گاؤ خور واز بانگ یک گوسالہ

غرض کہ جس طرح یہود نے توریت کو چھوڑ دیا تھا مسلمانوں نے اب تک قرآن کو نہیں چھوڑا البتہ مرزا صاحب کی تعلیم سے اب اُس کی بنیاد پڑ گئی ہے۔ جس کا حال انشاء اللہ تعالیٰ معلوم ہوگا کہ صدہا آیات قیامت اور احیائے اموات وغیرہ ابواب میں جو وارد ہیں اُن کا ایمان اس تعلیم سے بعض لوگوں کے دلوں سے اٹھالیا گیا ہے۔ مثلاً جب یہ مسلم ہو جائے کہ مرتے ہی آدمی ایک سوراخ کی راہ سے جنت میں یا دوزخ میں چلا جاتا ہے اور پھر وہاں سے نہیں نکلتا جیسا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں، تو قیامت اور حشر اجساد کا خود ابطال ہو گیا۔

Marfat.com

قرآن کا مغز اور بطن جو مرزا صاحب فرماتے ہیں اگر اُس سے وہی مراد ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے سو وہ بفضلہ تعالیٰ کتب تفسیر وحدیث میں بتمامہ محفوظ اور موجود ہے۔ مغز اور بطن جو کچھ پوشیدہ اور ادراک سے غائب ہے سب کچھ حضرت نے فرمادیا کیونکہ حضرت کو ان امور میں بخل نہ تھا۔ چنانچہ حق تعالےٰ فرماتا ہے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی باتیں بیان کرنے میں بخیلی نہیں کیا کرتے اور اشارات قرآنیہ کو جو بزرگان دین نے مجاہدات ومکاشفات کے بعد معلوم کیا ہے وہ بھی تفاسیر اور کتب تصوف میں موجود ہیں۔ بغرض مسلمانوں کو اُن کے نبی اور پیشوایان دین نے سب سے مستغنی کردیا ہے۔ کسی کی من گھڑت باتوں سے ان کو کچھ کام نہیں اور اگر مغز وبطن کچھ اور ہے جو مرزا صاحب پیش کرتے ہیں سو اُس کو قرآن سے کچھ تعلق نہیں۔ الحاصل مرزا صاحب مسلمانوں کو یہودیوں کے برابر کرکے اپنی ضرورت جو بتلا رہے ہیں وہ خلاف واقع ہے بلکہ معاملہ بالعکس کہ یہود کی اکثر صفات مرزا صاحب میں موجود ہیں۔ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ عیسی علیہ السلام سولی پر چڑھائے گئے۔ مرزا صاحب کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ یہود کا عقیدہ نحن ابناء اللہ ہے مرزا صاحب بھی اپنے کو خدا کے بیٹے کے برابر کہتے ہیں۔ یہودیوں نے عیسی علیہ السلام کو ساحر کہا تھا مرزا صاحب بھی یہی کہتے ہیں۔ جس طرح پولس صاحب نے جو یہودیوں کے بادشاہ تھے عیسائیوں کو اُن کے قبلہ سے منحرف کردیا۔ مرزا صاحب بھی مسلمانوں کو اُن کے قبلہ سے منحرف کرنا چاہتے ہیں۔

Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام تک بہت سے نبی گزرے ہیں مثلاً یوشع ۔ شمویل ۔ الیاس ۔ الیسع ۔ ارمیا ۔ دانیال ۔ داؤد ۔ سلیمان اور عزیز وغیرہ علیٰ انبیاء و علیہم الصلوٰۃ والسلام پھر سب کو چھوڑ کر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مثیل مسیح بنا رہے ہیں اس کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوئی ۔ اگر بت پرستی موقوف کرا کے توحید کی طرف بلانے میں تشبیہ ہے تو کل انبیاء اسی کام کے لئے تھے اگر نادر معجزات کے لحاظ سے ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات اسی قسم کے تھے اور اگر بنی اسرائیل کی ہدایت کے خیال سے ہے تو داؤد اور سلیمان علیہما السلام نے اُن کی بت پرستی بالکل موقوف کرا دی تھی غرض کوئی وجہ تخصیص کی معلوم نہ ہوگی سوا اس کے تیرہ سو برس ۱۳۰۰ کی جوڑ ملانا مقصود ہے ۔ مگر افسوس ہے کہ اپنی غرض ذاتی کے واسطے سید المرسلین کی کسر شان کی کچھ پروا نہ کی ۔

اور ایک دلیل ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۹۳ میں یہ لکھتے ہیں کہ روحانی طور پر عالم میں کون فساد وغیرہ امور ہونگے تب وہ آدم جس کا دوسرا نام ابن مریم بھی ہے بغیر وسیلہ ہاتھوں کے پیدا کیا جائیگا اسی کی طرف وہ الہام اشارہ کر رہا ہے جو براہین میں درج ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے اردت ان استخلف فخلقت آدم .... ہر منصف کو ماننا پڑیگا کہ وہ آدم اور ابن مریم بھی عاجز ہے کیونکہ ایسا دعوے اس عاجز سے پہلے کبھی کسی نے نہیں کیا اور اس عاجز کا یہ دعوی دس برس سے پہلے شائع ہو رہا ہے اور براہین احمدیہ میں مدت سے چھپ چکا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اس عاجز کی نسبت فرمایا ہے کہ یہ آدم ہے ..... اور اس نزاع کے وقت سے دس برس پہلے اس عاجز کا نام آدم اور عیسیٰ کہدیا ..... اس حکیم مطلق نے اس عاجز کا نام آدم اور خلیفۃ اللہ

Marfat.com

رکھکر انی جاعل فی الارض خلیفۃ کی کھلی کھلی طور پر براہین احمدیہ میں بشارت دیکر لوگوں کو توجہ دلائی کہ تا اس خلیفۃ اللہ آدم کی اطاعت کریں اور اطاعت کرنے والی جماعت سے باہر نہ رہیں اور ابلیس کی طرح ٹھوکر نہ کھائیں اور من شذ شذ فی النار کی تہدید سے بچیں انتہی اس تقریر سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) براہین احمدیہ کلام الٰہی ہے جس میں حق تعالےٰ نے ان کے خلیفہ ہونیکی بشارت دی ہے

(۲) مرزا صاحب نبی ہیں جن پر وہ کتاب نازل ہوئی۔

(۳) مرزا صاحب آدم خلیفۃ اللہ ہیں۔

(۴) جو مخالفت کرے وہ گویا ابلیس اور دوزخی ہے۔

(۵) دس برس پہلے الہام شایع ہونے کی وجہ سے وہ قطعی ہوگیا۔

حق تعالیٰ نے تیرہ سو (۱۳۰۰) برس پہلے اپنے کلام قدیم میں یہ بات شایع کردی کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا کما قال تعالیٰ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اب اس کے بعد کوئی دعویٰ نبوت کرے تو وہ مسیلمہ کذاب و اسود عنسی وغیرہم کی قطار میں داخل ہے جسکا جہنمی ہونے میں کسی کو شک نہیں۔ کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت سے پہلے بہت سے دجال نکلیں گے جو رسول ہونے کا دعویٰ کرینگے جیسا کہ امام احمد بخاری مسلم ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کی ہے عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتقوم الساعۃ حتی تبعث دجالون کذابون قریبا من ثلثین کلہم یزعم انہ رسول اللہ۔

مرزا صاحب کو کمالات و فضائل کے ساتھ کمال درجے کی دلچسپی ہے چنانچہ

Marfat.com

تلاش میں لگے رہتے ہیں جہاں کوئی کمال پیش نظر ہو جاتا ہے بے دھڑک اس کا دعوے کر بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ ان تصریحات سے ظاہر ہے ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۵۴) میں لکھتے ہیں ہر صدی پر ایک مجدد کا آنا ضرور ہے۔ بتلائیں کس نے اس صدی کے سر پر خدا سے الہام پاکر مجدد ہونے کا دعوی کیا ہے۔ اگر یہ عاجز نہیں ہے تو پھر وہ کون آیا ہے کس نے ایسا دعوے کیا ہے جیسا کہ اس عاجز نے اور لکھتے ہیں جس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نائب دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو یہ تحریکیں ولی اور دماغی بڑی تیزی سے اپنا کام کرتی ہیں اور اس نیابت کے اختیارات ملنے کے وقت تو وہ جنبش نہایت تیز ہو جاتی ہے خدائے تعالےٰ نے اس عاجز کو بھیجا ہے یعنی نائب کر کے۔

اور ازالۃ الاوہام صفحہ (۹۷) میں لکھتے ہیں حدیث میں جو وارد ہے کہ حارث جو ایک شخص ماوراالنہر کا ہوگا جو آل رسول کو تقویت دیگا جس کی امداد و نصرت ہر ایک مومن پر واجب ہوگی الہامی طور پر مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ پیش گوئی اور مسیح کے آنے کی پیش گوئی جو مسلمانوں کا امام ہوگا در اصل یہ دونوں پیش گوئیاں متحد المضمون ہیں اور دونوں کا مصداق یہی عاجز ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے خبر دی کہ حارث امام مہدی کی تائید کو جائیگا۔ اس کے بعد عیسی علیہ السلام آسمان سے اترینگے جیسا کہ متعدد صحیح صحیح حدیثوں سے ثابت ہے مگر مرزا صاحب کے ملہم نے ان کو خبر دی کہ یہ غلط ہے حارث امام مہدی عیسے ایک ہی شخص ہے یہ ملہم خدا ورسول کا مخالف ہے جب ہی تو ایسا الہام کیا۔

ازالۃ الاوہام صفحہ (۴۱۳) میں لکھتے ہیں وہ مسیح موعود جس کا آنا احادیث صحیحہ سے

Marfat.com

ضروری طور پر قرار پا چکا ہے وہ تو اپنے وقت پر اپنی نشانیوں کے ساتھ آگیا ہے اور آج وعدہ پورا ہو گیا۔

اور نیز ازالۃ الاوہام صفحہ (۶۷۸) میں لکھتے ہیں خدا ئے تعالیٰ نے اس عاجز کو آدم صفی اللہ کا مثیل قرار دیا پھر مثیل نوح کا پھر مثیل یوسف کا پھر مثیل داؤد کا پھر مثیل موسیٰ کا پھر مثیل ابراہیم کا قرار دیا اور بار بار احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرار دیا۔

اور اسی کے صفحہ (۶۷۳) میں لکھتے ہیں کہ آیہ شریفہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد سے خود مراد ہیں۔ رسالہ عقائد مرزا میں اشتہار معیار الاخیار سے مرزا صاحب کا قول نقل کیا ہے میں مہدی ہوں اور بعض نبیوں سے افضل ہوں۔

اور اسی میں اشتہار دافع البلاء سے ان کا قول نقل کیا ہے میں امام حسین علیہ السلام سے افضل ہوں اور اسی سے ان کا یہ بھی قول نقل کیا ہے ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اُس سے بہتر غلام احمد ہے اور اُسی سے اُن کا یہ قول بھی نقل کیا ہے میں اللہ کی اولاد کے رتبے کا ہوں میرا الہام ہے کہ انت منی بمنزلۃ اولادی۔ اور الحکم مورخہ ۲۴ فبروری ۱۹۰۵ء میں مرزا صاحب کا الہام لکھا ہے انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون یعنی تم جس چیز کو پیدا کرنا چاہو جب کن کہدو گے تو وہ پیدا ہو جائیگی اور توضیح مرام سے ان کا قول نقل کیا ہے میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں اور کشتی نوح سے ان کا قول نقل کیا ہے۔ میرے معجزات انبیا کے معجزات سے بڑھکر ہیں۔

ازالۃ الاوہام صفحہ (۴۰۵) میں لکھتے ہیں سچی وحی اپنے پر نازل ہوتی ہے۔

ضرورۃ الامام صفحہ (۱۳) میں لکھتے ہیں خدا تعالیٰ اُن سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور

Marfat.com

کسی قدر پردہ چہرے سے اتار دیتا ہے اور نہایت صفائی سے مکالمہ کرتا ہے اور
دیر تک سوال و جواب ہوتے رہتے ہیں اور یہ اس واسطے ہوتا ہے تاکہ اُن کے الہام
دوسروں پہ حجت ہوں رسالہ عقائد مرزا میں ان کا قول نقل کیا ہے کہ طاعون ملک میں میری
تکذیب کی وجہ سے خدا نے بھیجا ہے اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ میرا منکر کافر اور مردہ ہے اسکو
ضرور مواخذہ ہوگا اس قسم کی اور بہت سی باتیں ان کی تصانیف میں موجود ہیں اور اب تو
آپ کرشن جی بھی ہو گئے ہیں جیسا کہ متعدد اخباروں سے ظاہر ہے۔ مرزا صاحب عیسویت
وغیرہ کا جو مرکب دعوی کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں غرر الخصائص الواضحہ صفحہ (۱۷۵)
میں علامہ وطواط رحمہ نے لکھا ہے کہ معتمد کی خلافت میں ایک شخص سواد کوفہ میں نکلا
تھا جسکو کرمیتہ کہتے تھے یہ شخص پہلے نہایت زہد و عبادت کے ساتھ مشہور رہا
جب لوگ معتقد ہو گئے تو اُن سے کہا کہ مسیح علیہ السلام نے آدمی کی صورت میں
ظاہر ہو کر مجھ سے کہا کہ تو داعیہ ہے اور حجت ہے ناقہ ہے روح القدس ہے
یحیٰی بن زکریا ہے۔ پھر یہ دعوے کیا کہ میں مسیح ہوں عیسی ہوں کلمہ ہوں مہدی ہوں
محمد ابن الحنفیہ ہوں جبریل ہوں جب دس ہزار آدمی اس کے تابع ہو گئے تو
اُن میں سے بارہ شخصوں کا انتخاب کر کے کہا کہ تم میرے حواری ہو جیسے
عیسی علیہ السلام کے حواری تھے مرزا صاحب کو اس شخص کی رائے پسند آئی
اور عقل کا مقتضا بھی یہی ہے کہ جب دس بیس دعوے کر دئے جائینگے تو کم سے کم
ایک تو ضرور ثابت ہو جائیگا پھر مقاصد حاصل کرنے کے لئے وہ ایک بھی کم نہیں
کرمیتہ نے مرزا صاحب کے اس دعوے کو بھی باطل کر دیا جو فرماتے ہیں کہ سوائے
میرے کسی مسلمان نے عیسی ہونیکا دعوی نہیں کیا۔ الغرض آپنے اس بات کا

Marfat.com

ٹھیکہ لے لیا ہے کہ کوئی فضیلت چھوٹنے نہ پائے اور کوئی فرقہ ہندوستان میں ایسا نہ رہے جس کے وہ مقتدا اور معبود نہ بنیں۔ مگر کسی فرقے پر ان کا افسوں نہ چلا۔ چونکہ مسلمانوں میں آج کل یہ صلاحیت بڑھی ہوئی ہے کہ ہر کسی کا افسوں اُن پر اثر کر جاتا ہے چنانچہ ہزاروں نیچر وغیرہ بن گئے اور بنتے جاتے ہیں اس لئے ہنود نصاری وغیرہ کو ذریعہ بنا کر ان کی طرف توجہ کی چنانچہ کسی قدر کامیابی بھی حاصل کی اور جب روپیہ چندہ وغیرہ کا بخوبی آنے لگا تو ایک رسالہ بنام فتح الاسلام لکھا جس کے نام سے ظاہر ہے کہ اسلام کو تو انہوں نے فتح کر لیا اس فتح سے بڑی غرض یہ تھی کہ روپیہ حاصل ہو اس لئے اپنی رعایا پر اقسام کے ٹکسیں لگائے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اور مالگزاری کا دستور العمل اسی میں شائع کیا جس کا ایک فقرہ یہ ہے اسلام کے ذی مقدرت لوگو آپ لوگوں کو پہنچا دیتا ہوں اپنی ساری دل اور ساری توجہ اور ساری اخلاص سے مدد کرنی چاہئیے جو شخص اپنی حیثیت کے موافق کچھ ماہواری چندہ دینا چاہتا ہے وہ اسکو حق واجب اور دین لازم کی طرح سمجھکر خود بخود ماہوار اپنی فکر سے ادا کرے اور ادائی میں سہل انگاری کو روا نہ رکھے اور جو شخص ایک مشت دینا چاہتا ہے وہ اسیطرح امداد کرے انتہیٰ ملخصاً اور اس رسالے میں بڑی تاکید یہ کی گئی کہ کوئی اس کارروائی پر بدگمانی نہ کرے اور اخبار البدر میں شائع کرا دیا گیا جیسا کہ عقاید مرزا میں لکھا ہے کہ اُن کے فعل پر اعتراض کرنا بھی کفر ہے اب کسکی مجال کہ کوئی اعتراض یا بدگمانی کر سکے مگر یہ احتمال تھا کہ یہ روپیہ جس قدر وصول ہوتا ہے مرزا صاحب کے تقدس اور رواداری کی وجہ سے ہے آئندہ لوگ ہاتھ روک لینگے اور مقتضائے بشریت بھی تھا کہ اپنی اولاد کی کچھ فکر

Marfat.com

کی جائے اس لئے اس کا بندوبست یوں کیا گیا جو ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۵۵) میں الہام تحریر فرماتے ہیں خدائے تعالیٰ نے ایک قطعی اور یقینی پیش گوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ذات سے ایک شخص پیدا ہوگا جسکو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی وہ آسمان سے اتریگا انتہیٰ اور اسی میں فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے فرمایا خدا تیری مجد کو زیادہ کریگا اور تیری ذریت کو بڑھائیگا اور من بعد تیرے خاندان کا تجھ سے ہی ابتدا قرار دیا جائیگا جو شخص کعبہ کی بنیاد کو ایک حکمت الٰہی کا مسئلہ سمجھتا ہے وہ بڑا عقلمند ہے کیونکہ اُس کو اسرار ملکوتی سے حصہ ہے ایک اولی العزم پیدا ہوگا وہ حسن اور احسان میں تیرا نظیر ہوگا وہ تیری نسل ہی سے ہوگا فرزند دلبند گرامی وارجمند مظہر الحق والعلا کان اللہ نزل من السماء انتہیٰ۔ اور دوسرے مقام ازالۃ الاوہام صفحہ (۴۱۸) میں لکھتے ہیں اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس عاجز کی ذریت میں ہے جس کا نام ابن مریم بھی رکھا گیا ہے کیونکہ اس عاجز کو براہین میں مریم کے نام سے بھی پکارا ہے انتہیٰ۔

اس سے ظاہر ہے کہ اگر مرزا صاحب کو لاکھ روپیہ ماہواری چندہ ملتا تھا تو اُن کے فرزند دلبند کو دو لاکھ سے کم نہ ملنا چاہیے آخر باپ بیٹوں میں فرق ضرور ہے مرزا صاحب کی شان میں تو کان عیسے نزل من السماء تھا۔ صاحبزادے کی شان میں کان اللہ نزل من السماء ہے الغرض جب دیکھا کہ چند اشخاص بطور رعایا یا قربا گذاری داخل کرنے لگے اسی کا نام فتح اسلام رکھکر یہ خیال جمایا کہ یہ سلطنت تو اپنے اور اپنی اولاد کے لئے قائم ہوگئی اب ہنود کی طرف توجہ کرنی چاہیے چنانچہ اُن میں جاکر دعویٰ کیا کہ میں کرشن جی ہوں تعجب نہیں کہ اپنی پختہ تدابیر سے

Marfat.com

اس میں بھی کامیاب ہوجائیں مگر بظاہر کسیقدر بعید معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ ابلیس مسلمانوں کا دشمن ہے ہنود کا نہیں۔ ہمیں اس کا کچھ خیال نہیں کہ مرزا صاحب کو اس قدر روپیہ کیوں ملتا ہے اس لئے کہ آخر تدابیر کے نتائج حاصل ہوا ہی کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا چنانچہ ارشاد ہے وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ مگر کلام دوسرے حصے میں ہے جو دین سے متعلق ہے کیونکہ قابل اہتمام وغمخواری ہے تو یہی حصہ ہے جس کا اثر ابدالآباد رہنے والا ہے۔ اب ہم اہل انصاف کو توجہ دلاتے ہیں کہ مرزا صاحب جو الہامات خلیفۃ اللہ وغیرہ ہونے کے بیان کرتے ہیں باوجود ایسے قوی قوی قرائن کے کیا اب بھی قابل تصدیق سمجھے جائیں اور عقل بیکار کر دی جائے۔ اگر صرف مجددیت یا محدثیت کا دعوے ہوتا تو بھی مضائقہ نہ تھا جب انہوں نے نبوت ورسالت کا دعوے کیا ہے تو اب اُس حدیث شریف کو اہل اسلام مانیں جو بخاری اور مسلم وغیرہ سے ابھی نقل کی گئی کہ مدعی رسالت دجالوں سے ایک دجال ہے یا مرزا صاحب کے یہ تمام دعوے اُس کے خلاف میں مانے جائیں ہر مسلمان کو اپنا ایمان عزیز ہے خود ہی فیصلہ کر لے۔

مرزا صاحب نے دجال کے استدراج میں یہ کلام کیا اُس سے تو اُس کا کن فیکون کا رتبہ ثابت ہوتا ہے اور سوچا کہ ایسا بڑا رتبہ اسکو دیا جائے اور خود محروم رہ جائیں تو ایک اعلیٰ درجے کا کمال فوت ہوجاتا ہے تکمیل کے لئے کرشن جی بتکلف بننے کی ضرورت ہوئی یہ مرتبہ تو مسلمانوں میں مسلم اور بنا بنایا ہے اس لئے دعویٰ کیا کہ مرتبہ کن فیکون مجھکو حاصل ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو ازالۃ الاوہام ص ۲۲ میں

Marfat.com

یہ کیوں فرماتے اگر دمشقی حدیث کو جو مسلم شریف میں ہے اس کے ظاہری معنوں پر عمل کر کے اس کو صحیح اور فرمودۂ خدا اور رسول مان لیں تو ہمیں اس بات پر ایمان لانا ہوگا کہ فی الحقیقت دجال کو ایک قسم کی قوت خدائی دی جائیگی اور زمین و آسمان اس کا کہا مانیں گے اور خدائے تعالیٰ کی طرح فقط اُس کے ارادے سے سب کچھ ہوتا جائیگا۔ غرض جیسا کہ خدائے تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون اسی طرح وہ بھی کن فیکون سے سب کچھ کر دکھائیگا انتہی۔ حاصل یہ کہ حدیث مسلم شریف جس میں دجال کے استدراج سے اُس کا پانی برسانا اور زمین سے سبزیاں اگانا وغیرہ امور مذکور ہیں غلط ہے اس لئے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ خالقیت میں خدا کا شریک ہو جائیگا۔ غور کیا جائے کہ مرزا صاحب کو جب یہ بات حاصل ہوگئی کہ بحسب الہام انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول لہ کن فیکون صرف لفظ کن کہکر سب کچھ پیدا کر سکتے ہیں تو بیچارے دجال سے وہ چند امور جن کی تصریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بحسب اطلاع باری تعالےٰ کر دی ہے ظہور میں آئیں تو کون سے کفر و شرک کی بات ہوگی بخاری شریف میں یہ حدیث مذکور ہے کہ تمام انبیاء دجال کے فتنے سے ہمیشہ اپنی اپنی امت کو ڈرایا کئے جس سے ظاہر ہے کہ اس کا فتنہ معمولی نہ ہوگا اگر اس قسم کی باتیں اُس سے ظہور میں نہ آئیں تو اُس سے خوف ہی کیا دنیا میں بڑے بڑے فتنے ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں کسی سے انبیاء نے اپنی امتوں کو نہیں ڈرایا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے بیان کا اہتمام فرمایا بخلاف فتنۂ دجال کے کہ ہر نماز میں اُس سے پناہ مانگنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ الغرض بلحاظ فتنہ و آزمائش امور

مذکورہ احادیث کا ظہور میں آنا مستبعد نہیں بخلاف اس کے مرزا صاحب جو یہ دعویٰ کرتے ہیں اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ بہر حال مرزا صاحب نے جس لحاظ سے حدیث مسلم شریف کا انکار کر دیا تھا اب ان کو اس الہام کے لحاظ سے بڑے دجال کی نسبت اُن امور کا مان لینا ضروری ہوا کیونکہ جب وہ خود مدعی ہیں کہ کن سے سب کچھ کر دکھاتا ہوں تو بڑا دجال بحسب احادیث صحیحہ کچھ کر دکھائے تو کیا تعجب اس تقریر سے وہ تمام تقریریں باطل ہو گئیں جو عیسٰی علیہ السلام کے پرندوں کو زندہ کرنے کے باب میں لکھی ہیں جن میں ایک یہ ہے جو ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۹۷) میں لکھتے ہیں وہ آیات جن میں ایسا لکھا ہے متشابہات میں سے ہیں اور اُن کے یہ معنی کرنا کہ گویا خدائے تعالٰی نے اپنے ارادے سے اور اذن سے حضرت عیسٰی کو صفات خالقیت میں شریک کر رکھا تھا صریح الحاد اور سخت بے ایمانی ہے کیونکہ خدائے تعالٰی اپنی صفات خاصہ الوہیت بھی دوسروں کو دے سکتا ہے تو اس سے اُس کی خدائی باطل ہوتی ہے اور موحد صاحب کا یہ عذر کہ ہم ایسا اعتقاد تو نہیں رکھتے کہ اپنی ذاتی طاقت سے حضرت عیسٰی خالق طیور تھے بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ طاقت خدائے تعالٰی نے اپنے اذن اور ارادے سے اُن کو دے رکھی تھی اور اپنی مرضی سے اُن کو اپنی خالقیت کا حصہ دار بنا دیا تھا اور یہ اُس کو اختیار ہے کہ جسکو چاہے اپنا مثیل بنا دیوے قادر مطلق ہے یہ سراسر مشرکانہ باتیں اور کفر سے بدتر ہے انتہےٰ۔ دیکھئے حق تعالٰی نے اپنی خالقیت کے باب میں جو فرمایا ہے اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ وہی پورا کلام مرزا صاحب کے الہام میں اُن کی شان میں کر دیا گیا کما قال

Marfat.com

اِنَّمَا اَمْرُہٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ یعنی خدا نے اُن سے کہا کہ تم جو پیدا کرنا چاہو صرف کن کہدو گے تو وہ پیدا ہو جائیگا۔ حالانکہ پیدا کرنا خاص صفت الٰہی ہے جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ عیسےٰ علیہ السلام کی نسبت تو کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اپنی صفت خالقیت ان کو دیکر حصہ دار بنا دیا تھا بلکہ عقیدہ یہ ہے کہ احیاءِ موتےٰ کا معجزہ جوان کو دیا گیا تھا کبھی کبھی بحسب ضرورت ظاہر کیا کرتے تھے جیسا کہ خدا تعالےٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے فَتَنْفُخُ فِیْھَا فَتَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ (وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ) مگر مرزا صاحب خالقیت کے حصہ دار اور اُس کے مثیل بن بیٹھے ہیں اب تک صرف انبیا کے مثیل کہلاتے تھے اب خدا کے مثیل ہونے کا دعوےٰ ہے حالانکہ حق تعالےٰ فرماتا ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ مرزا صاحب مضامین قرآن کو مشرکانہ خیال بتاتے ہیں اور اس کی کچھ پروا نہیں کرتے کہ وہ خدائے تعالیٰ فرما رہا ہے۔ ابلیس نے اور کیا کیا تھا اُس نے بھی تو یہی کیا تھا کہ غیر اللہ کے سجدے کو مشرکانہ خیال سمجھا تھا جس کی وجہ سے ملعون ابدی بنا افسوس ہے کہ مرزا صاحب اوروں کو فرماتے ہیں ابلیس کی طرح ٹھوکر نہ کھائیں اور خود اس کے ہم خیال ہیں غور کرنے کا مقام ہے کہ آیات قرآنیہ پر ایمان لانے کو الحاد اور سخت بے ایمانی اور مشرکانہ خیال اور کفر سے بدتر کہدیا اور آپ نعوذ باللہ خدا کے شریک بن رہے ہیں اس سے بڑھکر الحاد اور سخت بے ایمانی اور کفر سے بدتر اور کیا ہو گا۔ مجوس صرف دو خالق مانتے تھے مرزا صاحب تو دوسرے خالق ہی بن گئے نعوذ باللہ من ذالک۔

Marfat.com

اہل اسلام غور فرمائیں کہ کیا کوئی مسلمان ایسا دعوے کرسکتا ہے جو مرزا صاحب نے کیا ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجودیکہ سیدالمرسلین اور افضل الخلائق ہیں کبھی اس قسم کا دعوے نہیں کیا بلکہ ہمیشہ انما انا بشر مثلکم فرماتے رہے اس کے بعد مرزا صاحب کا یہ الہام کیونکر قابل تسلیم ہوسکتا ہے۔ مرزا صاحب ایک نظیر تو پیش کریں کہ کس نے نبوت کے دعوے کے ساتھ کن فیکون کا بھی دعوے کیا ہے۔ مگر مشکل تو یہ ہے کہ کسی کا دعوے نکرنا ہی اُن کے لئے دلیل ہوجاتا ہے چنانچہ اپنے مجددیت کو اسی طریقے سے انہوں نے ثابت کیا ازالۃ الاوہام صہ ۱۵۴ میں فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ ہر ایک صدی پر مجدد کا آنا ضروری ہے اب ہمارے علما جو بظاہر اتباع حدیث کا دم بھرتے ہیں انصاف سے بتلادیں کہ کس نے اس صدی کے سر پر خدائے تعالےٰ سے الہام پاکر مجدد ہونے کا دعوے کیا ہے یوں تو ہمیشہ دین کی تجدید ہو رہی ہے مگر حدیث کا تو یہ منشا ہے کہ وہ مجدد خدائے تعالےٰ کی طرف سے آئیگا یعنی علوم لدنیہ و آیات سماویہ کے ساتھ اب بتلائیں کہ اگر یہ عاجز حق پر نہیں ہے تو پھر وہ کون آیا جس نے اس چودھویں صدی کے سر پر مجدد ہونے کا ایسا دعوے کیا جیسا کہ اس عاجز نے کیا انتہےٰ۔ اگر شیطان کسی کے سامنے ہوکر دعوے کرے کہ میں تیرا خدا ہوں مجھے سجدہ کر اور اُس کی دلیل یہ بیان کرے کہ سوا میرے کسی نے خدائی کا دعوے نہیں کیا تو کیا اُس کی یہ دلیل قابل تسلیم ہوسکتی ہے ہرگز نہیں۔ مگر مرزا صاحب کی تقریر سے ظاہر ہے کہ ان کو اس قسم کی دلیلوں پر وثوق ہے یہی وجہ ہے کہ جب شیطان اُن کو اپنے چہرے سے کسی قدر پردہ

Marfat.com

اتار کر جھٹ سے کہدیتا ہے کہ میں خدا ہوں اور کوئی دلیل بھی ایسی ہی بتا دیتا ہے تو ان کو یقین آجاتا ہے۔

حدیث موصوف سوائے ابوداؤد کے صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں نہیں اور بقول مرزا صاحب یہ حدیث کسی کو نہ ملی یا موضوع یا ضعیف سمجھکر بخاری و مسلم وغیرہ نے اسکو ترک کر دیا جب مسلم کی دمشق والی حدیث بخاری میں نہ ہونے کی وجہ سے بقول مرزا صاحب قابل اعتبار نہ ہوئی تو اُس کو تو مسلم رحہ نے بھی قبول نہیں کیا بطریق اولی قابل اعتبار نہ ہوگی۔ پھر ایسی حدیث استدلال میں کیوں پیش کی جاتی ہے مرزا صاحب نے نہ اس حدیث کو نقل کیا نہ یہ لکھا کہ وہ کونسی کتاب میں ہے بلکہ صرف یہی لکھا کہ مجدد کا آنا ضرور ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اگر وہ لکھتے تو ان کے استدلال کی قلعی کھل جاتی کیونکہ ان کا دعوے ہے کہ ہر صدی پر ایک مجدد خدا کی طرف سے الہام پاکر مجدد ہونے کا دعوے کرتا ہے اور اُس کے ساتھ علوم لدنیہ اور آیات سماویہ بھی ہوا کرتی ہیں حالانکہ حدیث میں کوئی ایسی بات مذکور نہیں دیکھئے

حدیث شریف یہ ہے۔ عن ابی ہریرہ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا یعنی اللہ تعالے اس امت میں ہر صدی کے سرے پر ایک ایسا شخص پیدا کیا کریگا جو اُس کے دین کی تجدید کرے۔ وفیات الاسلاف میں حدیث موصوف کو نقل کرکے ہر زمانے میں جن علما اور مویدین دین پر مجددیت کا گمان تھا ان کے ناموں کی فہرست لکھی اور یہ ثابت کیا کہ ہر صدی کا مجدد یقینی طور پر معین نہیں کرسکتے اسی وجہ سے بعض علما نے لکھا ہے کہ مجدد ہر صدی کا ایک ہونا

Marfat.com

ضرور نہیں کیونکہ حدیث شریف میں لفظ من یجدد وارد ہے اور لفظ من کا استعمال کثیر میں اکثر ہوا کرتا ہے ہر چند نام اکابر علما کے لکھے ہیں مگر یہ کسی نے نہیں لکھا کہ ان میں سے کسی نے یہ دعوے بھی کیا تھا کہ میں علوم لدنیہ خدا کے پاس سے لے کر آرہا ہوں اور مجھے خواہ مخواہ مجدد کہو (ادراُدھر ہزارہا علما کا ہجوم اور اصرار کہ نہ تو مجدد ہے نہ محدث اور طرفین سے رسالہ بازیوں کی لے دے ہو رہی ہے) بلکہ ان حضرات کی حالت یہ تھی کہ تائید دین متین کو مقصود بالذات سمجھکر ہمیشہ اسی میں مصروف رہا کرتے تھے اور ایسی تعلیوں کو کراہیت کی نظر سے دیکھتے پھر ان کی کمال حقانیت اور خلوص کا یہ اثر لوں پر پڑتا تھا کہ خود کہہ اُٹھتے تھے کہ بیشک یہ مجدد ہیں۔ مرزا صاحب نے لوازم و شروط مجدد کے جو بیان کئے ہیں اگر راست ہیں تو ضرور ہے کہ ہر صدی کے مجدد کا نام اور اُس کے دعوے پیش کریں اور یاد رہے کہ یہ ممکن نہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ حدیث و قرآن کا مضمون جیسا جی چاہتا ہے بنالیتے ہیں اس وجہ سے نہ وہ مجدد ہو سکتے نہ محدث وغیرہ جو اعلے مدارج ہیں تجدید کے معنی یہ ہیں کہ جو دین کی قدیمی باتیں پرانی ہو گئی ہوں ان کو ازسرنو رواج دے۔ مگر مرزا صاحب جو بات نکالتے ہیں وہ تو ایسی ہوتی ہے کہ کسی مسلمان کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں ہوتی۔ تھوڑی باتیں تو اس کتاب کی فہرست سے بھی معلوم ہو سکتی ہیں ایسے لوگوں کی نسبت یہ ارشاد ہے عن ابی ہریرہ رضہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیکون فی آخر الزمان ناس من امتی یحدثونکم بما لا تسمعوا بہ انتم ولا اباؤکم فایاکم وایاہم رواہ مسلم۔ یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخری زمانے میں میری امت کے بعض لوگ

Marfat.com

ایسی نئی باتیں کہینگے کہ نہ تم نے سنی نہ تمہارے آباؤ اجداد نے اُن لوگوں سے بہت دور رہنا تہی مسلمانو کیا اس کے بعد بھی اب ان کی باتیں دل لگا کر سنو گے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرو گے یہ تو حضرت نے تمہاری ہی خیر خواہی کے لئے فرمایا ہے۔ کلام اس میں تھا کہ کسی نے مجددیت کا دعوے نہیں کیا اس لئے مرزا صاحب مجدد ہیں اسی طرح عیسویت کا بھی دعوی ہے چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۶۸۳) میں لکھتے ہیں ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت جو ظہور مسیح موعود کا وقت ہے کسی نے بجز اس عاجز کے دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح موعود ہوں بلکہ اس تیرہ سو برس میں کبھی کسی مسلمان کی طرف سے ایسا دعوے نہیں ہوا کہ میں مسیح موعود ہوں انتہی۔ غرض مسیح موعود کا نہ آنا ہی آپ کے مسیح ہونے پر دلیل ہے اور ایک دلیل مسیحیت پر یہ ہے جو ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۵۵) میں لکھتے ہیں۔ اگر یہ عاجز مسیح موعود ہونے کے دعوے میں غلطی پر ہے تو آپ لوگ کوشش کریں کہ مسیح موعود جو آپ کے خیال میں ہے انہیں دنوں میں آسمان سے اتر آئے کیونکہ میں تو اس وقت موجود ہوں مگر جس کے انتظار میں آپ لوگ ہیں وہ موجود نہیں اور میرے دعوے کا ٹوٹنا صرف اسی صورت میں متصور ہے کہ اب وہ آسمان سے اتر آئے تا میں ملزم ٹھیر سکوں۔ آپ لوگ اگر سچ پر ہیں تو سب مل کر دعا کریں کہ مسیح ابن مریم جلد آسمان سے اترتے دکھائی دے اگر آپ حق پر ہیں تو یہ دعا قبول ہو جائیگی کیونکہ اہل حق کی دعا مبطلین کے مقابلے میں قبول ہو جایا کرتی ہے لیکن آپ یقین سمجھیں کہ یہ دعا ہرگز قبول نہیں ہو گی کیونکہ آپ غلطی پر ہیں انتہی۔

مرزا صاحب ہم لوگوں کو نہایت تنگ کرتے ہیں بھلا اس آخری زمانے میں

Marfat.com

مستجاب الدعوات لوگ جن کی دعا فوراً قبول ہو جائے کہاں ظاہر ہوتے ہیں وہ تو
بحسب آیہ شریفہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ
ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ اپنی فکر میں لگے رہتے ہیں ان کو بحسب اقتضائے زمانہ
کسی کے گمراہ کرنے اور ہونے کی کچھ پروا نہیں ہوتی۔ وہ فیصل شدہ امور
میں خلاف مرضی الٰہی دعا کرنے کو بھی حرام سمجھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ قیامت
کا ایک وقت مقرر ہے اور اُس کے آثار و علامات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانۂ سعادت سے شروع ہو گئے ہیں وقتاً فوقتاً اپنے اپنے وقت پر ظہور
کرتے جاتے ہیں اُن کا ایمان ایسا مستحکم ہے کہ کسی علامت کی تاخیر سے متزلزل
نہیں ہوتا۔ اُن کو یقین ہے کہ وقت مقررہ پر اُس کا ظہور ضرور ہوگا۔ تعجیل کو وہ کافروں کی
خصلت سمجھتے ہیں کیونکہ کفار کی عادت تھی کہ انبیا کو یہ کہکر تنگ کرتے تھے
کہ عذاب کا جو تم وعدہ دیتے ہو اگر سچے ہو تو دعا کر کے اُتار و چنانچہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی درخواست ان کی رہا کرتی تھی کما قال تعالےٰ
وَیَسْتَعْجِلُوْنَکَ بِالْعَذَابِ وَلَوْلَا اَجَلٌ مُّسَمًّی لَّجَاءَهُمُ الْعَذَابُ
یعنی کفار عذاب کی جلدی کرتے ہیں اگر سچے ہو تو دعا کر کے اُتارو۔ اگر اس کا
وقت مقرر نہ ہوتا تو عذاب اُن پر آ جاتا اور حق تعالےٰ فرماتا ہے وَیَقُوْلُوْنَ
مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ قُلْ لَّکُمْ مِّیْعَادُ یَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ
عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ترجمہ وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو
بتاؤ کہ قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا۔ کہو تمہارے ساتھ جس دن کا وعدہ ہے
تم نہ اُس سے ایک گھڑی پیچھے رہ سکو گے نہ آگے بڑھ سکو گے دیکھئے

Marfat.com

ہم نے جو کہا تھا کہ مرزا صاحب مدعیان نبوت وغیرہ اہل باطل کے خیالات اختراعیہ سے مدد لیا کرتے ہیں اُس کی تصدیق یہاں ہوگئی کہ کفار کے خیالات سے اُن کا تائید لینا ظاہر ہوگیا۔ کیونکہ جس طرح کفار ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عاجز کرنے کی غرض سے عذاب کی جلدی کیا کرتے تھے کہ اگر وہ آنیوالا ہے تو اُتار لاؤ اسی طرح مرزا صاحب ہمکو عاجز کر رہے ہیں کہ اگر مسیح اترنے والے ہیں تو جلد اتار لاؤ۔ چونکہ اُن کو اس تقلید کی عادت ہوگئی ہے اس لئے ہر کا خیال بھی ان کو نہ آیا کہ اگر میں یہ دلیل پیش کرونگا تو قرآن پڑھنے والے کیا کہینگے

مرزا صاحب جو فرماتے ہیں "میں تو موجود ہوں اگر عیسٰے اس وقت نہ اُتریں تو میرا دعوے ٹوٹ نہیں سکتا" غور کا مقام ہے اگر کوئی ملحد خدائی کا دعوے کر کے یہی دلیل پیش کرے کہ اگر میں خدا نہیں تو دعا کر کے خدا کو اتار لاؤ تو اس کا بھی جواب ایسا ہی مشکل ہوگا جیسا مرزا صاحب کا جواب دینا مشکل ہو رہا ہے کیونکہ ہم میں ایسی طاقت کہاں کہ خدا کو یا مسیح علیہ السلام کو اتار سکیں پھر کیا اس عجز سے اُس ملحد کا دعوے ثابت ہو جائیگا۔ مرزا صاحب کو یہ طریقہ کفار و ملاحدہ کا اختیار کرنا زیبا نہ تھا۔ ابن حزم رح نے کتاب الملل والنحل میں لکھا ہے کہ ابو منصور کسف نے نبوت کا دعوے کیا تھا اور اُس کے ساتھ یہ بھی دعوے تھا کہ میں کسف ہوں جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے حق تعالیٰ

فرماتا ہے وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ترجمہ اگر وہ آسمان کا ٹکڑا گرتا ہوا دیکھیں تو کہیں کہ وہ ابر جما ہوا ہے۔ اُس نے استعارہ وغیرہ سے کسف یعنی آسمان کا ٹکڑا ہونے میں اپنے لئے فضیلت

Marfat.com

خاصہ ثابت کر رکھی تھی اور بہت سے لوگ اس کے بھی پیرو ہو گئے تھے۔
غرض کہ اسکا یہ دعوے تھا کہ اگر میں کسف نہیں ہوں اور میرے مخالف اگر سچے ہیں تو دعا کرکے کوئی آسمان کا ٹکڑا اتار لیں اور یاد رہے کہ وہ ہرگز نہیں اتار سکتے اس لئے کہ وہ غلطی پر ہیں۔ ہرچند مسخری پن سے زیادہ اس دلیل کی وقعت نہیں مگر اس نے اپنے زعم میں اسکو دلیل بنا رکھا تھا اور اس کے اتباع اسکی تحسین بھی کرتے ہونگے۔
مرزا صاحب نے عیسےٰ علیہ السلام کو آسمان سے اتارنے پر فیصلہ جو ٹھیرایا ہے وہ مخلوق کے اختیار سے باہر ہے اس سے مقصود اُن کا ظاہر ہے کہ وہ فیصلہ کرنا نہیں چاہتے ورنہ ایک ایسا آسان طریقہ فیصلے کا قرار دیا گیا تھا کہ وہ طرفین کے اختیار میں تھا یعنی مباہلہ جس کے لئے میاں عبدالحق صاحب مستعد ہو گئے تھے اور مرزا صاحب گریز کر گئے۔
اور ایک دلیل اپنی عیسویت پر یہ پیش کرتے ہیں جو ازالۃ الاوہام صفحہ (۶۹۳) میں ہے ازانجملہ ایک یہ ہے کہ ضرور تھا کہ آنے والا ابن مریم الف ششم کے آخر میں پیدا ہوتا۔ اور صفحہ (۶۹۶) میں اس عاجز کو خدا تعالیٰ نے آدم مقرر کرکے بھیجا اس کا یہ نشان رکھا کہ الف ششم میں جو قائم مقام روز ششم ہے یعنی آخری حصہ الف میں جو وقت عصر سے مشابہ ہے اس عاجز کو پیدا کیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے ان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون اور آدم کی طرز پر الف ششم کے آخر میں ظہور کرتا سو آدم اول کی پیدایش سے الف ششم میں ظاہر ہونے والا یہی عاجز ہے بہت سی حدیثوں سے ثابت

Marfat.com

ہوگیا ہے کہ بنی آدم کی عمر سات ہزار برس ہے اور آخری آدم پہلے آدم کی طرز ظہور پر الف ششم کے آخر میں جو روز ششم کے حکم میں ہے پیدا ہونے والا ہے سو وہ یہی ہے جو پیدا ہو گیا انتہٰی۔ ازالۃ الاوہام کے دیکھنے سے یہ بات ظاہر ہے کہ اگر مرزا صاحب کو کوئی حدیث ایسی مل جاتی ہے جس کو وہ مفید سمجھتے ہیں تو نہایت جلی حرفوں میں نمایاں لکھتے ہیں مگر یہاں صرف یہ لکھدیا کہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہو گیا ہے کہ بنی آدم کی عمر سات ہزار برس کی ہے اور ایک حدیث بھی نقل نہیں کی یہ ترک عادت خالی از حکمت عملی نہیں۔ مرزا صاحب تو بخاری اور مسلم کی حدیثوں میں بھی تعارض پیدا کر کے ساقط الاعتبار کر دیتے ہیں مگر ہم توسیع کرتے ہیں کہ بخاری کی بھی خصوصیت نہیں صحاح ستہ سے کسی کتاب کی حدیث اس مضمون کی پیش فرمائیں مگر یاد رہے کہ وہ ہرگز پیش نہیں کر سکتے پھر یہ کہ دینا کہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہو گیا ہے کس قدر جرأت کی بات ہے یہ مرزا صاحب ہی کی ہمت ہے۔ واضح رہے کہ جو حدیثیں اس باب میں وارد ہیں اکثر فردوس دیلمی کی ہیں جس کی نسبت امام سیوطی رحمہ نے جمع الجوامع کے دیباچے میں لکھا ہے کہ جو روایت فقط دیلمی نے فردوس میں کی ہے ضعیف سمجھی جائے۔ اس کے سوا ان احادیث میں تعارض اس قدر ہے کہ کوئی بات ثابت نہیں ہو سکتی۔ احادیث یہ ہیں عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلق اللہ الدنیا علی سبعۃ آلاف والامد الدہر الطویل الذی لایحصیہ الا اللہ فمضی من الدنیا قبل خلق آدم ستۃ آلاف ومنذ خلق اللہ آدم الی ان تقوم الساعۃ انتم فی امد واحد (الدیلمی) یعنی دنیا کو اللہ تعالیٰ نے سات

Marfat.com

سات امد پر پیدا کیا اور امد ایک طویل زمانے کا نام ہے جس کا شمار سوائے خدائے تعالیٰ کے کوئی کر نہیں سکتا اُن میں سے آدم علیہ السلام کے پہلے چھے امد گذر چکے اور آدم علیہ السلام جب سے پیدا ہوئے قیامت تک تم لوگ ایک ہی امد میں ہو عن حذیفۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدنیا مسیرۃ خمسمائۃ سنۃ (الدیلمی) یعنی دنیا پانسو برس کی مسافت ہے عن انس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدنیا کلہا سبعۃ ایام من ایام الاخرۃ (الدیلمی) یعنی پوری دنیا آخرت کے سات دن ہیں۔ عن ابن عباس رض قال الدنیا جمعۃ من جمع الآخرۃ سبعۃ الاف سنۃ فقد مضٰی ستۃ الاف سنۃ ومٰواستۃ ولیاتین علیہا مئواسنۃ لیس علیہا موحد۔ (ابن جریر) یعنی ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ دنیا آخرت کے ہفتوں سے ایک ہفتہ ہے جس کے سات ہزار برس ہیں اُن میں چھے ہزار اور کئی سو برس گذر گئے اور کئی سو برس ایسے آئینگے کہ کوئی خدائے تعالیٰ کی توحید کرنے والا روئے زمین پر نہ رہیگا انتہی۔ مرزا صاحب کے استدلال میں تین چیزیں مقصود بالذات ہیں۔

(۱) آدم علیہ السلام دنیا کے الف ششم کے آخر میں پیدا ہوئے۔

(۲) عمر بنی آدم کی سات ہزار سال ہے۔

(۳) الف ششم کے آخر میں خود پیدا ہوئے۔

اب ان احادیث کو ان دعادی پر منطبق کیجئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث سے ظاہر ہے کہ آدم علیہ السلام ساتویں امد میں پیدا ہوئے۔ اس سے دعویٰ اول کا بطلان ہو گیا۔ پھر امد کے معنی ہزار برس نہیں بلکہ ایک ایسی مدت طویلہ کا نام ہے جسکو سوائے خدائے تعالیٰ کے کوئی شمار کر نہیں کرسکتا اس حدیث سے

Marfat.com

تینوں دعووں کا ابطال ہوگیا کیونکہ ہزار یہاں کسی شمار و قطار میں نہیں۔ اور حذلفۂ کی حدیث سے بھی امور مذکورہ کا ابطال ہو رہا ہے اس لئے کہ اگر کل دنیا کی عمر ہماری اصطلاحی پانسو برس لئے جائیں تو خلاف بداہت اور خلاف مقصود ہے اور اگر پانسو برس آخرت کے لئے جائیں جو آیۂ شریفہ ان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون میں مذکور ہے تو اٹھارہ کروڑ سال ہوتے ہیں پھر اگر بنی آدم کی عمر اس کا ساتواں حصہ لی جائے جیسا کہ حدیث علی اور ابن عباس رضہ سے معلوم ہوتا ہے تو ڈھائی کروڑ سال سے زیادہ ہوئی اور اس حساب سے آدم علیہ السلام کی خلق ابتدائے عالم سے پندرہ کروڑ سال کے بعد ہوئی اور مرزا صاحب آدم علیہ السلام کے بعد الف ششم میں پیدا ہوئے دیکھئے کہاں پندرہ کروڑ اور کہاں چھے ہزار۔ اور اگر انس رض کی حدیث دیکھی جائے تو بنی آدم کی عمر ایک ہی ہزار برس کی ہوتی ہے حالانکہ ابتک چھے ہزار برس گذر گئے۔ اور اگر ابن عباس رض کی حدیث دیکھی جائے تو حضرتؐ کے وقت سے قیامت تک ہزار سال ہونا چاہیئے حالانکہ اس وقت تک تیرہ سو (۱۴۰۰) سال گذر چکے ہیں۔ غرض کہ کسی ضعیف حدیث سے بھی کوئی دعوے مرزا صاحب کا ثابت نہیں ہو سکتا اس پر یہ فرماتے ہیں کہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے اگر مرزا صاحب یہ کہتے کہ بہت سے حکما یا پادریوں کے قول سے ثابت ہے تو چنداں مضائقہ نہ تھا غضب کی بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نہیں فرمایا وہ بطور افترا کہتے ہیں کہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرما دیا۔ من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ رواہ البخاری یعنی جو شخص جھوٹ کہ دے کہ میں نے یہ کہا ہے تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے

Marfat.com

اب مرزا صاحب جب تک صحیح روایت سے حضرت کا فرمانا ثابت نہ کردیں اس وعید سے نکل نہیں سکتے۔

اور ایک دلیل یہ ہے جو ازالۃ الاوہام صفحہ (۶۹۳) میں لکھتے ہیں ظلمت عامہ اور تامہ کے عام طور پر پھیلنے کی وجہ سے اور حقیقت انسانیہ پر ایک فنا طاری ہونے کے باعث سے وہ روحانی طور پر ابو البشر یعنی آدم کی صورت پر پیدا ہونے والا ہے الخ ماحصل یہ ہے کہ اس وقت پوری پوری ظلمت ہر ملک میں پھیل گئی ہے اور انسانی حقیقت پر فنا طاری ہو گئی ہے اس وجہ سے روحانی طور پر ابو البشر یعنی خود پیدا ہوئے۔ یہ تو محسوس نہیں ہے کہ آفتاب کا نکلنا موقوف ہو گیا ہے اس وجہ سے ظلمت ہو گئی ہے اور تمام دنیا کے آدمی مر گئے یہاں تک کہ حقیقت انسانیہ پر فنا طاری ہو گئی اس لئے ضرور ہے کہ مرزا صاحب کی مراد ظلمت اور فنا سے کچھ اور ہو گی۔ ضرور تھا کہ اسکی تصریح فرمادیتے اور یہ بھی لکھدیتے کہ کونسی تاریخ سے ان امور کا ظہور ہوا۔ یوں تو ۱۳۰۰ھ ہجری اس کی تاریخ فرمادیں گے جس کا مادہ خود ہی غلام احمد قادیانی نے بتایا ہے مگر یہ کہدینا کافی نہیں ہوسکتا جب تک یہ بات مدلائل ثابت نہ ہو کہ اس تاریخ سے کوئی ایسا انقلاب اسلام میں پیدا ہو گیا ہے جو اُس کے پہلے نہ تھا اگر یہ فرمائیں کہ اپنی عیسویت کو نہ ماننا ہی دلیل ہے تو خصم اس کا یہ جواب دے سکتا ہے کہ یہی تو بقائے حقیقت انسانیہ کی دلیل ہے کہ اس قدر احساس انسانی اُن میں ابتک باقی ہے کہ جس طرح مدعیان نبوت کو اُن کے اسلاف نے نہیں مانا تھا

Marfat.com

انہوں نے بھی نہیں مانا اور اولئک کالانعام بل ہم اضل کے مصداق نہ بنے۔ غرض کہ ظلمت عامہ کے پھیلنے اور حقیقت انسانیہ کے فنا ہونے کا سنہ مذکور تو نہیں ہو سکتا۔ شاید انقلاب کے لحاظ سے ۱۲۷۴ھ ہجری قرار دیا ہوگا چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۷۲۲) میں لکھتے ہیں۔ آیت انا علی ذہاب بہ لقادرون میں ۱۸۵۷ء عیسوی کی طرف اشارہ ہے جس میں ہندوستان میں ایک مفسدہ عظیم ہو کر آثار باقیہ اسلامی سلطنت کے ملک ہند سے ناپدید ہو گئے تھے کیونکہ اس آیت کے اعداد بحساب جمل (۱۲۷۴) ہیں درحقیقت ضعف اسلام کا زمانہ ابتدائی یہی ہے جس کی نسبت خدائے تعالےٰ آیت موصوفہ بالا میں فرماتا ہے کہ جب وہ زمانہ آئیگا تو قرآن زمین پر سے اٹھایا جائیگا سو ایسا ہی ۱۸۵۷ء عیسوی میں مسلمانوں کی حالت ہو گئی کہ بجز بد چلنی اور فسق و فجور کے اسلام کے رئیسوں کو اور کچھ یاد نہ تھا جس کا اثر عوام پر بھی بہت پڑ گیا انہیں ایام میں انہوں نے ناجائز طریقے سے سرکار انگریزی سے باوجود نمک خوار اور رعیت ہونے کے مقابلہ کیا جو سخت حرام اور معصیت کبیرہ اور ایک نہایت مکروہ بدکاری ہے اُس وقت کے مولوی کیسے تھے اور کیسے اُن کے فتوے تھے جس میں نہ رحم تھا نہ عقل اُن لوگوں نے قزاقوں اور حرامیوں کی طرح اپنی محسن گورنمنٹ پر حملہ کیا بچوں اور بے گناہ عورتوں کو قتل کیا اور نہایت بے رحمی سے انہیں پانی تک نہ دیا پس اُس حکیم اور علیم کا قرآن کریم میں یہ بیان فرمانا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام اٹھایا جائیگا یہی معنی رکھتا ہے کہ مسلمان اس پر عمل نہیں کرینگے

Marfat.com

باوجود اس کے یہ مولوی اس بات کی شیخی مارتے ہیں کہ ہم بڑے متقی ہیں میں نہیں جانتا کہ نفاق سے زندگی بسر کرنا انہوں نے کہاں سے سیکھ لیا انتہی مختصراً۔

ماحصل اس کا یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء میں قرآن شریف اٹھالیا گیا اس وجہ سے کہ آثار اسلامی سلطنت ہند سے ناپدید ہو گئے اور ظلمت عامہ اور تامہ پھیل گئی معلوم نہیں ان ایام سے ظلمت اور اندھیر پھیلنے کا کیا سبب ہوا اگر غدر کی وجہ سے تھا تو اس کے بعد امن و آسائش کا زمانہ آگیا چنانچہ خود ازالۃ الاوہام صفحہ (۵۰۹) میں تحریر فرماتے ہیں اور سلطنت برطانیہ کے ہمارے سر پر بہت احسان ہیں سخت جاہل اور سخت نادان اور سخت نالائق وہ مسلمان ہیں جو اس گورنمنٹ سے کینہ رکھے ہم نے جو اس گورنمنٹ کے زیر سایہ آرام پایا اور پارہے ہیں وہ آرام ہم کسی اسلامی گورنمنٹ میں نہیں پا سکتے ہرگز نہیں پاسکتے انتہی۔ باوجود اس کے ایسے زمانے کو اندھیر کا زمانہ قرار دینا مرزا صاحب کی شان کے خلاف ہوگا۔ اور اگر غدر کے سوا اور کوئی سبب ظلمت اور اندھیر کا ہے تو ضرور تھا کہ گورنمنٹ سے اس ظلمت اور اندھیر کے اٹھانے کی درخواست کرتے بغیر چارہ جوئی کے یہ شکایت نازیبا ہے۔ پھر فقط ظلمت اور اندھیر ہی پر کفایت نہیں فرماتے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں انسانی حقیقت فنا ہو گئی یعنی کسی میں آدمیت ہی نہ رہی یہ دوسرا الزام ہے گورنمنٹ تو لکھوکھا روپیہ بمقتضائے انسانیت تعلیم میں صرف کرے اور مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ انسانیت کی حقیقت فنا ہو گئی یعنی کسی ایک آدمی میں آدمیت نہ رہی اگر یوں فرماتے کہ کسی مسلمان میں آدمیت نہ رہی تو دوسری گالیوں میں

Marfat.com

اس کا بھی شمار کر لیا جاتا وہ تو عام طور پر کہہ رہے ہیں کہ کسی آدمی میں آدمیت نہ رہی اور ظلمت اور اندھیر بالکل پھیل گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ گورنمنٹ کی تعریف وہ منافقانہ طور پر کرتے ہیں اور ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۴۶) میں لکھتے ہیں ہمارے نزدیک ممکن ہے کہ دجال سے مراد با اقبال قومیں ہوں اور گدھا انکا یہی ریل ہو جو مشرق سے مغرب کے ملکوں میں ہزارہا کوسوں تک چلتی دیکھتے ہو انتہی اب انہیں سے پوچھا جائے کہ دجال کو کیا آپ ایماندار عیسائی سمجھتے ہیں یا یہودی بے ایمان۔ پھر با اقبال قوم کو جو دجال قرار دیا جس کی ریل مشرق سے مغرب کے ملکوں میں چلتی ہے اس قوم سے کونسی قوم مراد لی۔ اگر دل میں گورنمنٹ کی توہین کا خیال نہ تھا تو در پردہ با اقبال قومیں کہنے کی کیا ضرورت تھی صاف کہدیتے کہ دجال سے مراد روس ہے جس کی ریل مشرق سے مغرب کو جاتی ہے۔ یہی تو منافقی ہے۔ حیرت ہی کہ اپنے آپ پر قیاس کرکے مسلمانوں کو منافق بنا رہے ہیں اور یہ جو فرماتے ہیں کہ عورتوں اور بچوں کو نہایت بے رحمی سے قتل کیا اس واسطے حق تعالیٰ نے ۱۸۵۷ء ۱۹۵۷ء میں قرآن کو اُٹھالیا فی الواقع یہ بڑا ہی ظلم ہوا مگر یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ اُس کے پہلے ۶۰ھ میں ایک سخت ظلم وستم کا واقعہ اسلام میں بھی گذر چکا ہے جسکو تمام مسلمان جانتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے واقعے میں کس قدر بے رحمیاں کی گئیں اور خاندان نبوت پر کیسا ظلم ہوا کہ جس کے سُننے سے آدمی روتے روتے بے تاب ہو جاتا ہے چنانچہ خود مرزا صاحب بھی ازالۃ الاوہام صفحہ (۷۰) میں اس واقعہ کے با وقعت اور با عظمت اور دردناک ہونے کے قائل ہیں۔ اب اگر ظلم شدید کی وجہ سے قرآن کا اُٹھایا جانا مسلم ہو تو

Marfat.com

یہ ماننا پڑیگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت اور خاندان پر ایسا ظلم شدید ہونے کے وقت ۱۸۵۷ء ہی میں قرآن شریف اٹھالیا گیا پھر ۱۸۵۷ء میں را ہی کیا تھا جو اٹھایا جاتا اور جو فرماتے ہیں کہ وانا علی ذہاب بہ لقادرون میں حق تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ ۱۸۵۷ء میں قرآن زمین سے اٹھالونگا۔ اس میں مرزا صاحب کو علی ذہاب بہ کی ضمیر کے مرجع میں دھوکا ہوگیا جس کی وجہ سے قرآن کی طرف وہ ضمیر پھیر دی اس کا حال پوری آیت سے معلوم ہوسکتا ہے وہ یہ ہے وانزلنا من السماء ماء بقدر فاسکناہ فی الارض وانا علی ذہاب بہ لقادرون ترجمہ اور ہم ہی نے ایک اندازے کے ساتھ پانی برسایا پھر اس کو زمین میں ٹھیرا رکھا اور ہم اس پانی کے اڑا لیجانے پر بھی قادر ہیں۔ اس آیہ شریفہ سے ظاہر ہے کہ بہ کی ضمیر پانی کی طرف پھرتی ہے جو اسکے پہلے صراحتاً مذکور ہے اور قرآن کا وہاں ذکر بھی نہیں اگر لاعلمی سے مرزا صاحب نے یہ کہدیا تو غلطی کی اور اگر قصداً یہ معنی قرار دئے تو تحریف کی پھر اس آیت کو مادہ تاریخ قرآن کے اٹھائے جانیکا ٹھیرا کر یہ کہنا کہ ۱۸۵۷ء اس کا وقت قرار دیا گیا دوسری غلطی ہے شاعروں نے جو مادۂ تاریخ کی اصطلاح ٹھیرائی ہے ان کے یہاں بھی یہ شرط مسلم ہے کہ مادۂ تاریخ کے پہلے معلوم کرادیتے ہیں کہ فلاں واقعے کا سال ان الفاظ سے نکلتا ہے مگر حق تعالیٰ نے نہ یہ اصطلاح بیان کی نہ اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ آیت مادۂ تاریخ ہے نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ فرمایا کہ دیکھو فلاں آیت فلاں واقعہ کا مادۂ تاریخ ہے اور اگر صرف مضمون کے لحاظ سے آیات مادۂ تاریخ قرار دی جائیں تو ان الساعۃ آتیۃ سے واقعہ قیامت ۱۳۲۴ھ میں ہونا چاہیے۔

علاوہ ان تمام امور کے لقادرون سے یہ کہنا کہ اُس کا وقوع ہوگیا یہ بھی ایک دھوکا ہے یہی لفظ دوسرے مقامات میں وارد ہے اور اس سے مقصود صرف تخویف اور بیان قدرت ہے کما قال تعالے وَاِنَّا لَقَادِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّبَدِّلَ خَیْرًا مِّنْھُمْ یعنی ہم قادر ہیں کہ اُن کفار سے بہتر اُن کے بدلے بسائیں حالانکہ کفار ابتک موجود ہیں اسی طرح ارشاد ہے قولہ تعالیٰ وَاِنَّا عَلٰٓی اَنْ نُّرِیَکَ مَا نَعِدُھُمْ لَقَادِرُوْنَ یعنی ہم اس پر قادر ہیں کہ جس عذاب کا وعدہ ان کافروں سے کیا گیا تمہیں دکھا دیں۔ حالانکہ اس کا بھی وقوع نہیں ہوا بلکہ مقصود بیان قدرت اور تخویف ہے اسی طرح اس آیۂ شریفہ میں بھی بیان قدرت اور تخویف مقصود ہے کہ پانی جو زمین پر ٹھیرتا ہے اور جس سے تمام منافع بنی آدم کے متعلق ہیں اس کے اڑا لیجانے پر ہم قادر ہیں اگر اس قدرت کو ظاہر کر دکھائیں تو تمہاری کیا حالت ہوگی اب غور کیا جائے کہ باوجود اتنے دھوکوں اور غلطیوں کے یقینی طور پر یہ کہدینا کہ حق تعالے قرآن میں فرماتا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں ہم قرآن کو اُٹھا لینگے کس قدر جرأت ہے ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ حق تعالے پر صریح افترا ہے اور قرآن سے ثابت ہے کہ جو شخص اللہ تعالےٰ پر افترا کرے وہ کفار سے بھی بدتر ہے جیسا کہ اس آیۂ شریفہ سے مستفاد ہے قولہ تعالے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اور ارشاد ہے قولہ تعالے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ یعنی ظالموں کو خدا رستہ ہی نہیں بتاتا پھر جسکو خدا رستہ نہ بتائے تو اُس کی گمراہی میں کیا شک ہے نعوذ باللہ من ذالک۔

مرزا صاحب نے ایام عذر کے مظالم کا فوٹو کھینچکر سب الزام علما کے ذمے لگا دیا کہ انہیں کے فتووں سے عورتیں اور بچے پیاسے قتل کئے گئے۔ مگر یہ بات حد تواتر

Marfat.com

تک پہنچ گئی ہے کہ وہ ایک ایسا عام بلوہ تھا جس میں ہندو و مسلمان سب کے سب شریک تھے اور یہ کوئی نئی بات نہیں اس قسم کے واقعات گویا حکومت کا لازمہ ہے اس لئے کہ گورنمنٹ اور رعایا کے باہمی تعلقات کثرت سے ہوتے ہیں کسی نہ کسی بات پر مخالفت ہو ہی جاتی ہے اس میں کوئی فرقے کی خصوصیت نہیں لیکن گورنمنٹ کا فرض منصبی ہے کہ ایسے مفسدوں کو دفع کرکے امن و امان قائم کردے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بفضلہ تعالےٰ پورے طور سے ہندوستان میں اُس کے بعد امن قائم ہوگئی مگر مرزا صاحب کو مسلمانوں کا بے فکری سے رہنا گوارا نہیں اسی وجہ سے خلاف واقع مسلمانوں کے ذمے الزام لگا رہے ہیں اور یہ خیال نہیں فرمایا کہ جب مجرمین اُسی زمانے میں سزایاب بھی ہوگئے اور امن بھی قائم کردی گئی اور پچاس (۵۰) برس کی مدت گذر گئی جس کی وجہ سے فی صدی پانچ شخص بھی اُس زمانے کے اب باقی نہیں رہے ایسے وقت میں گورنمنٹ مرزا صاحب کی ان اشتعالکوں کی طرف کیوں توجہ کریگی۔ اگرچہ مرزا صاحب بھی ایسے شخص نہیں کہ مسلمانوں سے بالکل جانی دشمن ہوں۔ کیونکہ آخر مسلمانی کا دعوےٰ ان کو بھی ہے۔ مگر شائد اقتضائے طبیعت سے اس تحریر کے وقت مجبور ہوگئے ہونگے

اور ایک دلیل اپنے صدق پر یہ پیش کرتے ہیں جو ازالۃ الاوہام صفحہ (۶۶۳) میں مذکور ہے

اس بات کو میں منظور کرتا ہوں کہ آپ دس ہفتے تک اس بات کے فیصلے کیلئے

احکم الحاکمین کی طرف توجہ کریں تاکہ اگر آپ سچے ہیں تو آپ کی سچائی کا کوئی نشان

یا کوئی اعلیٰ درجے کی پیشگوئی جو راستبازوں کو ملتی ہے آپ کو دی جائے ایسا ہی

میں بھی دوسری طرف توجہ کرونگا اگر آپ لوگ اعراض کرگئے تو گریز پر حمل کیا جائیگا انتہیٰ ملخصاً

Marfat.com

حاصل اس کا یہ ہوا کہ مرزا صاحب جو دعوی رسالت وغیرہ کرتے ہیں اس کی نفی کا بینہ فریق مقابل کے ذمے ہے مدت معینہ میں پیش نہ ہو تو ان کا دعوے ثابت اور بینہ بھی کیسا کہ اقتدار بشری سے خارج ہو۔

یہ نئی ایک الہامی طریقہ ثبوت دعوے کا ہے جو مرزا صاحب کے خصائص سے ہے مگر خدا نخواستہ اس طریق کا اگر رواج پڑجائے تو جھوٹوں کو کامیابی کا بڑا ہی ہاتھ آجائیگا جسکا جو جی چاہیگا کسی پر دعوے کرکے ثبوت میں یہ بینہ پیش کردیگا کہ اگر مدعی علیہ سچا ہے تو احکم الحاکمین کی طرف رجوع کرے۔ ضرور کوئی نشانی مل جائیگی جو راستبازوں کو فوق طاقت بشری ملا کرتی ہے اور جب مدت معینہ میں نہ ملے تو اپنا دعوے ثابت۔ خدائے تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجودیکہ ہزارہا معجزے عطا کئے شق قمر تک آپ کے دست مبارک سے ہوا مگر بعض وقت حسب خواہش کفار کوئی نشانی بھی نہیں دی گئی چنانچہ اس آیہ شریفہ سے ظاہر ہے وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ الی قولہ تعالےٰ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا مطلب اس کا یہ ہے کہ کفار نے حضرت سے درخواست کی کہ زمین سے چشمے جاری ہو جائیں یا ایک باغ پیدا ہو جائے یا آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دیا جائے اور اسی قسم کی کئی درخواستیں کیں اس پر حضرت کو حکم ہوا کہ اُن سے کہو کہ میں تو ایک بشر رسول ہوں یعنی جو معجزے میرے ہاتھ پر خدائے تعالےٰ ظاہر کراتا ہے وہ کرتا ہوں مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ تمہاری ہر درخواست کو منظور کرلیا کروں دیکھئے باوجودیکہ آیات و معجزات لازمۂ رسالت ہیں۔ مگر ضرور نہ تھا

Marfat.com

کہ جانب مقابل کی طلب پر کوئی نشانی ضرور ظاہر ہو تو اب مرزا صاحب کی طلب پر کیا ضرورت ہے کہ کوئی نشانی اہل حق سے ظاہر ہو اور نہ ہونے سے ان کی حقانیت میں فرق آجائے۔ اگر وہ ضرور ہوتا تو معاذ اللہ اس وقت کفار اہل حق ٹھیر جاتے۔ پھر اس نشانی کے ظاہر نہ ہونے سے مرزا صاحب کا حق پر ہونا کیونکر ثابت ہوگا۔

مرزا صاحب کو ایسے ابواب میں کمال مشاقی اور جرأت حاصل ہے اس دس ہفتے کی مہلت میں انہوں نے کوئی ایسی بات ضرور سوچی تھی کہ اسکو بالائی تدابیر سے اپنی کامیابی کا ذریعہ بنا لیتے جیسے نصاریٰ کے مقابلے میں انہوں نے یہی تدبیر کی کہ باوجودیکہ پیشینگوئی جھوٹی ثابت ہوگئی مگر وہ اسی کو اپنی کامیابی کا ذریعہ بتاتے جاتے ہیں۔

اور ایک دلیل اپنی عیسویت پر رسالہ نشان آسمانی میں لکھتے ہیں کہ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید دہلوی جس زمانے میں اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح ان کے مرشد سید احمد صاحب مہدی وقت قرار دیے جائیں اس زمانے میں اُنہوں نے قصیدہ شاہ نعمت اللہ کو حاصل کرکے بہت کچھ سعی کی کہ یہ پیشگوئی اُن کے حق میں ٹھیرائی جائے یہانتک کہ اُنہوں نے اپنی کتاب کے ساتھ اس کو شائع کردیا لیکن اس پیشگوئی میں وہ سچے اور نشان دیے گئے تھے کہ کسی طرح سید احمد صاحب اُن علامات کے مصداق نہیں ٹھیر سکتے تھے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس پیشگوئی کے مصداق کا نام احمد ہے اور نیز یہ بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ وہ ملک ہند میں ہوگا اور لکھا ہے کہ وہ تیرھویں صدی

Marfat.com

میں ظہور کریگا - پس بنظر سرسری خیال گذر سکتا ہے کہ سید احمد صاحب

میں یہ تینوں علامتیں نہیں -

پھر مرزا صاحب نے اُس قصیدے کے چند اشعار نقل کئے جن میں سے چند یہ ہیں

غین و رے سال چوں گزشت از سال	بوالعجب کار و بار می بینم
ظلمت ظلم ظالمان دیار	بیحد و بے شمار می بینم
چوں زمستان بے چمن بگذشت	شمس خوش بہار می بینم
غم مخور زانکہ من دریں تشویش	خرمی وصل یار می بینم
غازی دوست دار دشمن کش	ہمدم و یار غار می بینم
اح م و دال می خوانم	نام آن نامدار می بینم
بادشاہ تمام ہفت اقلیم	شاہ عالی تبار می بینم
مہدی وقت و عیسی دوراں	ہر دو را شہسوار می بینم

مرزا صاحب چوں زمستان بے چمن بگذشت کی شرح میں لکھتے ہیں

کہ جب تیرھویں صدی کا موسم خزاں گذر جائیگا تو چودھویں صدی کے سر پر

آفتاب پر بہار نکلے گا یعنی مجدد وقت ظہور کریگا انتہٰے -

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ جہاں ہزاروں کا مجمع ہوتا ہے اس میں ہر قسم اور طبیعت کے لوگ ہوتے ہیں بعض مفتری و کذاب بھی ہوتے ہیں جو اُس مجمع اور گروہ کی ترقی کی غرض سے اعتقاد بڑھانے والے اقسام کی باتیں بنا لیتے ہیں اور بعض دیانت دار بھی نیک نیتی سے ایسے امور کے مرتکب ہو جاتے ہیں اور یہ خیال کر لیتے ہیں کہ اگر اس میں کچھ گناہ بھی ہو تو اُس نیک نیتی کی وجہ سے معاف

Marfat.com

ہو جائیگا۔ بہرحال ممکن ہے کہ کسی نے اُس وقت یہ قصیدہ بنا کر ایک کامل بزرگ کے نام سے مشہور کر دیا ہو جس سے مولوی اسمٰعیل صاحب کو بھی استدلال کا موقع ہاتھ آگیا اور اُن کا استدلال صحیح بھی ہو سکتا ہے اس لئے کہ اُس میں سنہ ۱۲ سو ہجری کے بعد کی خبر ہے جس زمانے میں سید احمد صاحب کا ظہور ہوا تھا اگر بقول مرزا صاحب چودھویں صدی کا ذکر صاحب قصیدہ کو منظور ہوتا تو (چوں زمستان بے چمن بگذشت) کی جگہ (بگذرد چوں صدی سیزدہم) لکھدیتے کیونکہ جب پورے واقعات کا کشف ہی ٹھیرا تو (غ ر سے) کے بعد ایام فتنہ زا بیان کر کے عین مقصود بالذات زمانہ بشارت کو چھوڑ دینا بالکل خلاف عقل ہے۔ پھر جب کہ اس پیشگوئی میں سید احمد صاحب اور غلام احمد بیگ صاحب میں تنازع ہے تو سر سید احمد خاں صاحب اس سے کیوں محروم رکھے جائیں اُن کے اتباع تو (مہدی وقت وعیسی دوراں) کے مصداق کی تکمیل میں مہدی علی خاں صاحب کو پیش کر دینگے جس سے (مہدی دوراں شہسوار می بینم) بھی چسپاں ہو جائیگا اور مرزا صاحب نے جو تکلیف اٹھا کر دو کو ایک کر دیا اُس کی ضرورت بھی نہ رہیگی اور کثرت اتباع کے لحاظ سے بھی اُنہیں کا نمبر بڑھا رہیگا۔ یہ سب آپس کے جھگڑے ہیں۔ مگر اس کا کیا جواب ہوگا کہ قصیدے میں تو بادشاہ تمام ہفت اقلیم می بینم لکھا ہے اگر یہ تینوں احمد صاحبان علی سبیل البدلیت یا بطور مانعۃ الخلو مصداق ٹھیریں تو ان کے پیرو صرف ہندوستان کے مسلمانوں کے عشر عشیر نہیں ہو سکتے۔ پھر ہفت اقلیم کی سلطنت کیسی اس سے بداہتاً معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ قصیدہ جعلی ہے کسی نے مصلحت وقت

کے لحاظ سے بنا کر اُس بزرگ کی طرف منسوب کر دیا۔

مرزا صاحب نے چند اشعار کی شرح کی اور پورا قصیدہ علیحدہ اُسی کتاب میں لکھدیا اس قصیدے کی ابتدا میں یہ اشعار ہیں۔

در خراسان و مصر و شام و عراق فتنہ و کار زار می بینم
ترک و تاجیک را بہم دیگر خصمی و گیر و دار می بینم

اب اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ فتنہ تو خراسان و مصر و شام و عراق و ترک و تاجیک میں ہو اور مرزا صاحب ہندوستان میں نکلیں اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس فتنے کی خبر دینے کو وہ بھیجے گئے ہوں تا لوگ ہوشیار رہیں مگر کوئی ایسی خبر بھی اُنہوں نے ابتک شائع نہیں کی۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں یہ سچ ہے کہ اشنا یہ پایا جاتا ہے کہ وہ ملک ہند میں ہو گا چونکہ مرزا صاحب جھوٹ کو شرک کے برابر سمجھتے ہیں ضرور ہندوستان کی طرف اس میں اشارہ ہو گا گو ہماری سمجھ میں نہیں آیا شاید کسی کی سمجھ میں آجائے۔

مرزا صاحب نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ قابل غور ہے جو احادیث اُن کے مضر ہوتی ہیں اگر صحیح مسلم میں بھی ہوں تو صاف کہدیتے ہیں کہ بخاری نے اُن کو ضعیف سمجھکر چھوڑ دیا الا اور کبھی کہتے ہیں کہ امام بخاری جیسے رئیس المحدثین کو وہ حدیث نہ ملی اور کبھی کہتے ہیں ممکن ہے کہ راوی نے سہواً یا عمداً خطا کی ہو مطلب یہ کہ حدیثیں قابل اعتبار نہیں یعنی موضوع ہیں اور احادیث صحیحہ میں یہ کلام ہوتا ہے کہ پیشین گوئیوں میں استعارات و کنایات ہوتے ہیں ظاہری معنی ان کے نہیں لیسکتے اور جو بات اپنے مفید سمجھتے ہیں وہ کیسی ہی بے اصل اور مجہول ہو اس پر استدلال

Marfat.com

کرتے ہیں اور اُس کے معنی لینے میں کوئی تامل نہیں ہوتا دیکھئے یہ قصیدہ تو قابل استدلال ہوا جس کا ثبوت تقریباً محال ہے اور جو مضمون بیان کیا گیا وہ بھی ایسا کہ مرزا صاحب کے سوا کوئی دوسرا نہ سمجھ سکے پھر شاہ نعمت اللہ صاحب کے کشف کا اس قدر وثوق کہ کوئی لفظ اُس کا ظاہری معنی سے ہٹ نہیں سکتا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کشف اور پیشگوئیاں ایسی کمزور کہ جب تک اُن میں نئے معنی نہ ڈالے جائیں اپنے ذاتی معنی پر دلالت ہی نہیں کر سکتیں بلکہ کبھی یہ بھی کہا جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُس کی حقیقت کھلی ہی نہیں اس پر دعوے امتی بلکہ نبی ہونے کا۔

ایک دلیل یہ ہے جو ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۶) میں لکھتے ہیں مجھے خبر کی گئی ہے کہ جو شرارت سے میرے مقابل کھڑا ہو وہ ذلیل اور شرمندہ ہوگا انتہٰی۔

فی الواقع اگر یہ خبر اللہ کی طرف سے دی گئی ہو تو اعلےٰ درجے کی نشانی ہوگی مگر اس کا ظہور اب تک نہیں ہوا جب سے مرزا صاحب نے دعوے عیسویت کیا ہے علما اُن کے مقابلے میں برابر کھڑے ہیں اور کبھی اُن کو ذلت نہ ہوئی بلکہ اسلامی دنیا میں ان کی عزت اور بڑھ گئی۔

مرزا صاحب نے اس بنا پر یہ بات کہی ہے کہ جو شخص اُن کا مقابلہ کریگا وہ اُسکو بہت سی گالیاں دینگے اور خفیف کرینگے جس سے اُس کو شرمندہ ہونا پڑیگا۔ مگر خود بھی ذرا سوچیں تو معلوم ہوگا کہ اس میں انہیں کی ذلت ہے بازاری لوگ معززین کی نگاہوں سے کیوں گرے ہوئے ہیں اسی وجہ سے کہ فحش بدگوئی اور بدخلقی اکثر اُن سے دیکھی جاتی ہے۔ مرزا صاحب

Marfat.com

نے دیکھا کہ بازاری لوگ فحش و سب و شتم کی وجہ سے معزز نہیں سمجھے جاتے مگر اُس کے ڈر سے اُن کے کام تو نکل آتے ہیں۔ اس وجہ سے برآمد کار کے لئے یہی طریقہ خوب ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ مرزا صاحب نے اراذل و بدمعاشوں جو اس بات میں سبق لیا وہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ عقلا کی شان یہی ہے کہ اپنے مقصود کی بات جہاں ملتی ہے لے لیتے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ ہم کس سے لے رہے ہیں دیکھئے کتب اخلاق میں مصرح ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ اپنی کارآمد صفتیں کتے سے سیکھے کہ کیسا قانع اور وفادار ہے بلکہ ہمیں صرف لم اور ماخذ اس طریقے کا بتلانا منظور ہے گو مرزا صاحب اُس کو قبول نہ فرمائیں کیونکہ وہ اس طریقے کو عیسویت کا لازمہ قرار دیتے ہیں جیسا کہ عصائے موسیٰ صفحہ (۱۵۰) میں ان کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اکثر سخت لفظ اپنے مخاطبین کے حق میں استعمال کئے ہیں جیسا کہ سور۔ کتے۔ بے ایمان۔ بدکار وغیرہ وغیرہ لفظ وغیرہ وغیرہ سے ظاہر ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام بکثرت گالیاں دیا کرتے تھے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ لازمہ عیسویت ہے چونکہ مرزا صاحب کو تکمیل عیسویت کے لئے عیسےٰ علیہ السلام کی صفات کے ساتھ متصف ہونا ضرور تھا اس لئے انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا۔ حالانکہ ان کی ذاتی خصوصیات کچھ اور ہیں۔

امام سیوطی رحمہ نے عیسےٰ علیہ السلام کے حال میں کئی ایک روایتیں تفسیر درمنثور میں نقل کی ہیں چونکہ یہ کتاب چھپ گئی ہے اس لئے چند روایات کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے اگر کسی صاحب کو ان کا دیکھنا منظور ہو تو درمنثور کی جلد دوم

Marfat.com

میں صفحہ (۳۶) سے صفحہ (۴۲) تک ملاحظہ فرمالیں حاصل ان کا یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے لئے نہ کہیں گھر بنایا نہ بنانے دیا۔ نہ ان کو اہل وعیال تھے۔ گذران کی یہ صورت کہ جنگل میں پتے وغیرہ کھاکر بسر کرتے۔ جہاں شام ہوئی مقام کیا صبح ہوئی روانہ ہوگئے۔ نہ کبھی چراغ جلایا نہ بچھونا بچھایا۔ جہاں نیند غالب ہوگئی لیٹ گئے۔ سوائے کمل یا ٹاٹ کے کوئی لباس نہیں پہنا نہ کبھی سر میں تیل ڈالا نہ کنگھی کی۔ بجائے نعلین کسی درخت کی چھال پیروں سے لپیٹ کر لیف سے باندھ لیتے کبھی ٹھنڈا پانی نہیں پیا۔ ایک بار آپ پتھر سرہانے لیکر سوتے تھے۔ ابلیس نے متشکل ہوکر طعن کیا کہ آپ اکثر کہا کرتے ہیں کہ میں دنیا کا سامان کچھ نہیں رکھتا۔ پھر یہ پتھر کا سرہانا کیسا آپ نے وہ بھی پھینک دیا۔ ایک بار آپ حواریین کے ساتھ کہیں جارہے تھے رستے میں مرے ہوئے کتے پر سے گذر ہوا لوگوں نے اُس کی بدبو کی شکایت کی آپ نے فرمایا اُس کے دانت کتنے سفید ہیں۔ مقصود یہ کہ کسی چیز کی مذمت نہ کی جائے۔ ایک بار ایک خنزیر اُن کے روبرو سے نکلا اُس سے خطاب کرکے فرمایا سلامتی سے گذرجا کسی نے کہا یا روح اللہ آپ خنزیر سے ایسا خطاب فرماتے ہیں جو آدمیوں سے کیا جاتا ہے۔ فرمایا میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ میری زبان کو بُری بات کی عادت ہو ایک بار ایک رفیق کے ساتھ آپ جنگل میں جارہے تھے ایک بدمعاش حائل ہوکر کہا کہ جب تک تم دونوں کو ایک ایک طمانچہ نہ ماروں جانے نہ دونگا آپ نے فرمایا اچھا تو مجھے مارلے اُس نے آپ کو مارکر رستہ دیا مگر رفیق راضی نہ ہوا آپ نے فرمایا اُس کے بدلے بھی مجھی کو مار یہ کہکر دوسرا رخسار مبارک پیش کیا اُس نے

Marfat.com

آپ ہی کو پار کر دونوں کو رستہ دیا۔ ایک بار آپ دھوپ میں چل رہے تھے دھوپ کی شدت اور پیاس کی سختی سے تاب نہ لا کر کسی کے خیمے کی چھاؤں میں بیٹھ گئے۔ صاحب خیمہ نے باہر آ کر آپ کو وہاں سے اٹھا دیا آپ علیحدہ ہو کر دھوپ میں بیٹھ گئے اور فرمایا اے شخص تو نے مجھے نہیں اٹھایا بلکہ اس نے اٹھایا جو نہیں چاہتا کہ دنیا میں مجھے کچھ بھی راحت ہو یعنی پوری راحت جنت ہی میں ہو گی۔ آپ اکثر پانی پر چلا کرتے تھے لوگوں نے پوچھا یہ بات آپ کو کیونکر حاصل ہوئی فرمایا ایمان اور یقین کی وجہ سے انہوں نے کہا ہمیں بھی تو ایمان و یقین ہے فرمایا تم بھی چلو تھوڑی دور گئے تھے کہ ایک موج آئی اور وہ ڈوبنے لگے آپ نے اُن کو نکال کر پوچھا تم نے کیا کیا تھا کہا موج سے ہم ڈر گئے تھے فرمایا موج کے رب سے کیوں نہیں ڈرے یہ تھوڑا سا حال مسیح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔ اب مسیح علیہ السلام اور مثیل مسیح کی حالت کا موازنہ کر کے بھی دیکھ لیجئے تاکہ تعرف الاشیاء باضدادہا کے لحاظ سے مرزا صاحب کی معرفت حاصل ہو جائے وہاں تجرد کی وہ کیفیت تھی تو یہاں تعیش کی یہ کیفیت کہ پیرانہ سری میں شادی ہونے میں جو توقف ہو گیا تو مثیل صاحب جامے سے باہر ہیں اور سے کنبے بھر میں ایک تہلکہ برپا ہے کہ محمدی صاحبہ کے بھائی نے اپنی لڑکی کیوں نہیں دی اس جرم میں بہو بیٹے میں تفرقہ اندازی کی تدبیر اور فرزند پر یہ تشدد کہ اگر طلاق نہ دے تو عاق اور میراث سے محروم ہے۔ وہاں کمل اور ٹاٹ کا لباس ہے تو یہاں پشمینہ وغیرہ اعلےٰ درجے کے ملبوسات۔ وہاں رہنے کو گھر نہیں یہاں سجی ہوئے کمرے مکانات باغ سکونت اور تفرج کے لئے آراستہ ہیں وہاں سرہانے کے

Marfat.com

تکیہ کے لئے پتھر گوارا نہیں یہاں بغیر اعلےٰ درجے کے نرم نرم توشکیں اور لحاف کے نیند نہیں آتی ہے۔ وہاں جنگل کے پتوں پر گذران تھی۔ یہاں مرغی۔ انڈے پلاؤ وغیرہ الوان نعمت کی ضرورت۔ وہاں دھوپ میں پیاس سے موت کا سامان ہے تو یہاں ہر وقت برف۔ کیوڑہ وغیرہ تنعم کا سامان مہیا وہاں جنگل ہے اور اندھیری رات کا سناٹا اور جلانے کو چراغ نہیں یہاں گھر کے پاس ہزاروں روپے کے صرف سے ایک بلند منارہ بنایا گیا جس کی روشنی جنگل میں پڑے۔ وہاں کل راحتوں کا حوالہ آخرت پر ہے تو یہاں کل راحتوں کا استیفا دنیا میں۔ وہاں مرے ہوئے کتے کی مذمت گوارا نہیں یہاں صحابہ سے لیکر آج تک کے مسلمان مشرک قرار دیے جا رہے ہیں اور مسلمانوں کی شان میں وہ الفاظ کہ کوئی کافروں کو بھی نہیں کہتا۔ وہاں خنزیر کے ساتھ مہذبانہ برتاؤ یہاں علما و مشائخین کے القاب خنزیر وغیرہ زبان زد ہیں غرض کہ مثیل مسیح موعود ہونے کے لئے تمامی اوصاف مسیح علیہ السلام سے وہ صفت منتخب کی گئی جس سے مسیح علیہ السلام کو کمال درجے کی نفرت اور احتراز رہا۔ اور انجیل جس کو خود ہی محرف بتاتے ہیں اس میں سے صرف فحش اور سب و شتم کا مضمون لیکر مسلمانوں کو سنگینے گالیاں دینے کہ دیکھو میں مسیح ہوں میرا فرض منصبی ہے کہ دل کھول کر لیکن ٹھنڈے دل سے گالیاں دیا کروں۔ اس کی وجہ اور کیا ہو سکتی ہے سوائے اس کے کہ انہوں نے جب دیکھا کہ عیسےٰ علیہ السلام کی خصوصیات اور فضائل و اخلاق کا حاصل کرنا تو محال ہے اور ان کی کوئی بات اپنے میں نہ ہو تو مثلیت کا ثبوت مشکل ہو اس لئے مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے لحاظ سے خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل کرنے کے طریقہ

Marfat.com

سب وشتم کو اختیار کیا جس کا ذکر اناجیل محرفہ میں ہے۔

اس باب میں جو تحریفیں وغیرہ ہوئیں اُس کا الزام اُسی کے ذمے ہوگا جس نے الحاق کر کے عیسٰے علیہ السلام کی طرف اس طریقہ شنیعہ کو منسوب کیا مرزا صاحب نے حسن ظن سے اس باب میں صرف تقلید نصاریٰ کی کی اور مقلد کو یہ حق نہیں کہ اپنے مقتدا پر تحریف وغیرہ کا الزام لگائے اس لئے نہ مرزا صاحب پر تحریف کا الزام آسکتا ہے نہ ترک تحقیق کا بہر حال یہ دین عیسائی کی تعلیم تھی۔ اب دین محمدی کی تعلیم دیکھئے۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ یعنی خدائے تعالےٰ منع کرتا ہے بیحیائی اور بدگوئی اور بُرے کام سے اور ارشاد ہے قولہ تعالیٰ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطَانِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ بِالسُّوْءِ وَالْفَحْشَاءِ یعنی شیطان جو تمہارا دشمن ہے بدگوئی اور برے کاموں کا حکم کرتا ہے۔ ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہے کہ سب وشتم سے خدائے تعالےٰ منع فرماتا ہے اور شیطان اُس کا حکم کرتا ہے۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں اس صفت کا نام ونشان نہ تھا۔ جیسا کہ بخاری شریف ص (۸۹۱) میں ہے لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاحشا ولا متفحشا یعنی بدگوئی کی صفت حضرت میں نہ بالطبع تھی نہ عارضی طور پر اور یہ روایت بھی بخاری شریف میں ہے کہ چند یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بجائے السلام علیکم کے دبی آواز سے السام علیکم کہا حضرت نے اُن کے جواب میں صرف وعلیکم فرمایا مگر عائشہ رضی اللہ عنہا صبر نہ کرسکیں کیونکہ سام کے معنی موت کے ہیں اور غصے نے کہا

Marfat.com

وعلیکم ولعنکم اللہ وغضب اللہ علیکم حضرت نے اُن سے فرمایا مہلاً یا عائشۃ علیک
بالرفق وایاک والعنف والفحش یعنی اے عائشہ سختی اور بدگوئی سے دور رہو۔
دیکھئے بددعا کے بدلے بددعا دی گئی تھی اس کا نام بھی حضرت نے فحش ہی رکھا
جس سے خدائے تعالےٰ منع فرماتا ہے وعن عبد اللہ رضہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سباب المومن فسوق وقتالہ کفر رواہ البخاری یعنی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے
اور اس کا قتل کفر ہے وعن ثابت ابن الضحاک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من لعن مومنا فہو کقتلہ ومن قذف مومنا بکفر فہو کقتلہ رواہ البخاری یعنی جو شخص
کسی مسلمان پر لعنت کرے یا اُس کو کافر کہے تو گویا اسکو اس نے قتل کر ڈالا۔
مرزا صاحب کو اسما میں تصرف کرنے کا ہتھکنڈہ ہاتھ آگیا ہے۔ اس لئے خوب ہی
گالیاں دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان کا نام گالی ہی نہیں چنانچہ ازالۃ الاوہام ص (۱۳)
میں لکھتے ہیں اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ
لیتے ہیں اور ان دونوں میں فرق کرنا نہیں جانتے بلکہ ایسی بات کو جو در اصل
ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو محض اس کی کسی قدر مرارت
کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے دشنام ہی تصور کرلیتے ہیں حالانکہ
دشنام اور سب وشتم فقط ایک مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ اور دروغ
کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے انتہیٰ۔
حاصل اس کا یہ ہوا کہ کسی کے واقعی عیوب بیان کئے جائیں تو مضائقہ نہیں۔ مگر
یہ بات قرآن شریف کے خلاف ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے وَیْلٌ لِّکُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ
یعنی ہمزۃ اور لمزۃ کے لئے ویل ہے جو جہنم میں ایک وادی ہے۔ تفسیر خازن میں

Marfat.com

ہمزہ اور لمزہ میں کئی اقوال نقل کرکے لکھا ہے کہ سب اقوال کا مرجع اسی طرف ہے کہ وہ اُس شخص کو کہتے ہیں جو کسی کا عیب بیان کرے۔ اب دیکھئے کہ جب یقینی موجودہ عیوب ظاہر کرنے کی یہ وعید ہو تو (مادرزاد اندھے رئیس الدجالین ہامان ہالکین وغیرہ) کہنے کا کیا حال ہو۔ پھر مرزا صاحب خنزیر چارپائے بنو علما کو کہتے ہیں کیا ان الفاظ پر بھی دشنام کی تعریف صادق نہیں آتی۔

مرزا صاحب کا یہ بھی استدلال ہے کہ حق تعالےٰ نے قرآن شریف میں کافروں کو بہت گالیاں دی ہیں اور حدیث شریف میں اُن پر لعنت وغیرہ وارد ہے مقصود یہ کہ مرزا صاحب نے خدا کا طریقہ اختیار کیا۔ اور نیز اشداء علی الکفار بھی وارد ہے۔

اشداء علی الکفار کا جواب تو ظاہر ہے کہ سختی کافروں پر چاہئیے مسلمانوں کو گالیاں دینے سے کیا تعلق اُن کے باب میں تو رحماء بینھم کا ارشاد اُسی سے متصل کیا گیا ہے۔ مرزا صاحب کا روئے سخن گالیوں میں صرف علماء و مشائخین اہل اسلام کی طرف ہے اگر بزعم مرزا صاحب وہ گناہگار بھی ہوں تو کیا اسلام سے خارج سمجھے جائینگے۔ پھر اشداء علی الکفار سے استدلال کیونکر صحیح ہوسکتا ہے بلکہ برخلاف اُس کے بُرے القاب سے مسلمانوں کا ذکر ممنوع ہے کما قال تعالےٰ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ یعنی عیب مت کرو آپس میں ایک دوسرے کا اور مت پکارو

Marfat.com

ایک دوسرے کو برے نام سے بُرا نام گناہگاری ہے پیچھے ایمان کے اور جو کوئی توبہ نکرے وہ ظالموں سے ہے۔ تفسیر خازن میں بروایت ترمذی منقول ہے کہ بعض لوگوں کے دو دو تین تین نام ہوتے تھے جن میں وہ بعضوں کو ناپسند کرتے تھے اگر کوئی ناپسند ناموں سے اُن کو پکارتا تو وہ رنجیدہ ہوتے اُن کے باب میں یہ آیۂ شریفہ نازل ہوئی۔ اور لکھا ہے کہ لَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَکُمْ یعنی اپنی ذاتوں کو عیب مت لگاؤ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم نے اپنے بھائی مسلمان کو عیب لگایا تو گویا وہ عیب تم نے آپ اپنی کو لگایا۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ قرآن اس درجے کے اتحاد کی تعلیم کر رہا ہے کہ سب مسلمان آپس میں کنفس واحدہ ہو جائیں اور عمل یہ ہو رہا ہے کہ صرف عیب ہی نہیں لگائے جاتے بلکہ مغلظات کی بوچھاڑ کی جاتی ہے جس سے اعلےٰ درجے کی دشمنی باہم پیدا ہو جائے اُس پر اصلاح قوم کا دعوے اب رہا یہ کہ خدائے تعالےٰ کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے سو اُس میں یہ کلام ہے جب آیات واحادیث مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ بدگوئی سے خدا اور رسول منع فرماتے ہیں۔ اور منع ہی نہیں بلکہ سخت سخت اس پر وعیدیں دیں تو کسی کو حق نہیں کہ اپنے مالک اور خالق سے پوچھے کہ جس کام سے آپ منع کرتے ہیں اُس کے آپ کیوں مرتکب ہیں۔ دیکھ لیجئے تکبر اور تعلی سے حق تعالےٰ نے بندوں کو منع فرمایا ہے اور خود متکبر ہے کیا کوئی اُس سے پوچھ سکتا ہے۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ یعنی خدائے تعالےٰ جو چاہے کرے اُس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا اور وہ سب سے

Marfat.com

پوچھیگا کہ یہ تم نے کیوں کیا یا کیوں نہ کیا اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو چار سے زیادہ عورتوں کی اجازت نہیں دی اور خود بدولت کے نو یا اُس سے زیادہ ازواج مطہرات تھیں اس کے سوا اور بہت سی خصوصیات تھیں جو علما پر پوشیدہ نہیں۔

اب استدلال کا حال بھی دیکھ لیجئے کہ اگر بقول مرزا صاحب قرآن میں گالیاں ہیں بھی تو وہ کن کو دی گئیں اور اُس کا منشا کیا ہے۔ جو لوگ اپنے خالق کو خالق نہ سمجھیں اور اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بت کی پرستش کریں اور بجائے شکر کے ناشکری کریں اور حق تعالےٰ پر بدنما تہمتیں لگائیں اور اُس کے بھیجے ہوئے سچے پیغمبر کی بات نہ مانیں اور کھلی کھلی نشانیاں دیکھکر بھی اعتبار نہ کریں اور قدرت الٰہی پر استہزا ئیں تو وہ زجر و توبیخ تو کیا اُس سے زیادہ کے مستحق ہیں بھلا مرزا صاحب ان میں سے ایک بات تو اپنے مخالفین میں بتادیں سوا اس کے کہ ان کی جعلی اور بے ضرورت نبوت کو نہیں مانتے۔ جن لوگوں نے ان کی عیسویت کو قبول کرلیا ہے اور ہماندا سمجھے جاتے ہیں ان میں تقرب الی اللہ کی کونسی بات زیادہ ہوگئی جو سب میں نہیں سوائے چند چیزوں کے جو اُن کی عیسویت کے مزاحم ہیں مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کا انکار۔ عیسےٰ علیہ السلام کی موت۔ قرآن میں جو انبیا علیہم السلام کے معجزوں کا ذکر ہے اکثر اُن میں مسمریزم اور سحر تھے۔ مرنے کے بعد اس عالم میں کوئی زندہ نہیں ہوسکتا اور اس قسم کی خبریں جو قرآن میں دی گئیں وہ خلاف واقع ہیں۔ حشر اجساد کا انکار۔

غرض کہ یہی چند مسائل کا اختلاف مدار کفر و ایمان کا ٹھہرایا گیا کافر ملعون وغیرہ القاب

Marfat.com

انہیں چند خیالات اور اختراعات کے نہ ماننے کی وجہ سے دئے جارہے ہیں یہاں مرزا صاحب بھی غور فرمائیں کہ اس میں ہم لوگوں کا کیا قصور ہے ان امور میں جو ہمارے اعتقاد ہیں اگر وہ ہمارے تراشیدہ اور اختراعی ہوتے تو یہ اعتراض ہوسکتا کہ کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار ہمارے اعتقاد تو قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہیں پھر کیونکر ہوسکیگا کہ با وجود اسلام کے دعوے کے ہم اس کو چھوڑ دیں۔

ہم کتنا ہی عاجزی سے کہیں ہمیں یقین نہیں کہ مرزا صاحب اس طریقہ سب وشتم کو چھوڑینگے کیونکہ انہوں نے تو اسی کو تکمیل عیسویت سمجھ رکھا ہے۔ اور نیز اُس الہام کو پورا کرنا ہے کہ جو اُن کے مقابلے کو کھڑا ہوگا وہ ذلیل اور شرمندہ ہوگا۔ اور ان کی امت کو بھی سب وشتم کی ضرورت ہے تاکہ اُس الہام کا مضمون پورا ہو اور اُن سے یہ توامید نہیں کہ اپنے نبی کی مخالفت کرکے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ عمل اور ارشادات پر عمل کریں اور نرمی اور تہذیب کو کام میں لائیں اگر ایسا کیا تو اپنے نبی کی امت سے خارج ہوئے جاتے ہیں غرض کہ اس باب میں وہ بھی معذور ہیں اس موقع میں ہم لوگوں کو ضرور ہے کہ اس آیہ شریفہ کو پیش نظر رکھیں جو حق تعالیٰ فرماتا ہے لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا ترجمہ البتہ تم آزمائے جاؤگے مال سے اور جان سے اور البتہ سنوگے اہل کتاب اور مشرکین سے بدگوئی بہت اور اگر صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ ہمت کے کام ہیں۔ اس آیہ شریفہ کے لحاظ سے ضرور ہے کہ صبر کرنے میں ہم اگر ہمت نہ ہاریں تھوڑے دن کسی طرح

گذر جائینگے اور اس کا عمدہ بدلہ حق تعالیٰ عطا فرمائیگا۔ یہاں یہ خیال نہ کیا جائے
کہ آیۂ شریفہ میں تو اہل کتاب اور مشرکین کا ذکر ہے جن کی ایذا پر صبر باعث اجر ہے
اور مرزا صاحب تو نہ اہل کتاب سے ہیں نہ مشرک ہیں۔ بلکہ اس شبہ کا جواب
یہ سمجھا جائے کہ مرزا صاحب اس باب میں عیسائیوں کے مقلد ہیں جیساکہ
ابھی معلوم ہوا اور جس دین کے لوگوں کا جو کوئی مقلد ہو وہ اسی میں سمجھا جاتا ہے
دیکھ لیجئے حنفی۔ شافعی وغیرہ سب محمدی ہیں اس صورت میں جو بات
ہمکو عیسائیوں کی اذیت رسانی میں حاصل ہونے والی ہے مرزا صاحب
اور اُن کی امت کے سب وشتم میں بھی وہی حاصل ہے اور دراصل
ہمارے اسلام کا طریقہ کل انبیا علیہم السّلام کا طریقہ ہے جس پر قرآن
کریم شاہد ہے مثلاً فقولا لہ قولا لینا وغیرہ سے ظاہر ہے۔ سراج الملوک
میں نقل کیا ہے مرالمسیح علیہ السلام علی قوم من الیہود فقالوا لہ شرا وقال لہم خیراً
فقیل لہ انہم یقولون شراً وانت تقول خیراً فقال کل ینفق بما عندہ
یعنی مسیح علیہ السلام کا گذر یہود کی کسی قوم پر ہوا وہ لوگ آپ کو دیکھتے ہی
بُری بُری گالیاں دینے لگے مگر آپ نے نہایت عمدگی سے اُن کے جواب دیئے
کسی نے آپ سے کہا کہ وہ تو سختی اختیار کر رہے ہیں اور آپ اس عمدگی سے
پیش آرہے ہیں فرمایا ہر شخص وہی خرچتا ہے جو اُس کے پاس ہو۔
الحاصل مرزا صاحب جو لکھتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی کہ میرا مقابل ذلیل اور
شرمندہ ہوگا مشاہدے سے ثابت ہے کہ وہ خبر غلط نکلی بلکہ مرزا صاحب خود ہی ذلیل
وشرمندہ ہوئے جیسا مناظروں وغیرہ سے ظاہر ہے اس سے معلوم ہوگیا

Marfat.com

کہ فی الواقع اُن کو کوئی خبر نہیں دی گئی تھی صرف تخویف کی غرض سے اُنہوں نے وہ مشہور کر دیا تھا اگر مرزا صاحب اور اُن کے اتباع یاد رکھیں کہ ایسی تخویفوں سے مسلمانوں کو کوئی جنبش نہیں ہوتی بلکہ اُن کا ایمان اور زیادہ ہو جاتا ہے جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْھُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ اِنَّمَا ذٰلِکُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَہٗ فَلَا تَخَافُوْھُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ یعنی مسلمانوں سے جب کہا گیا کہ دیکھو تمہارے مارنے کے واسطے لوگ جمع ہوگئے ہیں اُن سے ڈرو تو اس سے اُن کا ایمان اور زیادہ ہوگیا اور کہنے لگے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ ہمارا اچھا وکیل ہے سو ان کو کوئی برائی نہیں پہنچی اور وہ اللہ کی رضامندی کے ساتھ رہے اور وہ جو ڈراتا ہے شیطان ہے اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے یعنی اُس کے ڈرانے سے ڈرنے والے شیطان کے دوست ہیں۔ سو تم اُن سے مت ڈرو بلکہ مجھسے ڈرو اگر تم مسلمان ہو" اس سے ظاہر ہے کہ ایسی تخویفات سے ڈرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور مسلمان نہیں۔ اب غور کیا جائے کہ خدا و رسول کے کلام کی کوئی تکذیب کرکے اُس کی حمایت کرنے والوں کو ذلت سے ڈرائے تو کیا ممکن ہے کہ وہ بزدلی کرکے چپ رہجائینگے ہرگز نہیں گالیوں کی ذلت تو کیا قتل کی تخویف سے بھی وہ نہیں ڈرتے۔

جس طرح مرزا صاحب نے ذلت سے ڈرایا اسی طرح تخویف کے لئے دہ یہ خواب

Marfat.com

بھی بیان فرماتے ہیں جو ازالۃ الاوہام صفحہ (۸۶) میں درج ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک تلوار میرے ہاتھ میں ہے جس کا قبضہ میرے پنجے میں اور نوک آسمان تک پہنچی ہوئی ہے جب میں اُس کو دائیں طرف چلاتا ہوں تو ہزاروں مخالف اُس سے قتل ہو جاتے ہیں اور جب بائیں طرف چلاتا ہوں تو ہزارہا دشمن اُس سے مارے جاتے ہیں۔

اس خواب سے بھی مرزا صاحب کا مقصود مخالفین کی تخویف اور معتقدوں کا اعتقاد بڑھانا ہے کہ وہ اس غیبی تلوار سے دائیں بائیں مسلمان اور کفار کو تہ تیغ کرینگے کیونکہ جہلا کو تعبیر تو معلوم ہی نہیں ہوسکتی اس لئے وہ ظاہری مفہوم کو سچ سمجھ لینگے دراصل تعبیر پر مطلع ہونا ہر کسی کا کام نہیں۔ البتہ بطور خود جب اُس کا ظہور ہو جاتا ہے تو اس وقت یہ استدلال ہو سکتا ہے کہ صورت مثالیہ جو دکھلائی گئی تھی اُس سے وہی مراد ہے جس کا ظہور ہوا۔ جب ہمارے مشاہدے سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب ایک طرف آیات واحادیث پر وار کر رہے ہیں اور دوسری طرف اقوال سلف پر تو کھلے طور پر معلوم ہوگیا کہ اُس کی تعبیر یہی ہے جو ظہور میں آگئی۔ اس سے ظاہر ہے کہ تلوار کی نوک جو آسمان تک پہنچی ہوئی ہے وہ اشارہ کر رہی ہے کہ علوم سماویہ کو اُن سے ضرر پہنچیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مسئلہ معراج وحشر اجساد و احیائے اموات وحیات مسیح علیہ السلام وغیرہ مسائل میں بہت سے مسلمانوں کے دل میں خدشے پیدا ہو گئے اور بہتوں نے تو آمنا وصدقنا بھی کہہ دیا۔ داہنی طرف اُن کے مخالف آیات واحادیث ہیں اور بائیں طرف اقوال سلف جن کو وہ تہ تیغ کر رہے ہیں۔ ہر چند مرزا صاحب مسلمانوں کو

Marfat.com

اپنے مخالف سمجھتے ہیں مگر در اصل اُن کو کوئی مخالفت نہیں۔ منشا مخالفت کا یہی ہے کہ وہ آیات واحادیث واقوال سلف پر تعدی کر رہے ہیں جن کی حمایت ہر مسلمان پر فرض عین ہے ورنہ جب تک مرزا صاحب کا حال کھلا نہ تھا براہین احمدیہ وغیرہ کے طبع میں کس قدر تائیدیں دیں۔ اور اگر مخالفین سے مراد اہل اسلام ہی ہوں تو اُن کا قتل ہو جانا ظاہر ہے اس لئے کہ جب مرزا صاحب کی تقریر جو تیغ براں سے کم نہیں اُن پر اثر کر گئی اور آیات قرآن اور احادیث سے ان کا ایمان ہٹ گیا اور مرزا صاحب کے تبع ہو گئے تو اُن کے قتل معنوی میں کیا شک یہ ہلاکت ایسی نہیں ہے جس کے ہم پلہ موت ہو سکے بلکہ وہ ہلاکت ابدی ہے اعاذنا اللہ وایاہم منہ اب مرزا صاحب کی اس تقریر پر غور کیجئے جو ازالۃ الاوہام صفحہ (۷۶) میں لکھتے ہیں کہ حدیثوں میں یہ بات لکھی گئی ہے کہ مسیح موعود اُس وقت دنیا میں آئیگا کہ جب علم قرآن زمین پر سے اُٹھ جائیگا یہ وہی زمانہ ہے جس کی طرف اشارہ ہے لوکان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من فارس یہ وہی زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا۔ جب خواب مرقوم الصدر کی تعبیر مشاہدے سے ثابت ہو گئی تو اُس خواب والی شمشیر نے اس کشف کو بے سروپا کر دیا کیونکہ تلوار کی نوک آواز بلند کہ رہی ہے کہ اگر قرآن بالفرض ثریا پر پہنچ جائے تو اُس کو مرزا صاحب وہاں بھی نہ چھوڑینگے اس لئے کہ تلوار کی نوک جہاں پہنچے اُس سے وہاں وہی کام لیا جائیگا جو اُس کے لائق ہے۔

ایک دلیل نبوت اور عیسویت پر اُن کی یہ ہے کہ الہام ہوا کرتے ہیں اور اس دلیل کو بنسبت دوسری دلیلوں کے قوی بتلاتے ہیں یہاں تک کہ فرماتے ہیں

Marfat.com

معلوم نہیں ہو سکتیں۔ پھر جب اُن کی کل پیشگوئیاں جھوٹی ثابت ہوئیں تو معلوم ہوا کہ اُس کے متعلق الہام بھی شیطانی تھے۔

کئی واقعات سے مرزا صاحب کا جھوٹ کہنا بلکہ جھوٹی قسمیں کھانا اور خیانت اور بدنیتی وغیرہ حالات معلوم ہوئے جن کا ذکر ہو چکا ہے اور ظاہر ہے کہ رتبۂ الہام بغیر اعلےٰ درجے کے تقدس کے حاصل ہو نہیں سکتا اس لئے مرزا صاحب کے الہام ہرگز قرین صدق نہیں۔

کئی واقعات گواہ ہیں کہ مرزا صاحب نے دنیوی اغراض اور منافع حاصل کرنے کیلئے وعدہ خلافیاں کیں داؤں پیچ کئے دھوکے دئے غرض کہ کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اس سے ظاہر ہے کہ الہام بھی انہیں اغراض کی تکمیل کے لئے بنالیا کرتے ہیں اُن کو شیطانی الہام بھی کہنے کی ضرورت نہیں۔

مرزا صاحب نے جس طرح ظاہر بینوں کے لئے عقلی معجزات کی ایک نئی مد قائم کر کے اس میں تمام تدابیر اور داؤں پیچ داخل کر دئے۔ اسی طرح معتقدین الہام کے لئے الہاموں کے ایجاد کی ضرورت ہوئی جس سے باطنی اور ظاہری لوازم نبوت برائے نام پورے ہو جائیں اور کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہ ملے کہ اگر مرزا صاحب نبی ہیں تو معجزے اور وحی کہاں اسی لئے انہوں نے اس پر زور دیا کہ الہام ہی کا نام وحی ہے جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے۔

خوارق عادات بنسبت الہام کے نہایت کم درجہ اور پست مرتبہ ہیں اس لئے کہ بتصریح حکما و اہل اسلام ثابت ہے کہ خوارق کے ظاہر ہونے کے لئے اسلام شرط نہیں اسی وجہ سے جوگیوں وغیرہم سے بھی خوارق ظاہر ہوا کرتے ہیں اور الہام ربانی

Marfat.com

سوائے اعلیٰ درجے کے متقی اور اولیا اللہ کے کسی کو نہیں ہوتے ۔ چونکہ خوارق عادات علانیہ دکھلانے کی ضرورت تھی اس لئے انہوں نے اس میں ایسی پیچیدگیاں ڈال دیں اور شروط کے شکنجے میں داب دیا کہ عمر بھر مرزا صاحب کے خوارق دیکھنا کسی کو نصیب نہ ہو ۔ اور الہام جو غیر محسوس امر تھا بطیب خاطر اس کو قبول کر کے اس بات پر زور دیا کہ وہ قطعی ہے اور متدین کو ضرور ہے کہ جب الہام کا نام سن لے تو دم نہ مارے اور یقیناً سمجھ لے کہ واقع میں وہ الہام ہوا ہے اور وہ الہام لوگوں پر حجت بھی ہے ۔ کیا ان تصریحات کے بعد بھی اہل دانش اور سخن شناسوں پر مرزا صاحب کے الہاموں کی حقیقت پوشیدہ رہیگی ۔

مرزا صاحب الہاموں کو قطعی اور حجت بنانے کی کوشش جو کر رہے ہیں وہ اسی غرض سے ہے کہ ہر ایک مسئلے میں استدلال کی تکلیف سے سبکدوشی حاصل ہو جائے اور یہ مرتبہ حاصل ہو کہ مرزا صاحب جو کچھ کہیں وہ وحی واجب التعمیل سمجھی جائے اگر کہا جائے کہ مرزا صاحب نے یہ بھی تو کہدیا ہے کہ قرآن میں ایک نقطے کی بھی کمی و زیادتی ممکن نہیں ۔ اس میں تو کمال درجے کی احتیاط ہے ۔ اگر بالفرض کوئی الہام بنا بھی لیا تو وہ مخالف قرآن نہ ہو گا ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہی فقرہ تو مسلمانوں کو دام میں پھانستا ہے ۔ جتنے مدعیان نبوت گذرے سب کا یہی دعوے تھا مگر آیات قرآنیہ ہی سے انہوں نے حرام کو حلال بنایا تمام عبادات ساقط کر دئے جس کا حال ابھی معلوم ہوا ۔ مرزا صاحب ہی کو دیکھ لیجئے کہ قرآن ہی سے تمام امت کو حتی کہ سلف صالح کو مشرک قرار دیا اور خاتم النبیین کے الفاظ پر ایمان بھی ہے باوجود اس کے نبوت اور رسالت کا

Marfat.com

دعوے بھی ہے اور وحی بھی برابر نازل ہوتی ہے اور معجزے بھی متواتر صادر ہو رہے ہیں اور لوگ بھی ایمان لاتے جاتے ہیں۔ حشر اجساد کا انکار۔ معراج کا انکار۔ صلبی فرزند محروم الارث۔ انبیا ساحر۔ قرآن میں جن معجزات کا ذکر ہے وہ مسمریزم وغیرہ باوجود اس کے قرآن میں ایک نقطہ کی کمی وزیادتی ممکن نہیں۔

الحاصل جب ایک احتمال سے استدلال باطل ہو جاتا ہے تو مرزا صاحب کے الہام شیطانی بلکہ مصنوعی ہونے پر تو اتنے دلائل موجود ہیں پھر وہ اُن کی نبوت اور عیسویت پر کیونکر دلیل ہو سکتے ہیں۔

ایک دلیل عیسویت پر یہ ہے کہ معارف قرآنی دئے گئے ہیں۔ مرزا صاحب کو جن معارف پر ناز ہے سورۂ انا انزلنا کی تفسیر ہے جسکو ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۰۰) میں کئی ورق لکھکر لکھتے ہیں کہ یہ معارف کیا کسی اور تفسیر میں مل سکتے ہیں۔ چونکہ وہ نہایت طولانی تقریر ہے جسکو پوری نقل کرنا تضیع اوقات اور تطویل بلا طائل ہے اس لئے ملخصاً چند عبارتیں اُس کی نقل کی جاتی ہیں لکھتے ہیں کہ سورۂ انا انزلنا کے معانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالےٰ نے اس سورۃ میں صاف اور صریح فرما دیا ہے کہ جس وقت کوئی آسمانی مصلح زمین پر آتا ہے تو اُس کے ساتھ فرشتے آسمان سے اتر کر مستعد لوگوں کو حق کی طرف کھینچتے ہیں۔ قرآن کے آیات کے مفہوم سے یہ جدید فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر ضلالت اور غفلت کے زمانے میں ایک دفعہ خارق عادت کے طور پر انسانوں کے قوی میں خود بخود مذہب کی تفتیش کی طرف حرکت پیدا ہونی شروع ہو جائے تو اس بات کی علامت ہوگی کہ کوئی آسمانی مصلح پیدا ہو گیا ہے کیونکہ بغیر روح القدس کے نزول کے

Marfat.com

وہ حرکت پیدا ہونا ممکن نہیں۔ پھر وہ حرکت تامہ ہو تو روبحق ہو جاتے ہیں اور حرکت ناقصہ ہو تو اور زیادہ گمراہ ہوتے ہیں۔ ہر نبی کے نزول کے وقت ایک لیلۃ القدر ہوتی ہے لیکن اُن سب سے بڑی لیلۃ القدر وہ ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی اس لیلۃ القدر کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے اور جو کچھ قوائے انسانی میں جنبشیں آج تک ہو رہی ہیں وہ لیلۃ القدر کی تاثیریں ہیں۔ اور جس زمانے میں حضرت کا نائب پیدا ہوتا ہے تو یہ تحریکیں بہت تیز ہوتی ہیں۔ نائب کے نزول کے وقت جو لیلۃ القدر مقرر کی گئی ہے وہ درحقیقت حضرت ہی کی لیلۃ القدر کی شاخ اور ظل ہے۔ اس لیلۃ القدر کی شان میں فیہا یفرق کل امر حکیم ہے یعنی اس لیلۃ القدر کے زمانے میں جو قیامت تک ممتد ہے ہر ایک حکمت اور معرفت اور علوم اور صنعتیں ظاہر ہو جائینگی۔ لیکن یہ سب کچھ اُن دنوں میں پر زور تحریکوں سے ہوتا رہے گا کہ جب کوئی نائب حضرت کا دنیا میں پیدا ہوگا۔ درحقیقت سورۃ الزلزال میں اسی کا بیان ہے کیونکہ سورۃ القدر میں فرمایا گیا کہ لیلۃ القدر میں خدا کا کلام اور اُس کا نبی اور فرشتے اترتے ہیں اور وہ ضلالت کی پر ظلمت رات سے شروع کر کے صبح صداقت تک اسی کام میں لگے رہتے ہیں کہ مستعد دلوں کو سچائی کی طرف کھینچتے رہیں۔ پھر سورہ بینہ میں بیان کیا کہ اہل کتاب اور مشرکین کی نجات پانے کی بھی یہی سبیل ہے کہ خدا نبی بھیجا اور زبردست تحریک دینے والے ملائک نازل کئے تھے۔ اُس کے بعد اذا زلزلت میں یہ اشارہ کیا کہ جب تم یہ نشانیاں دیکھ لو تو سمجھ لو کہ وہ لیلۃ القدر اپنے تمام تر زور کے ساتھ پھر ظاہر ہوئی ہے اور کوئی ربانی مصلح

Marfat.com

مع فرشتوں کے نازل ہوگیا ہے زلزلہ کی یہ صورت ہے کہ تمام قوائے انسانیہ جوش کے ساتھ حرکت میں آجائینگی اور تمام علوم وفنون ظاہر ہو جائینگے۔ اور فرشتے جو مرد صالح کے ساتھ آسمان سے اُترے ہونگے ہر شخص پر اثر ڈالینگے۔ اُس روز ایک مرد عارف متحیر ہوکر اپنے دل میں کہیگا کہ یہ طاقتیں اپنے میں کہاں سے آگئیں تب ہر ایک استعداد انسانی بزبان حال باتیں کریگا کہ یہ ایک وحی ہے جو ہر ایک استعداد پر اتر رہی ہے۔ دنیا پرستوں کی تحریکیں صنعتیں اور تفسیرہا ایجاد کرینگی اور ہر ایک اپنی کوششوں کی ثمرات کو دیکھ لیویں تب آخر ہو جائیگی یہ آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے جس کی بنا ابھی سے ڈالی گئی ہے جس کی تکمیل کے لئے خدا نے اس عاجز کو بھیجا اور مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ انت اشد مناسبۃ بعیسٰے۔ ہمارے علما نے جو ظاہری طور پر سورۃ الزلزال کی تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آئیگا جس سے زمین کے اندر کی چیزیں باہر آجائینگی۔ اور انسان یعنی کافر لوگ زمین کو پوچھینگے کہ تجھے کیا ہوا تب اُس روز زمین باتیں کریگی اور اپنا حال بتائیگی یہ سراسر غلط تفسیر ہے کہ جو قرآن کے سیاق وسباق سے مخالف ہے انتہٰے ملخصاً۔

مرزا صاحب کو ضرور تھا کہ پہلے سورۃ القدر کی شان نزول بیان کرتے جس سے مضمون خود حل ہو جاتا لیکن ان کو تفسیر بالرائے کرنا منظور تھا اس لئے انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔

درمنثور میں اس سورے کی شان نزول کے بارے میں کئی حدیثیں منقول ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب امم سابقہ کی دراز دراز عمریں اور اُن کی

Marfat.com

عمر بھر کی ریاضتیں دیکھیں اور اُس کے بعد اپنی امتیوں کی عمروں کو دیکھا کہ بنسبت اُن کے بہت کوتاہ ہیں اس چھوٹی سی عمر میں اُن کے سے فضائل کیونکر حاصل کر سکینگے۔

اس ملال پر رحمت الٰہی جوش میں آئی اور ارشاد ہوا کہ ہم تمہیں ایک لیلۃ القدر ایسی دیتے ہیں جو ہزار مہینوں سے افضل ہے یعنی اُس ایک رات کی عبادت اُن لوگوں کی اسّی برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور اُنہیں دنوں آنحضرت صلی اللہ نے خواب بھی دیکھا تھا کہ اپنے منبر پر بنی امیہ یکے بعد دیگرے چڑھتے جاتے ہیں یہ بات بمقتضائے بشریت ناگوار طبع غیور ہوئی اُس پر یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں یہ بتایا گیا کہ ہزار مہینے وہ لوگ سلطنت اسلامی پر قابض ہونگے مگر فضیلت دنیوی کوئی چیز نہیں آپ کو اس معاوضے میں ایک فضیلت اخروی ہم ایسی دیتے ہیں کہ اُس کے مقابلے میں وہ سلطنت ظاہری کوئی چیز نہیں۔ وہ ایک رات آپ کی امت کے لئے اتنی فضیلت کی دی گئی کہ اُن ہزار مہینوں سے افضل ہے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی خیر خواہی ہمیشہ ملحوظ اور پیش نظر رہتی تھی اس لئے آپ کو جو اُن ہزار مہینوں کی سلطنت کا قلق ملال تھا دفع ہو گیا۔ علما نے حساب کر کے دیکھا تو بنی امیہ کی خلافت برابر ہزار مہینے رہی۔

اب اس کے بعد مرزا صاحب کی پوری تقریر دیکھئے کہ اس واقعے کے ساتھ اُس کو کچھ بھی تعلق ہے۔ اس سورۃ سے مقصود تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی تھی مگر مرزا صاحب کو اصلی واقعات سے کیا غرض اُن کو اپنی عیسویت کے دھن میں کچھ سوجھتا ہی نہیں کہاں ہزار مہینے سے لیلۃ القدر کا افضل ہونا اور

Marfat.com

کہاں مرزا صاحب کی نیابت اور کلوں کا ایجاد کسی چیز سے دلچسپی اور تعشق بھی بری بلا ہے آدمی کو سوائے اپنی محبوبہ کے کچھ سوجھتا ہی نہیں۔

نقل مشہور ہے کہ کسی نے مجنون سے پوچھا کہ خلافت کس کا حق تھا اُس نے جواب دیا کہ ہماری لیلےٰ کا حق تھا۔ اسی طرح مرزا صاحب بھی کہتے ہیں کہ انا انزلنا کو کسی سے کچھ تعلق نہیں وہ میری عیسویت کے واسطے اتری ہے۔

مرزا صاحب نے انزلناہ کی ضمیر مصلح کی طرف پھیری جس کا کہیں ذکر نہیں تمام مفسروں نے وہ ضمیر قرآن کی طرف پھیری ہے چنانچہ بروایات صحیحہ ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے کہ اُس رات قرآن شریف لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل ہوا اور بخاری شریف میں ہے انا انزلناہ الہاء کنایۃ عن القرآن مرزا صاحب کو مصلح قوم کی طرف ضمیر پھیرنے سے غرض یہ ہے کہ آپ بھی اُس میں داخل ہو جائیں۔

اس موقع میں مرزا صاحب یہی فرمائیں گے کہ آخر قرآن بھی مصلح قوم ہے اس لئے ضمیر انزلناہ سے مراد مصلح لی گئی جس کے مفہوم میں خود بھی داخل ہیں مگر یہ توجیہ درست نہیں اس لئے کہ اول تو مرزا صاحب مصلح قوم ہو ہی نہیں سکتے اس لئے کہ انہوں نے تو کروڑ ہا مسلمانوں کو مشرک اور کافر بنا دیا جس کی وجہ سے اُن کے نزدیک تمام قوم فاسد اور ہلاک ہو گئی۔ اور ظاہر ہے کہ جس کی وجہ سے کوئی قوم فاسد ہو جائے وہ مفسد قوم سمجھا جائیگا۔ غرض کہ انہیں کے اقرار کے مطابق وہ مصلح قوم نہیں ہو سکتے پھر قرآن پر مفہوم عام مصلح قوم کا صادق آنے سے یہ کیونکر ثابت ہو گا کہ جس طرح قرآن لیلۃ القدر میں اترا ہے ہر مصلح قوم بھی لیلۃ القدر

Marfat.com

میں اترتا ہے یہ بات تو ادنیٰ طالب العلم بھی جانتا ہے کہ کسی جزئی پر کوئی مفہوم عام اور کلی صادق آئے تو یہ ضرور نہیں کہ لوازم اُس جزئی کے دوسری جزئیات پر بھی صادق آجائیں جن پر وہ مفہوم عام صادق آتا ہے کوئی جاہل یہ نہ کہیگا کہ غلام احمد صاحب چونکہ مرزا ہیں اور قادیان میں رہتے ہیں۔ اس وجہ سے جتنے مرزا ہیں سب قادیان ہی میں رہا کرتے ہیں۔ اب دیکھئے کہ مرزا صاحب نے جس بات پر اپنے معارف کی بنیاد رکھی ہے وہ کئی طرح سے غلط ثابت ہوئی۔ ایک یہ کہ ضمیر کے مرجع میں قصداً غلطی کی۔ دوسرے اپنے آپ کو مصلح قرار دیا۔ تیسرے ایک جزئی کے لوازم مختصہ کو دوسری جزئی میں ثابت کیا۔ پھر مصلح قوم کی اگر تعمیم کی جائے تو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے لحاظ سے کل علمائے امت مصلح ہیں جن سے کوئی زمانہ خالی نہیں۔ اس صورت میں مرزا صاحب کی خصوصیت ہی کیا اور وہ بات کیونکر صادق آئے جو لکھتے ہیں کہ جب مصلح قوم اترتا ہے تو انسانی قویٰ میں خود بخود مذہب کی تفتیش کی طرف حرکت پیدا ہوتی ہے اور حکمت اور معرفت اور علوم اور صنعتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

مرزا صاحب نے اپنی نیابت کی یہ دلیل قرار دی کہ علوم اور صنعتیں اس زمانے میں ظاہر ہورہی ہیں۔ مگر یہاں یہ دیکھنا چاہیئے کہ اگر یہ کوئی کمال کی بات ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صنعتوں کا ظہور زیادہ ہوتا حالانکہ وہ زمانہ نہایت سادہ اور فطرتی طور پر تھا۔ البتہ دین کی ترقی اُس زمانے میں روز افزوں تھی بخلاف مرزا صاحب کے زمانۂ نیابت کے کہ دنیا کی ترقی روز افزوں ہے۔ اور دین کا انحطاط دیکھ لیجئے۔ مرزا صاحب کے اوائل زمانے میں کروڑہا مسلمان تھے

Marfat.com

جن کا مشرک اور بے دین ہونا محال تھا جیسا کہ براہین احمدیہ میں لکھ چکے ہیں جس کا حال اوپر معلوم ہوا اور شاید دس پندرہ سال بھی نہیں گذرے کہ انہیں کروڑہا مسلمانوں کو اُنہوں نے یہودی اور مشرک و بے دین بنادیا اب خود ہی غور فرمائیں کہ یہ نیابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی یا اور کسی کی۔

اور یہ جو لکھا ہے کہ حضرت کی لیلۃ القدر کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے اُس کا مطلب ظاہر ہے کہ حضرت کی لیلۃ القدر ایک تھی اور مرزا صاحب کی لیلۃ القدر دوسری یہ بھی خلاف احادیث صحیحہ ہے جن سے ثابت ہے کہ حضرت کے زمانے میں بھی لیلۃ القدر ہر سال ہوا کرتی تھی اور قیامت تک ہر سال ہوا کریگی مسند امام احمد ابن حنبل اور ترمذی اور نسائی وغیرہ میں یہ روایت موجود ہے کہ

عن عائشۃؓ قالت قلت یارسول اللہ ان وافقت لیلۃ القدر فما اقول قال قولی اللّٰھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سے پوچھا کہ اگر لیلۃ القدر پاؤں تو کیا دعا کروں۔ حضرت نے اُن کو یہ دعا تعلیم کی اُس کے سوا لیلۃ القدر ہر سال ہونے کی احادیث بکثرت مذکور ہیں جن کو تمام اہل علم جانتے ہیں۔ اب مرزا صاحب کی خودغرضی کو دیکھئے کہ اپنی ایک لیلۃ القدر کے واسطے صدہا لیالی قدر کا خون کیا۔

حق تعالےٰ نے لیلۃ القدر کو ہزار مہینوں سے بہتر فرمایا نہ اُس میں امتداد کا ذکر ہے نہ اُس کے دامن دار ہونے کا اور مرزا صاحب اُس کو دامن دار اور شاخ دار بنا رہے ہیں اُن کے قول پر اگر الشاۃ خیر من فیل کہا جائے تو اُس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہاتھی سے بکری زیادہ اونچی ہے جس کا قائل کوئی عاقل نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

مرزا صاحب نے چند قادیانی بننے والوں کو دیکھا کہ اپنا مذہب اور دین چھوڑ کر دوسرے مذہب کی تفتیش کر رہے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اُس کے لئے اندرونی تحریک کی ضرورت ہے اُس پر یہ قیاس جمایا کہ روح القدس اُس کا محرک ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ انسانوں کے قویٰ میں خود بخود مذہب کی تفتیش کی طرف حرکت شروع ہوجائے تو اس بات کی علامت ہوگی کہ کوئی آسمانی مصلح پیدا ہوگیا ہے کیونکہ بغیر روح القدس کے نزول کے وہ حرکت پیدا نہیں ہوتی اور روح کا اترنا لیلۃ القدر میں ثابت ہے اس سے یہ بات نکالی کہ جتنے اس قسم کے ایام ہیں سب لیلۃ القدر ہیں۔ رات کو دن بنا دینا ہر کسی کا کام نہیں۔ یہ بھی مرزا صاحب ہی کی ہمت کا خاصہ ہے۔

یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ اہل اسلام کو تفتیش مذہب کے لئے اندرونی تحریک کرنا کیا روح القدس کا کام ہوگا یا شیطان لعین کا۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مسلمانوں سے دین اسلام ترک کرانے کے لئے روح القدس آسمان سے اترتے ہیں۔ پھر دوسرا اندھیر یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے نزول ملائکہ کے لئے طلوع فجر سے پہلے کا زمانہ معین فرمایا ہے جیسا کہ حتیٰ مطلع الفجر سے ظاہر ہے مگر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ فرشتے صبح صادق تک کام میں لگے رہتے ہیں یعنی دن رات اسی کام میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں سے اُن کا مذہب وملت چھڑا دیں اُس کے بعد سورۂ اذا زلزلت میں یومئذٍ کا لفظ دیکھکر مرزا صاحب نے لیلۃ القدر کی جوڑ ملا دی اور لیلۃ القدر جس کی نسبت حق تعالیٰ نے خیر من الف شہر فرمایا ہے اُس کو ضلالت اور ظلمت کی رات قرار دی جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ہزار مہینے سے بدتر ہے دیکھئے کس قدر قرآن کی اور خدا کی مخالفت کی۔ کیا کوئی مسلمان اس بات پر راضی ہوگا کہ جس رات کی تعریف خدائے تعالےٰ

Marfat.com

نے کی ہے اور صحیح روایتوں سے اُس کی فضیلت ثابت ہے اُس کو ضلالت کی رات سمجھے۔

پھر مرزا صاحب نے اذا زلزلت کی تفسیر کی جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدائے تعالےٰ جو فرماتا ہے کہ زمین کو زلزلہ ہو گا غلط ہے صحیح یہ ہے کہ آدمی کی قوتیں حرکت کرینگی اور خدائے تعالےٰ جو فرماتا ہے کہ اُس کے خزانے وغیرہ اثقال جو اُس میں مدفون ہیں نکل پڑینگی وہ کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے صحیح یہ ہے کہ علوم و فنون ظاہر ہونگے اور خدائے تعالےٰ جو فرماتا ہے کہ زمین اُس روز باتیں کریگی وہ کہتے ہیں کہ یہ بھی غلط ہے۔ استعداد انسانی بزبان حال باتیں کریگی۔ مرزا صاحب نے جو لکھا ہے کہ ہمارے علما نے جو تفسیر کی ہے کہ زمین کو زلزلہ آئیگا اور اندر کی چیزیں باہر آجائینگی اور زمین باتیں کریگی یہ سراسر غلط ہے۔ اس میں مرزا صاحب کی سراسر زیادتی ہے۔ ہمارے علما نے سوائے قرآن پر ایمان لانے کے اور کچھ نہیں کیا کوئی بات اپنی طرف سے نہیں لکھی بلکہ جس طرح مرزا صاحب اکثر کہا کرتے ہیں کہ النصوص تحمل علی الظواہر۔ ظاہر آیات کی تصدیق کی البتہ مرزا صاحب کو اُن کی عقل نے ایمان سے روک دیا۔ اُنہوں نے لڑکپن سے دیکھا ہے بات دو اُنگل کی زبان سے ہوا کرتی ہے اس لئے اُن کی عقل نے صاف حکم کر دیا کہ کلام الٰہی غلط ہے اگر خدا بھی چاہے کہ زمین سے بات کرائے تو وہ ممکن نہیں اس لئے کہ اُس کو زبان نہیں۔ اگر مرزا صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ بات کرنے کے لئے گوشت کا لوتھڑا ضروری ہے تو یہ لازم آئیگا کہ خدائے تعالےٰ بات کرانے میں نعوذ باللہ اس لوتھڑے کا محتاج ہے پھر ہم دیکھتے ہیں کہ گنگوں اور جانوروں کے بھی زبان ہوتی ہے مگر بات نہیں کر سکتے

Marfat.com

اور اگر یہ سمجھتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ سے جیسے اس لوتھڑے کو قوت کلام بخشی ہر چیز کو یہ قوت بخش سکتا ہے تو پھر زمین کے بات کرنے میں کیا کلام اور اُس میں خدائے تعالیٰ کی تکذیب کرنے کی کیا ضرورت تھی اب اہل انصاف غور کریں کہ جب مرزا صاحب کی عقل اس درجے کی قوت پر ہے کہ خدائے تعالیٰ کے بھی مقابلے میں کھڑی ہو جاتی ہے تو کیا ممکن ہے کہ کوئی دوسرا اُن کا مقابلہ کر سکے اور اگر کسی نے کیا بھی تو کیا مرزا صاحب اُس کو تسلیم کریں گے۔ اگر اہل اسلام کو اپنا ایمان بچانا منظور ہے تو مرزا صاحب کی عقل کے دام سے بچیں اور یاد رکھیں کہ ذرا بھی اُن کی طرف مائل ہو گئے تو دلوں میں کجروی کا مادہ پیدا کر دیا جائے گا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

الحاصل مرزا صاحب کے معارف کا یہ حال ہے جو آپ نے دیکھ لیا کہ نہ قرآن سے کام ہے نہ حدیث سے نہ عقل سے کیونکہ اگر عقل سے کام لیا جاتا تو نبیسلۃ القدر کی تعریف کر کے اُس کی مذمت نہ کرتے اور زمین سے بات کرنے کا انکار خدا کی قدرت پر ایمان لانے کے بعد نہ کرتے۔ الغرض بے تکی باتیں ملانے کا نام انہوں نے معارف رکھ دیا اور اسی کو اپنی عیسویت کی دلیل قرار دی ہے۔

رسالۂ قطع الوتین باظہار کید المفترین میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب کے مریدوں کی بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب مفتری علی اللہ ہوتے تو (۲۳) سال یا اُس سے زیادہ اُن کو مہلت نہ ملتی اور مرزا صاحب نے بھی اشتہار جاری کیا کہ اگر کوئی شخص ایسا مفتری علی اللہ دکھا دے جس نے (۲۳) سال کی مہلت

Marfat.com

بائی ہو تو ہم اُس کو پانچ سو روپے انعام دینگے۔ اُس پر حافظ محمد یوسف صاحب نے ایک فہرست ہی پیش کر دی جس میں (۲۳) سال سے زیادہ جن مفتریوں کو مہلت ملی اُن کے نام درج تھے۔ مگر مرزا صاحب نے نہ اُس کا جواب دیا نہ اُس وعدے کا ایفا کیا جو اشتہار میں کیا تھا۔ فہرست رسالۂ مذکور میں لکھدی گئی ہے اصل دلیل اُن کی یہ ہے حق تعالٰے فرماتا ہے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات اپنے دل سے بنا کر ہماری طرف منسوب کر دیتے تو ہم اُن کے دل کی رگ کاٹ ڈالتے یعنی ہلاک کر دیتے اس سے اُن کا مقصود یہ ہے کہ اگر خود بھی خدا پر افترا کئے ہوتے تو اس آیۂ شریفہ کے مطابق بہت جلد ہلاک کر دئے جاتے اور اُس میں اُن کی خصوصیت نہیں جس نے خدا پر افترا کیا فوراً ہلاک کر دیا گیا کوئی (۲۳) سال تک زندہ نہ رہا اگر رہا تو اُس کا نام بتایا جائے۔

مرزا صاحب (۲۳) سال سے زیادہ زندہ رہنے والے مفتریوں کی نظیریں جو طلب فرماتے ہیں اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کیا اس مدت کو مفتری کی برارت میں کوئی خصوصیت ہے۔ کیا (۲۳) برس تک کوئی مفتری زندہ نہیں رہ سکتا اور (۲۲) برس تک رہ سکتا ہے اگر ایک سال بھی کسی مفتری کو مہلت ملے تو وہ بھی مثل مرزا صاحب کے کہ سکتا ہے کہ اگر میں مفتری ہوتا تو اتنی مدت جس میں پوری چار فصلیں گذریں مجھے کبھی مہلت نہ ملتی کیا یہ قول اُس کا قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ الغرض مرزا صاحب (۲۳) برس کی مدت جو مقرر کر رہے ہیں وہ درست نہیں۔ صرف ایسے لوگوں کی فہرست کافی تھی جن کو باوجود افترا کے کچھ مہلت ملی۔

Marfat.com

اصل یہ ہے کہ دارالجزا قیامت ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُ۔ اگر افترا کا یہ لازمہ ہوتا کہ اسی عالم میں اُس کی سزا ہو جائے تو تخلف لازم کا ملزوم سے عقلاً درست نہ ہونے کی وجہ سے یہ لازم ہوتا کہ بمجرد افترا کے فوراً سزا ہو جائے حالانکہ مرزا صاحب بھی اس کے قائل ہیں کہ مسیلمہ کذاب وغیرہ گذرے ہیں اور ان کو بمجرد افترا کے سزا نہیں ہوئی اور ایسے لوگ دس بیس سال بھی اکثر زندہ رہے ہیں مسیلمہ کذاب ہی کو دیکھ لیجئے کہ اس قدر اُس کو مہلت ملی کہ لاکھ آدمی سے زیادہ اُس نے فراہم کرلئے۔ وہ زمانہ وہ تھا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور حضرت کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وغیرہ کل صحابہ موجود تھے ہدایت روز افزوں ترقی پر تھی ملک خاص عرب کا تھا جس کو منبع ہدایت ہونے کا فخر حاصل ہو چکا تھا ایسے متبرک زمانے اور متبرک مقام میں جب اُسکو اس قدر مہلت ملی تو اس زمانے میں جو ضلالت روز افزوں ترقی کر رہی ہے اور ہندوستان جیسے ملک میں کسی مفتری علی اللہ کو پچیس تیس سال مہلت مل جائے تو کیا تعجب ہے بلکہ زمان و مکان وغیرہ حالات کی مناسبت سے دیکھا جائے تو اُس زمانے میں مفتری کو ایک دن مہلت ملنا اس زمانے کے پچیس تیس سال کی مہلت کے برابر ہے الغرض اس سے ثابت ہے کہ مفتری علی اللہ کو مہلت ملا کرتی ہے اور وہ استدراج ہے جس کی نسبت حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ وَاُمْلِیْ لَهُمْ یعنی مہلت دیکر آہستہ آہستہ ان کو ایسے طور پر ہم کھینچتے ہیں کہ ان کو خبر نہ ہو۔ مرزا صاحب جو جلدی فرماتے ہیں کہ اگر مفتری ہوں تو چاہئے کہ عذاب اُتر آئے سو اس کا جواب قرآن شریف میں

Marfat.com

گناہگار ہم نے پیدا کر دے تاکہ اُن میں مکاریاں کریں۔

الحاصل (۲۳) سال یا اُس سے زیادہ کوئی مفتری علی اللہ زندہ رہے تو یہ نہ سمجھا جائے گا کہ وہ مفتری نہیں بلکہ یہی سمجھا جائیگا کہ اُسی کام کے واسطے مقرر کیا گیا ہے اگر مثل فرعون کے صدہا سال بھی زندہ رہے گا تو وہی اپنا فرض منصبی ادا کرتا رہے گا جس کام کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

یہ ادعائی مسیح کی نشانیاں اور دلائل تھے اب اصلی عیسےٰ علیہ السلام کی علامتیں بھی سنئے جو صحیح صحیح احادیث میں وارد ہیں۔ مگر اس مقام میں پہلے غور کر لیا جائے کہ عیسےٰ علیہ السلام کا دنیا میں آنا کوئی عقلی مسئلہ نہیں جس میں رائے لگائی جائے۔ اس باب میں جو احادیث وارد ہیں اگر علیحدہ کر دئے جائیں تو یہ مسئلہ اس قابل نہیں رہتا کہ جس کی طرف توجہ کی جائے۔ اسی وجہ سے مرزا صاحب کو نیچروں سے شکایت ہے کہ ان احادیث کو وہ مانتے ہی نہیں۔ غرض کہ مرزا صاحب اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ اس باب میں جو احادیث وارد ہیں ضرور مانی جائیں۔ مگر اُس کے ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس طرح اہل اسلام مانتے ہیں اور اُن کے ظاہری معنی بطور خرق عادت عیسیٰ علیہ السلام میں ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ درست نہیں بلکہ ایسے طور پر اُن احادیث کے معنی لئے جائیں کہ اپنے پر یعنی مرزا صاحب پر صادق آجائیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسےٰ ابن مریم کا نام جو لے لیا ہے اُس کی وجہ یہ تھی (ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۹)) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عیسےٰ ابن مریم دجال اور یاجوج و ماجوج اور دابۃ الارض کی حقیقت منکشف ہوئی نہ تھی (ازالۃ الاوہام صفحہ (۶۹)) اور انبیاء پیش گوئیوں کی تاویل اور تعبیر میں

Marfat.com

غلطی کھاتے ہیں۔ جس کا مطلب اور ما حصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عیسےٰ ابن مریم روح اللہ کے نزول کی خبر دی ہے وہ غلط ہے درحقیقت عیسےٰ موعود غلام احمد قادیانی ہیں اور اُن سے خوارق عادات کوئی ظاہر نہ ہونگے بلکہ رد نصاریٰ میں چند معمولی تقریریں لکھدینگے اور اُن تمام حدیثوں کی پیشگوئی پوری ہو جائے گی سبحان اللہ کوہ کندن و موش برآوردن کا مضمون یہاں پورا پورا صادق آرہا ہے۔ احادیث نزول عیسےٰ علیہ السلام کس شد و مد سے ثابت کی گئے اور اُن سب کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک پنجابی شخص پیدا ہو کر رد نصاریٰ میں چند معمولی تقریریں لکھدیگا۔ اس باب میں مرزا صاحب کو تکلیف گوارا کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی بفضلہ تعالےٰ رد نصاریٰ کرنے والے اس وقت ایسی بہت سارے لوگ موجود ہیں کہ جو اپنی عمر بھر کی مزاولت کی وجہ مرزا صاحب سے کہیں زیادہ اس باب میں ید طولےٰ رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ مرزا صاحب کی عمر کا ایک معتدبہ حصہ تو متفرق مذاہب باطلہ کی کتابوں کے مطالعے میں صرف ہوا اور اُس کے بعد جب یکسوئی حاصل ہوئی تو دعوے عیسویت شروع ہوا اور اس میں اس قدر استغراق اور انہماک ہے کہ جس کا بیان نہیں اگر مناظرہ ہے تو اسی مسئلے میں اور تصانیف ہیں تو اُن میں اسی دعوے کے دلائل و لوازم۔ پھر ان کو رد نصاریٰ کی نوبت ہی کہاں آئی۔ براہین احمدیہ میں جو وعدہ کیا تھا اُس کا بھی ایفا نہ کر سکے۔

الحاصل جب یہ مسئلہ نقلی ہے جس میں عقل کو کوئی دخل نہیں اور اُن احادیث پر جو اس باب میں وارد ہیں ایمان لایا گیا تو اُن کے ظاہری معنی پر ایمان لانے سے اہل ایمان کیوں روکے جاتے ہیں حالانکہ مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۵۴۰و۵۴۹) میں

خود لکھتے ہیں کہ نصوص کو ظاہر پر حمل کرنے پر اجماع ہے۔ اب ان امور کو پیش نظر رکھکر غور کیجئے کہ جو عیسےٰ علیہ السلام کی علامات احادیث میں وارد ہیں اُن سے مرزا صاحب کو کیا تعلق ہے

(۱) دمشق میں منارہ کے پاس عیسےٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا۔ اس حدیث کو مرزا صاحب نے ازالۃ الاوہام میں نقل کیا لیکن اُس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھدیا کہ اُس سے مراد قادیان ہے اور وہاں ایک منارہ اس غرض سے تیار کردیا کہ اگر دمشق نہیں تو منارہ ہی سہی جس سے ایک جزو حدیث کا صادق آجائے۔

یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ اس حدیث کو نیچروں نے جو نہ مانا اور مرزا صاحب نے مان لیا ان دونوں میں کیا فرق ہے ادنے تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہی فرق ہے جو جہل بسیط اور جہل مرکب میں ہوا کرتا ہے۔

(۲) عیسےٰ علیہ السلام کا حکم عادل ہونا جو اس روایت صحیح بخاری میں مصرح ہے

عن ابی ہریرۃ رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتے لا یقبلہ احد حتے یکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا وما فیہا ثم یقول ابو ہریرہ واقرؤ وا ان شئتم وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیمۃ یکون علیہم شہیداً۔ یعنی قسم ہے خدا کی کہ ابن مریم حاکم عادل ہوکر تم میں اتریںگے اور صلیب کو توڑینگے اور خنزیر کو قتل کرینگے اور جزیہ اُٹھا دینگے۔ اور اُن کے زمانے میں مال بہت ہوجائیگا کہ کوئی اُس کو

Marfat.com

قبول نہ کریگا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہوگا۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ اگر چاہو اُس کی تصدیق قرآن میں پڑھ لو کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ کل اہل کتاب اُس وقت عیسےٰ علیہ السلام پر اُن کی موت سے پہلے ایمان لائینگے اور وہ اُس پر گواہ ہونگے۔

اس حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام عادل ہونگے کسی پر ظلم نہ کرینگے۔ اور مرزا صاحب کے عدل کا حال آپنے دیکھ لیا کہ اُن کی سمدھن کے بھائی نے جو اُن کو لڑکی نہ دی تو اُس کا وبال اپنی بہو پر ڈالا اور اپنے فرزند کو طلاق پر مجبور کیا۔ میراث پدری سے خلاف شرع محروم کردیا اور اُس کا کچھ خیال نہ کیا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے ولاتزر وازرۃ وزر اخریٰ۔ کیا کسی ملت میں اس کو عدل کہہ سکتے ہیں۔ جب مرزا صاحب پر قوائے شہوانیہ اور غضبانیہ کا اس قدر تسلط ہے کہ مہر پدری پر بھی وہ غالب ہیں تو دوسروں کے ساتھ کیا عدل کریں گے۔

اس حدیث میں آپنے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس جزم سے قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ابن مریم تم میں اُترینگے۔ اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ حضرت کو اس کشف میں غلطی ہوئی۔ اب اہل ایمان غور کریں کہ معمولی آدمی بھی کسی بات پر قسم کھانے میں کمال درجے کی احتیاط کیا کرتا ہے اور ذرا بھی شک ہو تو اُس کا ایمان قسم سے اُس کو روک دیتا ہے بخلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ نعوذ باللہ غلط بات پر بے دھڑک قسم کھالی اور عمر بھر اُسی غلطی پر رہے کیونکہ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ حضرت نے رجوع کرکے یہ فرمایا ہو کہ اُس کشف میں مجھے

Marfat.com

غلطی ہوگئی تھی۔ یہ الزام مرزا صاحب جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لگا رہے ہیں اس سے اُن کا مقصود حضرت کے کشف اور اقوال کو ساقط الاعتبار کر دینا ہے اس کے سوا جو قباحتیں اس میں لازم آتی ہیں اُن کی تفصیل کرنے میں ہمارا قلم یاری نہیں دیتا۔ ایک عقلمند ادنے تامل سے سمجھ سکتا ہے کہ یہ کس درجے کا حملہ ہے پھر یہ حملہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر نہیں ہے حق تعالیٰ پر بھی ہے کہ ایسے مکرم اور معصوم نبی پر ایک ایسی بات منکشف کر دی جو غلط تھی اور نعوذ باللہ اُس سے اتنا بھی نہ ہوسکا کہ اُس غلطی کی اصلاح کر دیتا۔ اب اہل دانش اندازہ کرسکتے ہیں کہ مرزا صاحب کا ایمان خدا و رسول پر کس قسم کا ہے اور ایسے ایمان کو ایمان کہنا ہوسکتا ہے یا نہیں۔

(۳ و ۴) صلیب کو توڑنا اور خنزیر کو قتل کرنا جیسا کہ بخاری کی روایت مذکورہ سے ثابت ہے۔ مرزا صاحب نے ازالۃ الاوہام صفحہ (۴۲۸) میں لکھا ہے کیا ان احادیث پر اجماع ہوسکتا ہے کہ مسیح آکر جنگلوں میں ہی خنزیروں کا شکار کھیلتا پھریگا۔ اور کسی مقام میں لکھا ہے کہ کیا ان کا یہی کام ہوگا کہ صلیبوں کو توڑتے اور خنزیروں کو قتل کرتے پھرینگے۔ اور اسی کے صفحہ (۱۸) میں لکھتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ مسیح دنیا میں آکر صلیبی مذہب کی شان و شوکت کو اپنے پیروں کے نیچے کچل ڈالیگا اور اُن لوگوں کو جن میں خنزیروں کی بیحیائی اور نجاست خواری ہے اُن پر دلائل کا ہتیار چلا کر اُن سب کا کام تمام کر دے گا اس سے ضمناً مرزا صاحب کا دعوے بھی معلوم ہوا کہ اُنہوں نے صلیبی مذہب کی شان و شوکت کو اپنے پیروں کے نیچے کچل ڈالا اور نصاری کے دلائل کا

Marfat.com

کام تمام کر دیا۔ مگر قصہ آتھم کے ملاحظہ سے ظاہر ہے کہ انہوں نے نصاریٰ کے مقابلے میں اسلام ہی کا کام تمام کر ڈالا تھا خیر گذری کہ اہل اسلام نے عملی طور پر اُن کو اسلام سے خارج کر دیا ورنہ اسلام پر برا اثر پڑتا جس کا حال اوپر معلوم ہوا پھر یہ بات ابتک معلوم نہیں ہوئی کہ مرزا صاحب کی دلائل سے عیسائی مذہب کی شان وشوکت میں کیا فرق آگیا۔ پادریوں کے حملے جیسے پہلے تھے اب بھی ہیں اور جس طرح پہلے اُن کی قومی ترقی تھی اب بھی جاری ہے غرض کہ کسر صلیب کے معنی کو مرزا صاحب نے گو بدل دیا مگر اُس سے بھی وہ منتفع نہیں ہو سکتے اسی طرح قتل خنزیر کا بھی حال ہے کہ عیسائیوں کو خنزیر قرار دیا اور قتل سے مراد انکار دلیا مگر یہ قتل بھی اُن سے نہ ہوسکا بلکہ سچ پوچھئے تو مسٹر آتھم صاحب ہی نے اُن کو قتل کر ڈالا جس کے مقابلہ میں وہ دم نہ مار سکے۔

مرزا صاحب قتل خنزیر کے معنی میں جو مسلمانوں پر الزام لگاتے ہیں وہ اُن کی نافہمی ہے کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام خنزیروں کا شکار جنگلوں میں کرتے اور صلیبوں کو توڑتے پھرینگے۔ اگر مرزا صاحب کنایہ کی حقیقت سمجھے ہوتے تو یہ اعتراض کبھی نہ کرتے۔ مسلمانوں نے کسر صلیب اور قتل خنزیر کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں نصاریٰ مغلوب ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ صلیب اُن کا شعار دین ہے اور خنزیر نہایت مرغوب الطبع ہے اور قاعدہ کی بات ہے کہ ہر شخص ان دونوں قسم کی چیزوں کو نہایت دوست رکھتا ہے اور اُن کی حفاظت میں جان کی بھی پروا نہیں کرتا پھر ایسی چیزوں کو اگر کوئی تلف کر ڈالے اور وہ منہ دیکھتا رہے اور کچھ نہ کر سکے تو

Marfat.com

یہ سمجھا جائے گا کہ وہ شخص نہایت مغلوب ہے۔ مرزا صاحب اس کا تجربہ کر لیں۔ کسر صلیب اور قتل خنزیر تو درکنار ذرا بُری نگاہوں سے ان اشیا کو دیکھ تو لیں جس سے معلوم ہو کہ اُس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے عیسےٰ علیہ السلام کو وہ قوت و شوکت حاصل ہوگی کہ کسی کی صلیب کو علانیہ توڑ دینگے اور خنزیر کو قتل کر ڈالیں گے اور کوئی مزاحم نہ ہو سکیگا۔ یہ اُن کے کمال شوکت اور غلبے کی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آخر یہاں تک نوبت پہنچ جائیگی کہ سوائے اسلام کے کوئی دین باقی نہ رہے گا۔ کل نصاریٰ مسلمان ہو جائیں گے جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ اور حدیث شریف میں ہے عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویہلک اللہ فی زمانہ ای زمان عیسےٰ علیہ السلام) الملل کلہا الا الاسلام رواہ احمد و ابو داؤد یعنی عیسےٰ علیہ السلام کے زمانے میں سوائے اسلام کے کوئی دین باقی نہ رہے گا۔ انتہیٰ حاصل کسر صلیب اور قتل خنزیر عیسےٰ علیہ السلام کی علامت مختصہ ہے کسی طور سے یہ علامتیں مرزا صاحب میں نہیں پائی جا سکتیں۔

(۵) وضع جزیہ جو بخاری شریف کی حدیث میں مذکور ہوا۔ یہ علامت بھی مرزا صاحب میں ہرگز نہیں پائی جا سکتی اور نہ اُس کے پائے جانے کی توقع ہے اس لئے کہ اگر بالفرض اُن کی حکومت اُن کے مریدوں پر فرض کی جائے تو بجائے اس کے کہ وہ جزیہ موقوف کرتے اُن سے جزیہ جس قسم کا ممکن ہے برابر وصول کرتے ہیں جیسا کہ اخبار الحکم وغیرہ سے ظاہر ہے اور اگر جزیہ سے مراد وہ رقم ہے کہ خاص کافروں سے لی جاتی ہے تو ہندوستان میں اُس کا وجود ہی نہیں اور نہ یہ توقع ہے کہ مرزا صاحب

Marfat.com

کی موت سے پہلے اُس کا رواج ہوا اس لئے اُس کا موقوف کرنا کسی طرح صادق نہیں آسکتا۔ اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے جو دمشق کو قادیان اور اپنے کو عیسٰے موعود قرار دیا ہے وہ غلط ہے اس لئے کہ اگر وہ عیسٰے ہوتے تو جزیہ موقوف کر دیتے اور یہ ممکن نہیں۔ بخلاف عیسٰے علیہ السلام کے جب دمشق میں اتریںگے جزیہ موقوف کر دینگے جس کا رواج وہاں موجود ہے اور نزول عیسٰے علیہ السلام تک بھی جاری رہیگا جس سے یہ علامت بھی پوری ہو گی۔

(۶) مال بے حساب تقسیم کرنا۔ جیسا کہ حدیث بخاری میں مذکور ہوا۔ اور مسلم شریف میں ہے ولیدعن الی المال فلا یقبلہ احد۔ اور مسند امام احمد و بخاری و مسلم و ترمذی میں ہے کہ ویفیض المال حتے لا یقبلہ احد اور نیز بخاری و مسلم میں ہے یکثر فیکم المال فیفیض حتے یھم رب المال من یقبل صدقتہ فیقول الذی یعرضہ علیہ لا ارب لی بہ اور روایت مسلم میں ہے یکون فی آخر الزمان خلیفۃ یقسم المال ولا یعدہ یہ کل حدیثیں مرفوع ہیں اور اس مضمون کی کئی روایتیں وارد ہیں جن کا مضمون یہ ہے کہ قیامت کے قریب مال بکثرت ہو گا اور زمین سے خزانے اُبلنے لگینگے اور مہدی اور عیسٰے علیہما السلام بے حساب تقسیم کرینگے یہاں تک کہ اُس کے لینے کے لئے جس کو بلائینگے وہ یہی کہیگا کہ مجھے حاجت نہیں۔

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۶۵۶) میں آیہ شریفہ فبذلک فلیفرحوا ہو خیر مما یجمعون اس کا ترجمہ لکھتے ہیں کہ اُن کو کہدے کہ خدائے تعالٰی کے فضل سے یہ قرآن بیش قیمت مال ہے اس کو تم خوشی سے قبول کر و۔ یہ اس بات کی طرف

Marfat.com

اشارہ ہے کہ علم و حکمت کے مانند کوئی مال نہیں یہ وہی مال ہے جس کی نسبت پیشنگوئی کے طور پر لکھا تھا کہ مسیح دنیا میں آکر مال کو اس قدر تقسیم کریگا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائینگے۔ یہ نہیں کہ مسیح درم و دنیار کو جو بمصداق آیت انما اموالکم واولادکم فتنۃ ہے جمع کریگا اور دانستہ ہر ایک کو مال کثیر دیکر فتنے میں ڈال دیگا۔

مرزا صاحب نے دیکھا کہ ہرکس وناکس کے زبان زد ہے کہ اینہمہ شکل برائے اکل ایک مدت تک جان فشانی کرکے عیسویت پیدا کی گئی اور اقسام کی تدبیروں سے روپیہ کمایا گیا مثلاً منارہ اور مسجد اور مدرسے کی تعمیر پیش کرکے۔ خط وکتابت ومہمانداری کی ضرورتیں بتلاکے۔ کتابوں کی تصنیف اور اشاعت کے ذریعے سے۔ تصویریں بکواکر غرض کہ جو روپیہ بڑی بڑی مشقتوں سے جمع کیا گیا اپنی اور اپنے پس ماندگوں کی ضرورتوں اور اسباب راحت میں صرف نکرکے عیسویت کے لحاظ سے مفت تقسیم کردینا کوئی عقل کی بات نہیں اس لئے بچاؤ کی یہ تدبیر نکالی کہ عیسے جو مال تقسیم کریگا وہ یہ مال نہیں جو لوگ خیال کرتے ہیں بلکہ وہ مال قرآن ہے فی الحقیقت مال کا بے دریغ اس طرح راہ خدا میں خرچ کردینا مشکل کام ہے اور یہ مال کی جگہ قرآن کا خرچ کرنا صرف مرزا صاحب ہی کی رائے نہیں۔ قدیم زمانے میں بھی بعض لوگوں کی یہی رائے تھی چنانچہ سعدی رح فرماتے ہیں ؎

اگر احمد گوئی حسد بخز اند	بدینار وسے چو خر در گل بماند

مرزا صاحب نے قرآن کو مال اس قرینے سے بتایا کہ آیۂ موعود میں قسمت قرآن

کی تفصیل مال پر دی گئی کما قال تعالیٰ وہو خیر مما یجمعون مگر یہ استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ یہ بھی قرآن شریف میں ہے لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ یعنی خدا کی مغفرت اور رحمت اُس مال سے جو وہ جمع کرتے ہیں بہتر ہے مرزا صاحب کے استدلال کی بنا پر یہاں بھی یہ کہنا پڑیگا کہ مغفرت بھی مال ہے حالانکہ اُس کا کوئی قائل نہیں ہوسکتا۔ غرض کہ قرآن کے علوم کو مال نہیں کہہ سکتے اس صورت میں جن احادیث میں صراحتاً وارد ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام بے حساب مال تقسیم کرینگے اُس سے یہ مراد نہیں ہوسکتی کہ وہ علوم قرآنیہ تقسیم کرینگے۔

البتہ بادی النظر میں مرزا صاحب کا یہ اعتراض ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ مال تقسیم کرنے کے لئے اُس کا جمع کرنا بھی ضرور ہے حالانکہ عیسےٰ علیہ السلام کی یہ شان نہیں کہ مال جمع کریں۔ اگرچہ اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ جب مرزا صاحب کو عیسویت کا دعوے ہے تو پھر وہ اقسام کی تدبیروں سے مال جس کو خود فتنہ کہتے ہیں کیوں جمع کرتے ہیں مگر تحقیقی جواب اُس شبہ کا یہ ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام کو مال جمع کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی بلکہ اُس زمانے میں مال زمین سے اُبلیگا جیساکہ احادیث موصوفہ میں ویفیض المال بتصریح موجود ہے یہاں بھی مرزا صاحب نے دھوکا دیا۔

مرزا صاحب جو فرماتے ہیں کہ مسیح اتنا مال یعنی علوم قرآنیہ تقسیم کریگا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائینگے اور ایک مقام میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں وہ مال اتنا تقسیم کرونگا کہ لوگ لے نہ سکینگے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے معتقدین

Marfat.com

اس مصنوعی مال سے اتنا سرمایہ علمی حاصل کرلینگے کہ اُس سے زیادہ کی ضرورت نہ ہوگی۔ مگر حدیث شریف میں یہ ہے لیدعن الی المال فلا یقبلہ احد یعنی وہ لوگ مال لینے کے لئے بلائے جائینگے مگر کوئی اُس کو قبول نہ کریگا جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ لوگ اُس سے اعراض کرینگے اور ظاہر ہے کہ علوم قرآنیہ سے اعراض کرنا دلیل کفر ہے۔ اہل اسلام تو بلحاظ آیۂ شریفہ وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا ہمیشہ زیادتی علم کے طالب رہا کرتے ہیں بخلاف اس کے مال سے اعراض کرنا کوئی بُری بات نہیں بلکہ شرعاً ممدوح ہے۔ الغرض مال بمعنی علم ہو نہیں سکتا۔

مرزا صاحب نے مال کی جو توہین کی ہے کہ وہ فتنہ ہے اور مسیح مال دیکر لوگوں کو فتنے میں کیوں ڈالیگا۔ معلوم نہیں یہ کس حالت میں اُنہوں نے لکھدیا جس فتنے کو گھر سے نکال دینا عیسویت کی شان سے بعید سمجھتے ہیں اُسی فتنے کو اقسام کی تدبیروں سے خود جمع کر رہے ہیں اور قوم کے روبرو اپنی محتاجی بیان کرکے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں کہ کچھ امداد کرو جیسا کہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۹۵) سے ظاہر ہے حالانکہ یہ دعوے کہ میں عیسے ہوں۔

شاید مرزا صاحب یہاں یہ بھی اعتراض کرینگے کہ زمین سے مال اُگلنا خلاف عقل ہے مگر یہ اعتراض قابل توجہ نہیں اس لئے کہ آخر زمین میں دفینے معدنین موجود ہیں اور سلاطین کو اکثر ملا ہی کرتے ہیں اور خدائے تعالیٰ قادر ہے کہ اُن دفائن پر عیسے علیہ السلام کو مطلع فرمادے۔ اور اگر خدائے تعالیٰ کی قدرت ہی میں کلام ہے تو ہم اس کا جواب یہاں نہ دینگے۔ بلکہ اُن کتابوں میں دینگے جہاں بمقابلہ کفار صفات الٰہیہ ثابت کی جاتی ہیں

الغرض مرزا صاحب مال سے مراد ان احادیث میں جو علوم قرآنیہ لیتے ہیں وہ صحیح نہیں بلکہ دراصل وہ ایک ایسی علامت عیسٰی علیہ السلام کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادی ہے کہ ہر مسلمان اس کو دیکھتے ہی یقین کرلیگا کہ عیسٰی علیہ السلام اُتر آئے۔ اور چونکہ مرزا صاحب کے زمانے میں نہ مال اس قدر وفور سے ہے نہ وہ بے حساب تقسیم کرسکتے ہیں بلکہ خود ہی لوگوں سے وصول کرنے کی فکر میں دن رات مصروف ہیں۔ اس سے یقیناً مسلمانوں کو معلوم ہوگیا کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں ہوسکتے۔

(۷) کل ادیان کا ہلاک ہوکر ایک دین اسلام کا باقی رہ جانا۔ جیسا کہ روایت امام احمد اور ابی داؤد سے اوپر معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیہلکن فی زمانہ الملل کلہا الا الاسلام بیان للناس میں فتح الباری سے ابن حجرؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۵۱۴) میں لکھتے ہیں کہ اس زمانے میں تحصیل علوم رہزن ہورہی ہے ہمارے زمانے کی نئی روشنی عجیب طور پر ایمان اور دیانت کو نقصان پہنچا رہی ہے۔ فلسفی مغالطات نے سادہ لوحوں کو طرح طرح کے شبہات میں ڈال دیا ہے خیالات کی تعظیم کی جاتی ہے۔ حقیقی صداقتیں اکثر لوگوں کی نظر میں کچھ حقیر سی معلوم ہوتی ہیں۔ اور براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں کہ یادری لوگ ہمیشہ روز افزوں ترقی کررہے ہیں کہ ستائیس ہزار سے پانچ لاکھ تک شمار کرسٹانوں کا پہنچ گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس تحریر کے بعد کرستان اور بھی بڑھ گئے۔

Marfat.com

اب دیکھئے کہ مرزا صاحب کا زمانہ اسلام کے حق میں کیسا منحوس ہے جس میں
لامذہبی اور کفر کی روز افزوں ترقی ہے جس کے خود وہ معترف اور شاکی ہیں۔ کیا
اس کھلے مشاہدے کے بعد کسی مسلمان کو جس کو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
پر اور احادیث نبویہ پر ایمان ہے مرزا صاحب کے مسیح ہونے کا احتمال بھی ہو سکتا ہے۔ کیا
عیسےٰ موعود کا یہی کام ہے کہ کفر و الحاد کی شکایت کر کے روپیہ جمع کر لے جیسا کہ مرزا صاحب
نے براہین احمدیہ کی اشاعت میں یہی کام کیا کہ اس قسم کی تقریریں کر کے اس
کتاب کی لاگت سے دو چند بلکہ اُس سے بھی زیادہ روپیہ وصول کر لیا اور آخر میں
کھہ دیا کہ ایک ماشب اپنے خیالات کی شب تاریک میں موسیٰ علیہ السلام کی طرح سفر
کر رہا تھا کہ ایک دفعہ پردہ غیب سے انی انا ربک کی آواز آئی اور ایسے اسرار ظاہر
ہوئے کہ جن تک عقل اور خیال کی رسائی نہ تھی سو اب کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہراً
و باطناً حضرت رب العالمین ہے اور معلوم نہیں کہ کس انداز سے اور مقدار تک اُسے
پہنچانے کا ارادہ ہے اور دین اسلام کا وہی حافظ ہے۔ مقصود یہ کہ جتنے
دلائل قائم کرنے کا وعدہ تھا اب اُس کی ضرورت نہ رہی اور دین کا خدا حافظ ہے
اگر پادری۔ لامذہب اور آریہ وغیرہ مسلمانوں کی تعداد گھٹائیں اور کفر کی اشاعت
کریں تو عیسےٰ کو اُس سے کیا تعلق۔ اگر کوئی کافر بھی ہو جائے تو مرزا صاحب
صاف کہدینگے انی بری منک انی اخاف اللہ رب العالمین۔

(۸) دشمنی بغض اور حسد کا دفع ہو جانا جیسا کہ روایت صحیح مسلم سے ثابت ہے
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیذہبن الشحناء والتباغض والتحاسد
کنز العمال ج ۷ نمبر (۲۱۲۶)۔

Marfat.com

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ان صفات کا وجود ہی نہ رہے گا۔ اس لئے کہ جب کل ادیان جاکر اسلام ہی اسلام رہ جائیگا تو اصلی اخوت اسلامی قائم ہوجائیگی۔

اب مرزا صاحب کی عیسویت کا دورہ بھی دیکھ لیجئے کہ جہاں اسلام میں بہتر فرقے تھے اُنہوں نے ایک فرقہ ایسا بنا دیا کہ جس کو اُن میں سے کسی کے ساتھ تعلق نہیں اور اس فرقے کی یہ کیفیت کہ تمام مسلمانوں کا دشمن۔ ایک مسلمان آج اپنے گھر میں خوشی سے بیٹھا ہے کہ کل مرزا صاحب کا منتر اُس پر اثر کرتے ہی اپنے کنبے بھر کا دشمن ہوگیا اور طرفین سے سب وشتم اور زد و ضرب کی نوبت پہنچ رہی ہے۔ اور دونوں فوجداری میں کھنچے جارہے ہیں۔ اب مرزا صاحب ہی انصاف سے کہدیں کہ مسلمان اپنے نبی کی بات مان کر ایسے مسیح کا انتظار کریں جس کے زمانے میں اس علامت کا وقوع ہو یا آپ کی بات مان کر اپنے نبی کی حدیث کو جھوٹی ثابت کریں۔

(۹) باطنی اثر سے امن قائم ہوجانا اس طور پر کہ شیر اونٹوں کے ساتھ اور چیتے گائیوں کے ساتھ۔ اور بھیڑئے بکریوں کے ساتھ چرینگے اور لڑکے سانپوں کے ساتھ کھیلینگے جیسا کہ مسند امام احمد اور مستدرک حاکم میں مروی ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وتقع الامنة علی اہل الارض حتی ترعی الاسود مع الابل والنمور مع البقر والذباب مع الغنم ویلعب الصبیان بالحیات فلا یضرہم کنز العمال جلد (۷) نمبر (۱۴۲۱ و ۱۴۲۲)

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۵۹۴) میں لکھتے ہیں کہ حضرت نے ایک دوسری پیشگوئی بطور استعارے کے فرمادی کہ جب تم یہودی بن جاؤ گے تو تمہارے حال کے

Marfat.com

مناسب حال ایسا ہی ایک مسیح تم میں سے ہی دیا جائیگا اور وہ تم میں حکم ہوگا اور تمہارے
کینے اور بغض کو دور کریگا۔ شیر و بکری کو ایک جگہ بٹھا دیگا اور سانپوں کے زہر نکالدیگا اور
بچے تمہارے سانپوں اور بچھوؤں سے کھیلینگے اور اُن کے زہر سے ضرر نہیں اُٹھائینگے
یہ تمام اشارات اسی بات کی طرف ہیں کہ جب مذہبی اختلافات دور ہو جائینگے تو ایک دفعہ
فطرتی محبت کا چشمہ جوش ماریگا اور تعصب کے زہر نکل جائینگے اور ایک بھائی دوسرے
بھائی پر نیک ظن کریگا اور سب ملکر کوشش میں لگینگے کہ اسلام کو بڑھایا جائے اور مسلمانوں
کی کثرت ہو جیساکہ آج کل کوشش ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کو جہانتک ممکن ہے
کم کردیا جائے اور بدسرشت مولویوں کے حکم و فتوے سے دین اسلام
سے خارج کردئے جائیں اور اگر ہزار وجہ اسلام کی پائی جائے تو اُس سے
چشم پوشی کرکے ایک بیہودہ اور بے اصل وجہ کفر کی نکال کر ایسا کافر ٹھیرا دیا
جائے کہ گویا وہ ہندوؤں اور عیسائیوں سے بدتر ہے اور یہ سب ملا یوں
کہو کہ ایک دوسرے کو کھانے والے کیڑے ہیں الخ۔

پہلے مرزا صاحب کی مسیحائی پر اُن حالات کو جو احادیث موصوفہ میں وارد ہیں انہیں
کی تقریر کے موافق تطبیق کرکے دیکھ لیجئے۔ مسلمان تو بقول اُن کے یہودی
ہوگئے اور مرزا صاحب مسیح ہیں۔ ضرور تھا کہ مرزا صاحب کل مسلمانوں سے
تعصب کا زہر نکالدیتے اور کل اہل اسلام ملکر اسلام بڑھانے کی کوشش
کرتے جیساکہ انہوں نے لکھا ہے۔ مگر اس کا اب تک ظہور نہ ہوا۔ جس وقت
یہ تقریر مرزا صاحب نے کمال فخر سے کی ہوگی خوش اعتقاد لوگ آمنا وصدقنا
کہکر دل میں خوش ہوتے ہونگے کہ مرزا صاحب کا وجود نعمت غیر مترقبہ ہے

جہاں تک ہو سکے دل سے اُن کی تائید کی جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ براہین احمدیہ کو لوگوں نے سو سو روپے دیکر خریدا مگر اُن کو نادم ہونا پڑا کہ پچیس تیس سال سے بلکہ جب سے مرزا صاحب کا خیال اس طرف ہوا غالباً پچاس سال سے بھی زیادہ عرصہ گذر چکا ہے اس مدت میں بجائے اس کے کہ تعصب مذہبی دور ہو جاتا اُن کے طفیل سے ایک نیا تعصب ایسا قائم ہو گیا ہے کہ اُس کا اُٹھنا اُن کے بعد بھی بظاہر ممکن نہیں معلوم ہوتا۔ مرزا صاحب کا اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ اکثر بیمار رہتے ہیں اور چل چلاؤ کی فکر میں ایسے پڑ گئے ہیں کہ وہ گرم جوشیاں بھی جاتی رہیں کیا اب بھی توقع ہے کہ مرزا صاحب کل مسلمانوں کو ایک کر کے کفار کے مقابلے میں کھڑے کر دینگے۔ ہرگز نہیں مگر خوش اعتقادوں پر تعصب مذہبی اب ایسا مسلط ہو گیا ہے کہ وہ اب بھی مرغی کی ایک ٹانگ کہے جائینگے۔ اسی وجہ سے آدمی کو ضرور ہے کہ سوچ سمجھکر بہت احتیاط سے کوئی مذہب اختیار کرے کیونکہ اختیار کرنے کے بعد تعصب کی دیوار آگے پیچھے ایسی سد ہو جاتی ہے کہ اُس کا توڑنا مشکل ہو جاتا ہے کما قال تعالٰی وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا۔

مرزا صاحب مولویوں کی شکایت کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو وہ کم کرتے ہیں انصاف سے دیکھا جائے تو مولویوں نے صرف چند قادیانیوں کو مسلمانوں سے خارج کر دیا تھا مگر مرزا صاحب نے تو کروڑہا مسلمانوں کو اسلام سے خارج کر دیا جن کے اعتقاد قرآن و حدیث اور اجماع کے مطابق ہیں۔ اور اپنی قوم کو صاف حکم دیدیا کہ کسی مسلمان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور اُن سے من جمیع الوجوہ اجتناب اور

Marfat.com

مفارقت اختیار کریں اور وجہ اُس کی صرف یہی کہ مرزا صاحب پر ایمان نہیں لاتے
اب غور کیا جائے کہ چند قادیانیوں کو کروڑہا مسلمانوں کے ساتھ کیا نسبت ہے
پھر جب چند قادیانیوں کو خارج کرنے سے علمائے اسلام بدسرشت اور ایک دوسرے
کو کھانے والے کیڑے قرار دئے گئے تو مرزا صاحب کا لقب واقع میں کیا ہوگا
اور جو وجہ اُنھوں نے مسلمانوں کو اسلام سے خارج ہونے کی قرار دی ہے وہ
کس درجے کی بیہودہ اور بے اصل سمجھی جائے۔

مرزا صاحب نے بھیڑیا بکریاں وغیرہ الفاظ حدیث کے معنی جو مجازی لئے ہیں
اُس کی وجہ ظاہر ہے کہ اُن کے نزدیک ممکن نہیں کہ بھیڑیا بکری کو اور شیر اونٹ کو
نہ کھائے اور درندے اپنی صفت درندگی کو چھوڑ دیں کیونکہ مجازی معنی اسی وقت
لئے جاتے ہیں جب حقیقی معنی نہ بن سکیں۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ حقیقی معنی ان الفاظ کے کیوں
نہیں بن سکتے۔ اگر مرزا صاحب یہ کہیں کہ عادت کے خلاف ہے تو وہ مسلم ہے لیکن مسلمانوں کے بلکہ حکما کے
بھی نزدیک یہ بھی تو مسلم ہے کہ انبیا اور اولیا سے خلاف عادت امور بھی ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ اور
اگر یہ کہیں کہ حیوانات کے مقتضائے طبع کا دور کرنا خدا کی قدرت میں بھی نہیں ہے
تو پھر اُن کے کفر میں شک کیوں کیا جائے اور یہ تو ظاہر ہے کہ جب خدائے تعالیٰ
کی خالقیت کے قائل ہو گئے تو اس کو ماننا پڑیگا کہ جس نے اُن کو صفت سبعیت
دی ہے وہ اس کو سلب بھی کر سکتا ہے۔ مرزا صاحب کی اس تقریر سے مستفاد
ہوتا ہے نہ اُن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا اعتبار ہے نہ خدائے
تعالیٰ کی قدرت کا یقین پھر اُن سے اس بارے میں
گفتگو ہی کیا ہے۔

Marfat.com

آنکس کہ ز قرآن و خبر زو نرہی
اینست جوابش کہ جوابش ندہی

ہم اپنے اہم مشربوں سے خیر خواہانہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی تقریروں سے اپنے ایمان کو صدمہ نہ پہنچنے دیں اور قرآن وحدیث کے مقابلے میں کسی کی بات نہ سنیں عیسٰے علیہ السلام کے زمانے کی نسبت تو خاص خاص اہتمام منظور الٰہی ہیں جن کی خبریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتصریح دی ہیں۔ تاریخ الخلفاء میں امام سیوطی رح نے مالک ابن دینار وغیرہ اکابر دین کے چشم دید واقعات نقل کئے ہیں کہ عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں بھیڑیں بکریوں کے ساتھ چرا کرتی تھیں۔ الحاصل مرزا صاحب نے صرف اپنی عیسویت جمانے کی غرض سے یہ کام کیا کہ جتنے خوارق عیسٰے علیہ السلام کی خبریں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہیں سب میں تاویلیں کرکے اُن کی وقعت کھودی اور اُن کو معمولی باتیں قرار دیکر اپنے آپ پر منطبق کرلیا اگر غور سے دیکھا جائے تو اُس کی نظیریں امم سابقہ میں بھی مل سکتی ہیں دیکھئے حق تعالےٰ قرآن شریف میں خبر دیتا ہے اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهِیْمَ فِیْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ واقعہ یہ ہے کہ لوگ غلہ لینے کے لئے نمرود کے پاس جاتے تھے اور اُس کی عادت تھی کہ اُن سے پوچھتا کہ تمہارا رب کون ہے اگر وہ کہتے کہ تو ہی ہمارا رب ہے تو اُن کو غلہ دیتا۔ ایکبار ابراہیم علیہ السلام بھی ضرورتاً اُس کے پاس گئے اور اُس نے حسب عادت آپ سے بھی پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے آپ نے فرمایا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اُس نے کہا یہ صفت تو مجھ میں بھی ہے جس کو چاہتا ہوں مار ڈالتا ہوں اور جسکو چاہتا ہوں زندہ چھوڑ دیتا ہوں

Marfat.com

چنانچہ دو شخصوں کو بلا ایک کو قتل کر ڈالا اور دوسرے کو زندہ چھوڑ دیا یہ واقعہ تفسیر دُرِ منثور میں امام سیوطی رہ نے ذکر کیا ہے۔

دیکھئے صفت احیا و اماتت جو خاصۂ باری تعالیٰ ہے اُس کی تاویل کر کے نمرود نے ایک معمولی بات بنا دی اور اپنے آپ پر منطبق کر لیا جس طرح مرزا صاحب کر رہے ہیں مرزا صاحب نے مسلمانوں کی نسبت تو فرما دیا کہ وہ یہود بن گئے مگر افسوس ہے کہ اپنی حالت کو ملاحظہ نہیں فرمایا کہ کیا بن گئے۔ اگرچہ اُن کو اعتراف ہے کہ وہ یہودیوں کے مثل ہیں جیسا کہ عبارت مذکورہ میں لکھتے ہیں (جب تم یہودی بن جاؤ گے تو تمہارے مناسب حال ایسا ہی ایک مسیح تم میں سے دیا گیا) مگر ان تقریروں سے ظاہر ہے کہ اسی پر اکتفا نہیں۔

بہرحال یہ علامتیں جو صحیح حدیثوں میں وارد ہیں مرزا صاحب کے زمانے پر صادق نہیں آسکتیں اس وجہ سے وہ مسیح موعود ہو نہیں سکتے۔

(۱۰) شب معراج خود عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ دجال کے قتل کیلئے میں مامور ہوں اور زمین پر اُتر کے میں ہی اُسکو قتل کرونگا۔ جیسا کہ امام احمد رح اور ابن ابی شیبہ اور سعید بن منصور اور بیہقی نے روایت کی ہے عن ابن مسعود رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ وسلم لقیت لیلۃ اسری بی ابراہیم وموسیٰ وعیسےٰ علیہم السلام فذکروا امر الساعۃ فردوا امرہم الی ابراہیم فقال لا علم لی بہا فردوا امرہم الی موسیٰ فقال لا علم لی بہا فردوا امرہم الی عیسےٰ فقال اما وجبتہا فلم یعلم بہا احد الا اللہ وفیما عہد الی ربی ان الدجال خارج ومعی قضیبان فاذا رآنی ذاب کما یذوب الرصاص فیہلکہ اللہ اذا رآنی الحدیث یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

سنے کہ شب معراج محمد سے اور ابراہیم اور موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات ہوئی اثنائے گفتگو میں قیامت کا ذکر آیا اور سب نے ابراہیم علیہ السلام سے اُس کا حال دریافت کیا اُنہوں نے اپنی لاعلمی ظاہر کی اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی لاعلمی ظاہر کی مگر عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ تو سوائے خدائے تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کب ہوگی مگر میں اتنا جانتا ہوں کہ دجال نکلنے والا ہے اور خدائے تعالیٰ نے مجھے معلوم کرا دیا ہے کہ اُس وقت میرے ساتھ دو چھڑیاں ہونگی جب وہ مجھے دیکھیگا تو سیسے کی طرح پگھلنے لگیگا۔

مولوی محمد عبد اللہ صاحب شاہجہاں پوری نے شفاء للناس میں فتح الباری سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث مسند امام احمد اور ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں ہے اور حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے دجال کے نکلنے کا حال کہکر کہا کہ میں اس وقت اُترونگا اور اس کو قتل کرونگا اس صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ خود عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ خدائے تعالیٰ نے پہلے سے مجھے دجال کے قتل کے لئے معین فرمادیا ہے اور میں زمین پر اُترکر اُسکو قتل کرونگا۔ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف کشف ہی سے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا حال معلوم نہیں ہوا بلکہ خود عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے حضرت سن چکے تھے۔ اس سے وہ احتمال بھی جاتا رہا جو مرزا صاحب نے کہا تھا کہ اس کشف میں حضرت کو نعوذ باللہ غلطی ہوئی ہے۔

مرزا صاحب غالباً یہاں یہ شبہ پیش کرینگے کہ ان انبیا کے مقامات ایک آسمان پر نہیں پھر سب کا اتفاق اور مجمع ایک جگہ کیسے ہوا۔ مگر اہل اسلام کے

Marfat.com

نزدیک ایسے رکیک شبہات قابل توجہ نہیں اس لئے کہ اولیاء اللہ کو اس عالم میں یہ بات حاصل ہے کہ وقت واحد میں متعدد مقامات میں رہ سکتے ہیں۔ جیسا کہ امام سیوطی رحمہ نے کتاب المنجلی فی تطور الولی میں اس کو دلائل سے ثابت کیا ہے اور اولیاء اللہ کے تذکروں میں اس کی نظائر بکثرت موجود ہیں۔

الحاصل اس حدیث کے دیکھنے کے بعد اہل ایمان کو اس میں کوئی شبہ نہ رہے گا کہ مرزا صاحب نے اپنی عیسویت ثابت کرنے کے لئے جتنی تمہیدات کی ہیں کہ خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا ابن مریم رکھا اور یہ کہا اور وہ کہا سب سخن سازیاں اور افترا ہیں اور کوئی الہام اُن کا اس قابل نہیں کہ اس حدیث کے مقابلے میں آسکے۔

مرزا صاحب نے مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی کے مقابلے میں جو تقریر کی ہے الحق الصریح فی حیواۃ المسیح صفحہ (۱۰۷) میں بلفظہ لکھا ہے اُس تقریر میں مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ فرض کرو کہ وہ قرأت بقول مولوی صاحب کے ایک ضعیف حدیث ہے مگر آخر حدیث تو ہے یہ تو ثابت نہیں ہوا کہ وہ کسی مفتری کا افترا ہے۔ مولوی صاحب پر فرض تھا کہ قرأت شاذہ قبل موتہم کے راوی کا صریح افترا ثابت کرتے اور یہ ثابت کر کے دکھلاتے کہ یہ حدیث موضوعات میں سے ہے مجرد ضعیف حدیث کا بیان کرنا اُس کو بکلی ثبوت سے روک نہیں سکتا۔ امام بزرگ حضرت ابوحنیفہ فخر الائمہ سے مروی ہے کہ میں ایک ضعیف حدیث کے ساتھ بھی قیاس کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اب کیا جس قدر حدیثیں صحاح ستہ میں ہیں بباعث بعض راویوں کے قابل جرح یا مرسل اور منقطع الاسناد ہیں وہ بالکل پایۂ اعتبار سے خالی اور بے اعتبار محض ہیں اور کیا محدثین کے نزدیک موضوعات کے برابر

Marfat.com

سمجھی گئی ہیں۔

مرزا صاحب کو جب ضعیف حدیث کے ساتھ یہ خوش اعتقادی ہے تو یہ حدیث جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسٰی علیہ السلام کا بیان مذکور فرمایا ہے وہ تو صحیح ہے جس کی صحت کی تصریح اکابر محدثین نے کردی ہے اُس کو وہ ضرور مانتے ہونگے مگر اُن کی تقریروں سے ثابت ہے کہ وہ اس کو نہیں مانتے۔ مرزا صاحب اپنے استدلال کے وقت جو ضعیف حدیث کے ماننے پر ہم کو مجبور کرتے ہیں اور خود حدیث صحیح بھی نہیں مانتے اس سے ظاہر ہے کہ وہ ہمکو مسلمان سمجھتے ہیں اور خود کو دائرۂ اسلام سے خارج اگر مسلمانوں کا یہودی بن جانا اور اپنا مسلمان ہونا اُن کے نزدیک ثابت ہوتا تو اُس پر کبھی اصرار نہ کرتے کہ ضعیف حدیث بھی نبی کی ہم لوگ مان لیں اور خود صحیح حدیث بھی نہ مانیں۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو جو انہوں نے یہود قرار دیا تھا اور اپنے آپکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی وہ قطع نظر اس کے کہ واقع کے خلاف ہے خود بھی اپنی غلط بیانی کے معترف ہیں۔ اس موقع میں ہم نہایت خوشی سے اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ اپنے نبی کی ضعیف حدیث بھی قابل تسلیم ہے۔ مگر مرزا صاحب کو کوئی حق نہیں کہ اسکا الزام ہم پر لگائیں کیونکہ مسائل جزئیہ میں ہر دین والا اپنے نبی کے قول پر عامل ہوتا ہے دوسری ملت والا شخص اُن میں مباحثے کا مجاز نہیں بلکہ اگر مناظرہ ہو تو امور کلیہ میں ہوگا کہ پہلے ہر شخص اپنا دین واجب الاتباع ثابت کرے۔ اب مرزا صاحب سے اگر بحث ہو تو ہم اپنا دین ناسخ ثابت کریں اور مرزا صاحب اپنا دین اور اُن جزئیات سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اگر مرزا صاحب آپنے کو دائرۂ اسلام میں داخل کرنا چاہتے ہیں جیسا

Marfat.com

بمقتضائے وقت اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں تو چاہیئے کہ اس حدیث صحیح کو مان لیں اور دعوے عیسویت سے توبہ کریں ورنہ یہ الزام رفع نہیں ہو سکتا۔

الحاصل مرزا صاحب اس حدیث کو مانیں یا نہ مانیں مسلمانوں کے نزدیک مرزا صاحب اس صحیح حدیث کی روسے مسیح موعود ہرگز ہو نہیں سکتے (۱۱ و ۱۲) عیسے علیہ السلام کا دجال کو باب لد پر قتل کرنا۔ اور اُن کے دم سے کفار کا مرجانا جو اس روایت سے ظاہر ہے جو مسلم شریف میں ہے۔ عن النواس ابن سمعان قال ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدجال ذات غداۃ فخفض فیہ ورفع حتی ظنناہ فی طائفۃ النخل فلما رحنا الیہ عرف ذلک فینا فقال ماشانکم قلنا یارسول اللہ ذکرت الدجال غداۃ فخفضت فیہ ورفعت حتی ظنناہ فی طائفۃ النخل فقال غیر الدجال اخوفنی علیکم ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ دونکم وان یخرج ولست فیکم فامرؤ حجیج نفسہ واللہ خلیفتی علی کل مسلم۔ انہ شاب قطط عینہ طافئۃ کانی اشبہہ بعبد العزی بن قطن فمن ادرک منکم فلیقرأ علیہ فواتح سورۃ الکہف۔ انہ خارج خلۃ بین الشام والعراق فعاث یمیناً وعاث شمالاً یا عباد اللہ فاثبتوا قلنا یارسول اللہ وما لبثہ فی الارض قال اربعون یوما یوم کسنۃ ویوم کشہر ویوم کجمعۃ وسائر ایامہ کایامکم قلنا یارسول اللہ فذالک الیوم الذی کسنۃ اتکفینا فیہ صلوۃ یوم قال لا اقدروا لہ قدرہ قلنا یارسول اللہ وما اسراعہ فی الارض قال کالغیث استدبرتہ الریح فیاتی علی القوم فیدعوہم فیؤمنون بہ ویستجیبون لہ فیامر السماء فتمطر والارض فتنبت فتروح علیہم سارحتہم اطول ما کانت ذری

Marfat.com

واسبغه ضروعاً وامده خواصر ثم یاتی القوم فیدعوهم فیردون علیه قوله فینصرف عنهم
فیصبحون ممحلین لیس بایدیهم شیء من اموالهم ویمر بالخربة فیقول لها اخرجی کنوزک
فتتبعه کنوزها کیعاسیب النحل ثم یدعو رجلا ممتلیا شبابا فیضربه بالسیف فیقطعه جزلتین
رمیة الغرض ثم یدعوه فیقبل ویتهلل وجهه ویضحک فبینما هو کذالک اذ بعث الله
المسیح ابن مریم علیه السلام فینزل عند المنارة البیضاء شرقی دمشق بین
مهرزتین واضعا کفیه علی اجنحة ملکین اذا طاطا راسه قطر واذا رفعه تحدر منه جمان
کاللؤلؤ فلا یحل لکافر یجد ریح نفسه الا مات ونفسه ینتهی حیث ینتهی طرفه
فیطلبه حتی یدرکه بباب لد فیقتله ثم یاتی عیسی الی قوم قد عصمهم الله منه فیمسح
عن وجوههم ویحدثهم بدرجاتهم فی الجنة فبینما هو کذالک اذ اوحی الله الی عیسی علیه السلام
انی قد اخرجت عبادا لی لایدان لاحد بقتالهم فحرز عبادی الی الطور ویبعث الله
یاجوج وماجوج وهم من کل حدب ینسلون فیمر اوائلهم علی بحیرة طبریة فیشربون ما فیها
ویمر آخرهم فیقولون لقد کان بهذه مرة ویحصر نبی الله عیسی علیه السلام واصحابه
حتی یکون راس الثور لاحدهم خیرا من مائة دینار لاحدکم الیوم فیرغب نبی الله عیسی
علیه السلام واصحابه فیرسل الله علیهم النغف فی رقابهم فیصبحون فرسی کموت نفس واحدة
ثم یهبط نبی الله عیسی علیه السلام واصحابه الی الارض فلا یجدون فی الارض موضع شبر الا ملاه
زهمهم ونتنهم فیرغب نبی الله عیسی علیه السلام واصحابه الی الله فیرسل الله علیهم طیرا کاعناق
البخت فتحملهم فتطرحهم حیث شاء الله ثم یرسل الله مطرا لایکن منه بیت مدر ولا وبر فیغسل
الارض حتی یترکها کالزلفة ثم یقال للارض انبتی ثمرتک وردی برکتک فیومئذ تاکل العصابة
من الرمانة ویستظلون بقحفها ویبارک فی الرسل حتی ان اللقحة من الابل لتکفی الفئام من الناس

Marfat.com

واللقحۃ من البقرۃ لتکفی القبیلۃ من الناس واللقحۃ من الغنم لتکفی الفخذ من الناس

فبینما ہم کذلک اذ بعث اللہ ریحا طیبۃ فتاخذہم تحت آباطہم فتقبض روح

کل مومن وکل مسلم ویبقے شرار الناس یتہارجون فیہا تہارج الحمر فعلیہم تقوم الساعۃ

رواہ مسلم۔

یعنی نواس کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر ایسے طور پر کیا کہ کچھ دبی آواز سے فرمایا اور کچھ بلند آواز سے جس سے ہمکو خیال ہوا کہ شاید نخلستان میں وہ آگیا جب ہم اُس طرف جانے لگے فرمایا کہ یہ کیا تمہاری حالت ہے۔ ہمنے عرض کی کہ آپنے ایسے طور پر دجال کا حال بیان فرمایا کہ ہمیں اُس کے نخلستان میں آجانے کا گمان ہوگیا۔ حضرت نے فرمایا اُس سے زیادہ خوف دوسرا امور کا تمہاری نسبت مجھے ہے (یعنی ظالم اور گمراہ سلاطین کا جیساکہ دوسرا احادیث میں وارد ہے) اگر بالفرض دجال میرے وقت میں نکلے تو میں اُس سے گفتگو کرکے قائل کردونگا اور اگر میرے بعد نکلے تو ہر شخص اُس سے بطور خود بحث کرے اور اللہ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ ہے مگر یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ دجال جوان ہوگا اور اُس کے بال بہت بڑے ہوئے ہونگے اور وہ عبد العزیٰ بن قطن سے کے ساتھ کسیقدر مشابہ ہے۔ جو مسلمان اُس کو پائے سورۂ کہف کے شروع کی چند آیتیں پڑھ لے اور یہ بھی یاد رکھو کہ وہ شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا اور دائیں بائیں فساد کا ہنگامہ برپا کردیگا۔ اے خدا کے بندو اُس وقت اپنے دین پر ثابت رہو ہمنے عرض کی یا رسول اللہ وہ کتنے روز زمین پر رہیگا فرمایا چالیس روز

Marfat.com

مگر ایک دن ایک برس کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک مہینے کے برابر اور ایک دن ایک ہفتے کے برابر اور باقی ایام معمولی ہونگے ہمنے عرض کی یا رسول اللہ جو دن ایک برس کے برابر ہوگا اُس میں پانچ نمازیں کافی ہونگی فرمایا نہیں ۔ اوقات کا اندازہ کر کے نمازیں پڑھی جائیں۔ پھر ہمنے عرض کی اُس کی سُرعت سیر کی کیا کیفیت ہوگی فرمایا جس طرح ابر کو ہوا لے جاتی ہے ۔ وہ کسی قوم میں جاکر اُن کو اپنے پر ایمان لانے کو کہیگا جب وہ اُس پر ایمان لائینگے تو آسمان کو حکم کریگا کہ پانی برسائے اور زمین کو حکم کریگا سبزی اُگائے جس سے جانور خوب ہی موٹے تازے ہوجائینگے پھر دوسری قوم پر جاکر اُن کو اپنی طرف مائل کریگا مگر وہ قبول نہ کرینگے وہاں سے جب وہ لوٹیگا تو اُن لوگوں پر قحط آجائیگا اور کسی قسم کا مال اُن لوگوں کے ہاتھ میں باقی نہ رہیگا۔ اُس کے بعد ایک ویرانے پر گذریگا اور اُس سے کہیگا کہ اپنے خزانوں کو نکال لے چنانچہ وہاں کے خزانے اُس کے ساتھ ہوجائینگے ۔ پھر ہر ایک شخص کو بلائیگا جو کمال شباب میں ہوگا اور اُس کے دو ٹکڑے کر کے دور دور ڈلوا دیگا پھر اُس جوان مقتول کو بلائیگا چنانچہ وہ ہنستا ہوا اُس کی طرف جائیگا ۔ غرض کہ وہ اس قسم کے واقعات میں مشغول ہوگا کہ خدائے تعالےٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھیجیگا وہ دمشق کی شرقی جانب سفید منارے کے پاس دو زرد چادریں پہنے ہوئے دو فرشتوں کی بازووں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریںگے جب وہ سر جھکادیں گے یا اٹھادینگے تو اُن کے پسینے کے قطرے مثل موتی کے ٹپکیں گے۔ جس کافر کو اُن کے دم کی بو پہنچ جائے گی تو ممکن نہیں کہ وہ زندہ رہ سکے ۔ پھر وہ دجال کو ڈھونڈکر لد کے دروازے پر جو بیت المقدس کے قریب ایک شہر ہے

Marfat.com

قتل کر ڈالینگے۔ اُس کے بعد عیسٰے علیہ السلام اُس قوم کی طرف جائینگے جنکو حق تعالے نے دجال کے فتنے سے بچایا تھا اور شفقت سے اُن کے منہ پر ہاتھ پھیر کر خوشخبری درجات جنت کی دینگے جو اُن کے لئے مقرر ہیں۔ اس اثنا میں حق تعالیٰ عیسٰے علیہ السلام پر وحی فرمائیگا کہ اب ہم نے اپنے ایسے بندوں کو نکالا ہے جنکے مقابلے کی کسی میں طاقت نہیں اس لئے ہمارے پیارے بندوں کو تم طور کی طرف لے جاؤ اُس وقت یاجوج ماجوج کو حق تعالے زمین پر بھیجیگا جو ہر بلندی پر سے دوڑتے نظر آئینگے اُنکی کثرت کی کیفیت ہوگی کہ جب بحیرہ طبریہ پر اُن کا گذر ہوگا تو اس کا سب پانی پی جائینگے جسکو دیکھکر اُن کے پچھلے لوگ خیال کرینگے کہ شاید کسی زمانے میں یہاں پانی تھا۔ اُدھر عیسٰے علیہ السلام اور اُن کے اصحاب محصور ہونگے اور اشیا کی نایابی اس درجے تک پہنچ جائیگی کہ آج کے دن سو اشرفیوں کی جو تمہیں قدر ہے اُس روز بیل کے ایک سر کی قدر ہوگی۔ اُس وقت عیسٰی علیہ السلام اور اُن کے اصحاب خدائے تعالے کی طرف توجہ کرینگے اور حق تعالے ایک کیڑا یاجوج وماجوج کی گردنوں میں پیدا کر دیگا جس سے ایک رات میں وہ سب مرجائینگے ایک ان میں سے نہ بچیگا۔ پھر عیسٰے علیہ السلام اپنے اصحاب کے ساتھ اپنے مقام سے نکلیں گے اور دیکھینگے کہ زمین پر ایک بالشت کی جگہ ایسی نہیں جہاں اُن کی چربی اور گندگی نہ ہو سب خدا تعالے کی طرف متوجہ ہونگے کہ یہ مصیبت دفع فرمائے۔ تب حق تعالے بڑے بڑے پرند اُتاریگا اور وہ اُن کی لاشوں کو اُٹھا کر جہاں منظور الٰہی ہے ڈال دینگے اور پانی برس جائیگا جس سے تمام روئے زمین آئینہ کی طرح صاف ہو جائیگا۔ پھر زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے ثمرات اُگا دے اور برکت از سر نو ظاہر کرے چنانچہ برکت کی یہ کیفیت ہوگی

Marfat.com

کہ ایک انار ایک جماعت کو کافی ہوگا اور اُس کے چھلکے کے سائے کے تلے ایک جماعت بیٹھ سکے گی۔ اور ایک اونٹنی کے دودھ میں یہ برکت ہوگی کہ ایک بڑی جماعت اُس سے سیراب ہوجائیگی اور ایک گائے کا دودھ ایک قبیلے کو اور ایک بکری کا دودھ ایک خاندان کے لوگوں کو کافی ہوگا۔ اس اثنا میں ایک ہوائے خوشگوار ایسی بہیگی کہ مسلمانوں کے بغلوں کے نیچے سے اس کے بہتے ہی اُن کی روح قبض ہوجائیگی چنانچہ کل مسلمان عالم بقا کو چلے جائینگے۔ اور بُرے لوگ باقی رہ جائینگے اُن لوگوں کی بیحیائی اس درجے تک پہنچ جائیگی کہ عام جلسوں میں مرد عورت گدھوں کی طرح علانیہ جفتی کرینگے۔ انہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی"

اس حدیث شریف نے مرزا صاحب کی عیسویت کی کارروائی کو ملیا میٹ کر دیا کیونکہ جو امور عیسےٰ علیہ السلام سے متعلق اس میں مذکور ہیں نہ مرزا صاحب سے اُن کا وقوع ممکن ہے نہ اُن کے زمانے میں کوئی ایسی بات پائی جاسکتی ہے جو عیسےٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہوگی۔ اسی وجہ سے وہ جھنجلا کر ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۰۲) میں لکھتے ہیں کہ بانی مبانی اس تمام روایت کا صرف نواس بن سمعان ہے۔ اور کوئی نہیں۔ جس کا مطلب کھلے الفاظ میں یہ ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو بنایا ہے۔ اگر مرزا صاحب یہ الفاظ اپنے معاصرین کے حق میں کہتے تو چنداں مضائقہ نہ تھا مگر افسوس ہے اُن کی صحابیت اور جلالت شان کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا۔ بھلا نواس رضہ کو کیا خبر کہ مرزا صاحب عیسویت کا جھوٹا دعوے کرینگے جس کے مخالف یہ حدیث ہوگی انہوں نے تو اپنا فرض منصبی ادا کر دیا اور جس طرح صحابہ کا دستور تھا جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا بلاکم وکاست پہنچا دیا اور امت مرحومہ نے اُس کو قبول بھی کرلیا۔ کیونکہ اس حدیث

Marfat.com

ہیں اگر کسی کو کلام ہوتا تو علما اس کی تصریح کر دیتے کہ نواس رضؓ نے اس حدیث میں
غلطی کی ہے۔ ہر چند یہ بات ظاہر ہے کہ جتنے امور اس حدیث میں مذکور ہیں ظاہرا
خلاف عقل ہیں مگر علما نے دیکھا کہ جتنے وقائع قیامت کے قرآن و حدیث سے
ثابت ہیں بالکل خلاف عقل ہیں اور یہ امور بھی مقدمۂ قیامت ہیں اس لئے انہوں
نے ان کو بھی قیامت ہی سے متعلق کر کے ایمان سے کام لیا لیکن مرزا صاحب
چونکہ اس مسئلے میں صاحب غرض ہیں انہوں نے دیکھا کہ اگر ایک بات بھی اس
حدیث کی مان لی جائے تو عیسویت سے دست بردار ہونا پڑتا ہے اس لئے پہلے
تو بانی مبانی اس حدیث کا نواسؓ کو قرار دے کر موضوع ہی ٹھیرا دیا پھر تاویلات سے
کام لیا چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۰۲) میں اس حدیث کو ذکر کر کے ایک دوسری
حدیث تلاش کی جو ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ میں رات عیسیٰ علیہ السلام کو اور دجال کو خواب میں دیکھا اور اُن دونوں کا حلیہ بھی
بیان فرمایا جو خواب میں دیکھا تھا۔ مقصود اس تلاش سے یہ ہے کہ کسی طرح نواس رضؓ
رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بیکار کر دیں اور اُس کی تدبیر یہ نکالی کہ ابن عمرؓ کی حدیث میں
مصرح ہے کہ حضرت نے خواب میں دونوں کو دیکھا تھا اس وجہ سے نواس رضؓ کی حدیث
بھی خواب ہی کی بات ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ اب اس تمام حدیث پر غور کرنے سے
معلوم ہوگا کہ جو کچھ دمشقی حدیث میں مسلم نے بیان کیا ہے اکثر باتیں اُس کی بطور اختصاص
اس حدیث (ابن عمرؓ) میں واقع ہیں اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف اور صریح
طور سے اس حدیث میں بیان فرمادیا کہ یہ میرا ایک مکاشفہ یا یہ خواب ہے
پس اس جگہ یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ دمشق والی حدیث

Marfat.com

(جس کو نواس رضؓ نے روایت کیا ہے) درحقیقت وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خواب ہی ہے۔

نواسؓ والی حدیث میں شروع سے اخیر تک کہیں نہ خواب کا لفظ ہے نہ اُس پر کوئی دلیل مگر مرزا صاحب نے اسی میں سے ایک لفظ نکال ہی لیا چنانچہ صفحۂ (۲۰۳) میں لکھتے ہیں کہ حضرت نے دجال کو خواب یا کشف میں دیکھا تھا اور چونکہ وہ ایک شے عالم مثالی ہے اس لئے اُس کا حلیہ بیان کرنے کے وقت لفظ کاَنّ یعنی گویا کا لفظ بتا دیا تا اس بات پر دلالت کرے کہ یہ رویت حقیقی رویت نہیں۔ ایک امر تعبیر طلب ہے سبحان اللہ مرزا صاحب نے کہاں کی کہاں لگا دی۔ اگر تعبیر طلب تھی تو ابن عمر رضؓ کی حدیث تھی جس میں عیسٰے علیہ السلام اور دجال وغیرہ کا خواب میں دیکھنا مذکور ہے حالانکہ حضرت نے نہ خود اُس کی تعبیر بیان کی نہ صحابہ نے حسب عادت پوچھا کہ عیسٰے سے کیا مراد ہے اور دجال سے کیا مراد اور اُن کے طواف سے کیا مقصود ہے اُس سے معلوم ہوا کہ اس خواب سے صرف اُن کی معرفت اور مشخص طور پر معلوم ہونا مقصود تھا بخلاف نواس رضؓ کی حدیث کے اُس میں تو سرے سے خواب کا ذکر ہی نہیں۔

رہا لفظ کانی اشبہ اُس سے صرف تعیین اور تشخیص مقصود ہے کہ من وجہٍ جسمانی مشابہت مشبہ اور مشبہ بہ بھی معلوم ہو جائے کیونکہ یہ لفظ دوسرے مشخصات کی قطار میں واقع ہے جیسے اُن کے نکلنے کے مقامات۔ اور مدت بقا اور سرعت سیر کا اندازہ اور اُس زمانے کے واقعات جن سے ہر مسلمان سمجھ جائے کہ جب تک یہ تمام نشانیاں نہ پائی جائیں نہ کسی کو عیسٰے سمجھ سکتے ہیں نہ دجال موعود۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ باوجود ان تمام تشخصات اور اہتمام کے جو

Marfat.com

حضرت نے اُن کے بیان میں کیا ہے یہ سمجھنا کہ وہ سب خواب و خیال ہے کس قدر ایمان سے دور ہے پیشتر یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ مرزا صاحب نے یوز آسف کا طریقہ اختیار کیا ہے کہ واقعات میں تصرف کیا کرتے ہیں جیسے اُس نے ابراہیم علیہ السلام کے تمام واقعات میں تصرف کر کے اُن کو مجوسی قرار دیا اور بنیاد یہ قائم کی کہ اُن کے خلفہ پر برص ہوا تھا مرزا صاحب نے یہاں بھی وہی کیا کہ لفظ کانی پر یہ بنیاد قائم کی نواس رض کی حدیث ایک خواب کا واقعہ ہے ابن عمر رض والی حدیث میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں نے خواب میں عیسٰی علیہ السلام اور دجال کو دیکھا ہے اُس بنا پر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ پس یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ دمشق والی حدیث درحقیقت ایک خواب ہی ہے معلوم نہیں مرزا صاحب سے کس نے کہدیا کہ حضرت نے دجال وغیرہ کو جو ایک بار خواب میں دیکھ لیا تھا اُس کے بعد جتنے واقعات اور پیشگوئیاں حضرت نے اس باب میں فرمائی ہیں وہ سب خواب ہیں۔ ایک بار کسی کو خواب میں دیکھنے سے قطعی طور پر یہ کیونکر ثابت ہو گا کہ جب کبھی اُس کے واقعات بیان ہوں سب خواب ہی ہوا کریں۔ مرزا صاحب کے اس مسلک پر حضرت عائشہ رض کے نکاح وغیرہ کے واقعات سب قطعی اور یقینی طور پر خواب ہونگے اس لئے کہ اُن کو بھی حضرت نے نکاح سے پہلے خواب میں دیکھ لیا تھا۔ مرزا صاحب کی سخن سازیوں نے قطع اور یقین کو نہایت ہی ارزاں کر دیا ہے کہ جہاں احتمال بھی پایا نہیں جاتا قطع و یقین کے ڈھیر لگ جاتی ہے۔

مرزا صاحب نے دجال کی نسبت جو لکھا ہے کہ حضرت نے دجال کو خواب میں دیکھا وہ صورت مثالی تعبیر طلب ہے اس سے تو مرزا صاحب کی عیسویت بھی دجال ہی کے ساتھ درہم و برہم ہو جاتی ہے اس لئے کہ حضرت نے دونوں کو ایک ہی خواب

Marfat.com

دیکھا تھا اور علمائے فن تعبیر نے تصریح کی ہے کہ عیسٰے علیہ السلام کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر سفر وغیرہ ہے اس صورت میں مرزا صاحب کی عیسویت کس بنا پر قائم ہوگی کیونکہ حضرت کے اس خواب کی تعبیر کا ظہور تو حضرت کے سفر وغیرہ سے اُسی زمانے میں ہو گیا ہوگا اب نواس رضی اللہ عنہ والی حدیث میں غور کیجئے کہ کتنے واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس میں بیان فرمائے ہیں جو عیسٰے علیہ السلام کے زمانے ہی سے متعلق ہیں (۱) دجال کا حلیہ (۲) شام و عراق کے درمیان سے اُس کا نکلنا (۳) اُس کا فساد برپا کرنا (۴) اُس کی مدت فتنہ پردازی (۵) اُس کے زمانے کے ایام کی مقدار (۶) اُن ایام کی نمازوں کا طریقہ (۷) اُس کی سرعت سیر (۸) اُس کے خوارق عادات (۹) عیسٰی علیہ السلام کا دمشق میں اترنا (۱۰) اُن کے اُترنے کا مقام (۱۱) اُن کا لباس اور ہیئت (۱۲) کافروں کا قتل (۱۳) دجال کو مقام معین میں قتل کرنا (۱۴) یاجوج و ماجوج کا خروج اور اُن کی کثرت (۱۵) خوردنی اشیا کی گرانی (۱۶) یاجوج و ماجوج کی موت کا حال (۱۷) پرندوں کا اُن کی لاشوں کو اُٹھا لیجانا (۱۸) زمین کو گندگی سے پاک کرنے کے لئے بارش (۱۹) پیداوار کی کثرت (۲۰) مسلمانوں کی موت کا حال (۲۱) کفار کا حال اور اُن پر قیامت کا قائم ہونا یہ کل علامات ایسی ہیں جو عیسٰے علیہ السلام کے زمانے کے ساتھ مختص ہیں جن میں سے ایک بھی مرزا صاحب کے وقت میں نہیں ہے۔

مرزا صاحب نے اس حدیث کو ایک خواب تعبیر طلب قرار دیکر بعض امور کی تعبیر بھی بیان کی ہے چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۱۵) میں طولانی ایام کی نسبت لکھتے ہیں کہ لمبے دنوں سے مراد تکلیف اور مصیبت کے دن بھی ہوتے ہیں۔ بعض مصیبتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ایک دن ایک برس کے برابر دکھائی دیتا ہے اور بعض مصیبتوں میں ایک دن

Marfat.com

ایک مہینے کے برابر اور بعضوں میں ایک ہفتے کے برابر دکھائی دیتا ہے پھر رفتہ رفتہ صبر پیدا ہو جانے سے وہی لمبے دن معمولی دن دکھائی دیتے ہیں۔"

ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۴۶) میں انہوں نے لکھا ہے کہ دجال سے مراد با اقبال تو میں ہیں۔"
جب دجال سے مراد با اقبال تومیں ہیں اور ایام کی درازی مصیبتوں کے لحاظ سے ہوئی ہے تو اس تعبیر میں اُن کو ضرور تھا کہ اُس کی تصریح بھی کر دیتے کہ فلاں با اقبال قوم کے خروج کا پہلا دن ایک سال اور دوسرا دن ایک ماہ کا اور تیسرا دن ایک ہفتے کا اور باقی ایام معمولی اصناف مصائب کے لحاظ سے ہو گئے تھے اسی طرح ایک ایک با اقبال قوم کے ایام و مصائب کا ذکر کرتے۔ مگر یہ اُن سے ممکن نہیں ان کو تو صرف حدیث کو بگاڑنا مقصود ہے۔ اور نمازوں کے باب میں لکھتے ہیں صفحہ (۲۱۶) کہ طولانی دن کی مقدار پر اندازہ کرنے کو جو فرمایا ہے سو یہ بیان حضرت کا علی سبیل الاحتمال ہے یعنی حضرت نے بلحاظ وسعت قدرت الٰہی کشفی امر کو مطابق سوال کے ظاہر پر محمول کر کے جواب دیا اور کشفی امر کو جب تک خاص طور پر خدا تعالےٰ ظاہر نہ کرے کبھی ظاہری معنٰے پر محدود نہیں سمجھتے تھے۔"

مطلب اس کا ظاہر ہے کہ اُن ایام کا کشف تو حضرت کو ہو گیا تھا مگر بیان کرنے میں نعوذ باللہ غلطی کی جو مطابق سوال کے خلاف واقع جواب دیدیا اور حق تعالےٰ نے اُس کشفی امر کو حضرت پر ظاہر ہی نہیں کیا اسی لئے ظاہری معنٰے پر اُس کو محدود کر لیا۔

یہاں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اگر اُن ایام کا کشف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو گیا تھا کہ ایک روز ایک برس کا ہو گا تو اُس کو ظاہری معنٰے پر حمل کرنا کیوں

Marfat.com

خلاف واقع سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر ایک برس کا ایک دن سمجھنا غلط تھا تو کشف ہی کیا ہوا۔ مرزا صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کشف کو اپنے ادعائی کشفوں کے جیسے سمجھ لیا ہے کہ کشف میں دیکھا تو شیطان کو اور سمجھ لیا کہ وہ خدا ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اسی وجہ سے حضرت کے کشف کی اصل حقیقت سمجھنے میں دقتیں لاحق ہوئیں۔

اور اسی ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۱۷) میں لکھتے ہیں کہ یہ جو فرمایا کہ دجال بادل کی طرح تیز چلیگا اور اس پر ایمان جو لائے تب بادل کو حکم کریگا کہ مینہ برسائے اور زمین کھیتی اُگائے سو یہ استعارات ہیں ہوشیار رہو دھوکا نہ کھانا"

مرزا صاحب مسلمانوں کو ڈراتے ہیں کہ تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تم کو دھوکا دیدیا اُن سے ہوشیار رہو دھوکا نہ کھاؤ۔ سبحان اللہ اس پر امتی ہونے کا دعویٰ بھی ہے اور اسی میں صفحہ (۲۱۵) لکھتے ہیں کہ دجال اس راہ سے نکلنے والا ہے کہ جو شام و عراق کے درمیان واقع ہے یہ بھی ایک استعارہ ہے جیسا کہ مکاشفات میں عام طور پر استعارات وکنایات ہوا کرتے ہیں" مرزا صاحب کی رائے یہاں چل سکی اس لئے کہ دجال تو با اقبال قومیں ٹھیریں اور وہ شام و عراق کے درمیان نہیں اس لئے اسی پر اکتفا کیا کہ وہ بھی ایک استعارہ وکنایہ ہے جسکے معنی سمجھ میں نہیں آتے یہاں اہل اسلام کو یہ بھی خیال کر لینا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس اہتمام سے ان واقعات کو بیان فرمایا اور کیسے کھلے کھلے الفاظ میں دجال کے حالات معلوم کرائے ان سب کو مرزا صاحب نے چیستان اور پہیلی قرار دیا اور صرف چند مضامین اپنی دانست میں حل کرکے باقی کو چھوڑ دیا۔ کیا یہی نبی کی شان ہے

Marfat.com

کہ اپنی امت کو کسی سے ڈرائے اور اُس کے احوال کی پہیلی بنا کر بیان کرے اور اس پہیلی کے سننے والے اُس کو ظاہر پر حمل کر کے ظاہری الفاظ پر ایمان لائیں جن میں بعض امور کفریات اور دھوکا ہوں اور نبی ساکت رہیں اور یہ بھی نہ کہیں کہ ہم نے تو پہیلی بنائی تھی تم اُسی کے ظاہر پر ایمان لارہے ہو۔ اپنے نبی کی نسبت ایسا گمان کرنے والا کیا امتی ہوسکتا ہے عقل اسکو ہرگز باور نہ کریگی۔

مرزا صاحب نے دیکھا کہ اگر عیسٰے اور دجال میں تلازم ثابت ہوجائے تو جو علامات دجال کی احادیث میں مذکور ہیں کسی پر صادق کر کے بتلانے کی ضرورت ہوگی اگرچہ کہ اپنے مناسب دجال کبھی پادریوں کو اور کبھی باقبال قوموں کو قرار دیتے ہیں اور چند علامات بھی تاویلیں کر کے اُن پر صادق کر دیتے ہیں مثلاً ایک چشمی ہونے سے مراد دنیاوی عقل وغیرہ ہیں مگر پوری علامتیں تاویلات سے بھی صادق نہیں آسکتیں اس لئے آخر میں بتنگ آکر صاف کہدیا کہ دجال کے باب میں جتنی حدیثیں بخاری اور مسلم وغیرہ میں مذکور ہیں سب موضوع ہیں البتہ ابن صیاد دجال موعود تھا جو حضرتؐ ہی کے زمانے میں نکلا اور مر بھی گیا اب دجال کی ضرورت ہی نہ رہی چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۲۶) میں لکھتے ہیں کہ اب اگر ہم بخاری اور مسلم کی اُن حدیثوں کو صحیح سمجھیں جو دجال کو آخری زمانے میں اتار رہی ہیں تو یہ حدیثیں موضوع ٹھیرتی ہیں اور اگر ان حدیثوں کو صحیح قرار دیں تو پھر ان کا موضوع ہونا ماننا پڑتا ہے۔ عقل خداداد ہم کو یہ طریقہ فیصلہ کا بتلاتی ہے کہ جتنی احادیث پر عقل اور شرع کا کچھ اعتراض نہیں اُنہیں کو سچ سمجھا جائے سو اس طریق فیصلے کی رو سے یہ حدیثیں جو ابن صیاد کی حق میں وارد ہیں قرین قیاس معلوم ہوتی ہیں کیونکہ ابن صیاد اپنے اوائل ایام میں

Marfat.com

بے شک ایک دجال ہی تھا اور بعض شیاطین کے تعلق سے اس سے امور عجیبہ ظاہر ہوتے تھے جس سے اکثر لوگ فتنے میں پڑتے تھے لیکن بعد مشرف باسلام ہو گیا"۔ اور اُسی کے صفحہ (۲۲۵) میں لکھتے ہیں کہ دوسری حدیثوں سے ظاہر ہے کہ بالآخر ابن صیاد پر یقین کیا گیا کہ یہی دجال معہود ہے چنانچہ صحابہ نے قسمیں کھا کر کہا کہ ہمیں اس میں شک نہیں کہ یہی دجال معہود ہے اور حضرت نے بھی آخر کار یقین کر لیا"۔

ابن صیاد اور دجال کی بحث انوار الحق میں کسی قدر بسوط لکھی گئی ہے اُس میں مرزا صاحب کے ان شبہات کے جوابات بھی مذکور ہیں مگر یہاں یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ جب آخری زمانے میں دجال کا وجود ہی نہ ہو تو پھر عیسیٰ کی ضرورت ہی کیا حالانکہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۴۷) میں وہ لکھتے ہیں لکل دجال عیسیٰ اس سے تو دونوں میں تلازم ثابت ہوتا ہے اور احادیث میں مصرح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خاص دجال کے قتل کے لئے معین ہیں اور خود عیسیٰ علیہ السلام نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی کہا جیسا کہ حدیث صحیح سے ابھی معلوم ہوا۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب وہ حدیثیں موضوع ہوں تو عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا ذکر جو وہ بھی انہی میں ہے کیونکر ثابت ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں مرزا صاحب کے اقرار سے ثابت ہو گیا کہ نہ وہ مسیح موعود ہیں نہ مثیل موعود اور نہ اُن کی ذریت میں کوئی مسیح ہو سکتا ہے۔ اور اگر اپنے الہاموں سے مسیح ہونا ثابت کریں تو اُن کے الہاموں کی بے وقعتی تقریر سابق سے بخوبی ثابت ہے اور مرزا صاحب اپنا دجال پادریوں اور با اقبال قوموں کو جو بتا رہے ہیں اُن کے مقابلے میں غالب ہونا تو درکنار اُن کو آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھ نہیں سکتے اس لئے کہ مسٹر اتھم صاحب کے مقابلے میں جب حد سے زیادہ خفیف و ذلیل ہوئے تو اب کسی پادری کے مقابلے کی اُن میں

Marfat.com

جرأت ہی نہیں اور با اقبال قوموں کے مقابلے کا توان کو خیال بھی نہیں آسکتا بلکہ بجائے مقابلے کے دعاگوئی اور خوشامد میں مصروف ہیں پھر اپنے آپ کو عیسےٰ اور پادریوں اور با اقبال قوموں کو دجال بنانے سے فائدہ ہی کیا جب احادیث سے بتواتر ثابت ہے کہ عیسےٰ دجال کو قتل کرینگے اور مرزا صاحب اپنے دجال کے مقابلے میں حرکت مذبوحی بھی نہیں کر سکتے تو انہی احادیث سے مرزا صاحب کی عیسویت خود باطل ہو گئی۔

مرزا صاحب نے مسیحیت کا ایسا دعوے کیا ہے کہ بقول اُن کے اب تک کسی نے نہیں کیا کیونکہ اس دعوے کے لوازم و شرائط جو احادیث صحیحہ میں وارد ہیں ہر مسلمان کو جس میں ذرا بھی ایمان ہے اس دعوے سے روک دیتی ہیں۔ اور تمام حدیثوں کی صحیح کتابیں جن کی صحت پر ہر زمانے کے علمائے شرق و غرب کا اتفاق قرناً بعد قرن چلا آرہا ہے اُن کو اس دعوے میں کاذب بتارہی ہیں تو اب اُن کو بغیر اسکے کہ ان کتابوں پر حملہ کریں کوئی مفر نہیں۔ اس صورت میں مسلمانوں کو اس کی کیا ضرورت کہ مرزا صاحب کی خاطر سے اپنی معتمد علیہ کتابوں کو جھوٹی اور اپنے سلف صالح اور متفق علیہ علمائے متقدمین و متاخرین کو جاہل اور غیر متدین کہکر ادعائی مسیح کو مان لیں۔ بہرحال یہ اکیس ۲۱ علامتیں جن کو نواس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے اور تمام امت نے اُس کی تصدیق کی ہے باواز بلند کہہ رہی ہیں کہ مرزا صاحب کا دعوے عیسویت بلاشک و شبہ بے اصل محض ہے اور وہ زبردستی اپنے کو مسیح بنا رہے ہیں اور اُس کا کچھ خوف نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں کیا فرمایا ہے امام سیوطیؒ نے

Marfat.com

البدور السافرۃ فی احوال الآخرۃ کے صفحہ (۲۱۱) میں یہ حدیث نقل کی ہے اخرج الشیخان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ادعی مالیس لہٗ فلیس منا ولیتبوأ مقعدہ من النار یعنی بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایسی بات کا دعوےٰ کرے جو اُسکو حاصل نہیں وہ ہم لوگوں میں یعنی مسلمان نہیں۔ چاہیئے کہ وہ اپنا گھر دوزخ میں بنالے انتہٰے۔

اس مقام میں فلسفی خیال والوں کو مرزا صاحب کی تقریر بہت مفید ہوگی اور ضعیف الایمان ان کی بات کو بآسانی قبول کرلینگے اس وجہ سے کہ امور مذکورہ کو معمولی عقلیں قبول نہیں کرسکتیں۔ مثلاً چالیس سال کا ایک دن ہونا ہرگز قرین قیاس نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ایمان کے موانع بہت ہیں اسی وجہ سے اہل ایمان جو مستحق جنت ہیں دوزخیوں کی نسبت ہزارواں حصہ ہونگے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے لیکن انصاف سے اگر دیکھا جائے تو کوئی بات بھی اُن میں خلاف عقل نہیں اس لئے کہ خدائے تعالیٰ جو خالق عالم ہے اُس میں ہر طرح تصرف کرسکتا ہے۔ اس میں کسی مسلمان کو شبہ نہیں کہ قیامت کے روز آسمان ٹوٹ پھوٹ جائیں گے آفتاب بے نور اور قریب ہو جائیگا اور اُس پچاس ہزار برس کے دن میں آفتاب پر کئی حالتیں طاری ہونگی پھر اگر قیامت کے قریب اُس پر یہ حالت بھی گذرے کہ چالیس سال زمین کے کسی خاص حصے کے مقابل ٹھیرا رہے تو کونسا محال لازم آجائیگا۔ حکمت جدیدہ کی رو سے تو آفتاب ساکن ہی ہے اور حکمت قدیمہ کی رو سے زمین ساکن ہے بہرحال ان دونوں کا ساکن ہونا حکما کے قول سے ثابت ہے پھر اگر ایک مدت تک دونوں ساکن رہیں تو کونسی نئی بات ہوگئی۔ اسی پر کل امور کا قیاس کرلیجئے کیونکہ

Marfat.com

وہ ایک ایسا زمانہ ہوگا کہ خدائے تعالےٰ اپنی قدرت کاملہ کو خاص طور پر ظاہر فرمائیگا اس سے بڑھکر کیا ہو کہ جتنی مخلوق ابتدائے خلقت سے مرکر مٹی میں مل گئی جن کا نام ونشان تک باقی نہ رہا سب کے سب اصلی حالت پر اٹھائی جائے گی اور اعادۂ معدوم جو محال سمجھا جاتا ہے اس روز ممکن بلکہ واجب ہوگا۔ بہرحال آدمی ایمان لانا چاہیے تو کوئی بات نہ خلاف عقل ہے نہ ایمان لانے سے مانع مگر یہ بات بے توفیق الٰہی حاصل نہیں ہوسکتی وما توفیقی الا باللہ

نواس رضی اللہ عنہ کی روایت سے جو علامات عیسےٰ علیہ السلام کے زمانکے معلوم ہوئیں یہ ہیں (۱۳) شام وعراق کے درمیان دجال کا نکلنا (۱۴) اس کا حلیہ (۱۵) اس کا فساد برپا کرنا۔ (۱۶) اس کی فتنہ پردازیاں (۱۷) اس کے زمانے کے ایام کی مقدار (۱۸) ان ایام کی نمازوں کا طریقہ (۱۹) اس کی سرعت سیر (۲۰) اس کے خوارق عادات (۲۱) عیسےٰ علیہ السلام کا لباس وہئیت وغیرہ (۲۲) ان کا کافروں کو قتل کرنا (۲۳) یاجوج ماجوج کا خروج اور ان کی کثرت (۲۴) خوردنی اشیاء کی گرانی (۲۵) یاجوج وماجوج کی موت کا حال (۲۶) پرندوں کا ان کی لاشوں کو اٹھالیجانا (۲۷) زمین کو گندگی سے پاک کرنے کے لئے بارش (۲۸) پیداوار کی کثرت (۲۹) مسلمانوں کی موت کا حال (۳۰) کفار کا حال (۳۱) ان پر قیامت کا قائم ہونا (۳۲) امام مہدی کا عیسےٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہونا۔

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ امام مہدی اور عیسےٰ علیہ السلام ایک ہی شخص ہیں مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ دو شخص

Marfat.com

ہیں اور ہر ایک کے حالات جدا جدا ہیں جیسا کہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے جو کنز العمال میں ہے ج نمبر (۱۹۵۵) ۱۹۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف تہلک امۃ انا فی اولہا وعیسے ابن مریم فی آخرہا والمہدی من اہل بیتی فی وسطہا یعنی وہ امت کیونکر ہلاک ہوگی جس کے اوائل میں میں ہوں اور آخر میں عیسے ابن مریم اور وسط میں مہدی ہیں "

اس سے ظاہر ہے کہ مہدی اور عیسے علیہما السلام ایک شخص نہیں ہیں۔ اور کنز العمال ج ۷ نمبر ۳۸ ۱۹ میں ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المہدی من عترتی من ولد فاطمہ (د م عن ام سلمہ) یعنی مہدی میری اہل بیت میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں ہونگے یہ روایت ابوداؤد اور مسلم میں ہے وفی کنز العمال نمبر (۱۹۵۴) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المہدی یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی یعنی مہدی کا نام محمد ابن عبداللہ ہوگا وفی کنز العمال نمبر (۱۹۵۲) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذالک الیوم حتے یبعث فیہ رجل من اہل بیتی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا (وعن ابن مسعود) یعنی اگر بالفرض دنیا کا ایک ہی دن باقی رہجائے تب بھی حق تعالے اُس دن کو دراز کر دیگا تاکہ امام مہدی آکر دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں۔ اُن کے سوا اور بھی حدیثیں ہیں جن سے ثابت ہے کہ مہدی علیہ السلام اور ہیں اور عیسے علیہ السلام اور۔

پھر انکو پہچاننے کے لئے حضرت نے کئی علامتیں بتلادیں تاکہ مسلمان کسی اور کو مہدی نہ سمجھ لیں کما فی کنز العمال نمبر (۱۹۴۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المہدی اجلی الجبہۃ اقنی الانف (د ک عن ابی سعید رض) وفی روایۃ صفحہ (۱۹۴۲) قال رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم وجہہ کالکوکب الدری و فی روایۃ صفحہ (۱۹۵۶) فی خدہ الایمن خال اسود علیہ عباتیان قطرتیان و فی البرہان فی علامات مہدی آخر الزمان للشیخ علی المتقی رح اخرج نعیم عن ابی الطفیل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصف المہدی فذکر ثقلاً فی لسانہ وفیہ ایضاً اخرج نعیم المہدی ازج ابلج اعین یجیٔ من الحجاز حتے یستوی علی منبر دمشق وھو ابن ثمان عشر سنۃ۔ وفیہ ایضاً من روایۃ علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ المہدی کث اللحیۃ اکحل العینین براق الثنایا وفی وجہہ خال یعنی مہدی علیہ السلام فراخ پیشانی اور بلند بینی ہونگے ان کا چہرہ ستارہ کی طرح چمکتا ہوگا۔ اُن کے داہنے رخسارہ پر خال سیاہ ہوگا اور لباس اُن کا دو قطرے عبا ہونگے اُن کی زبان میں ثقل ہوگا۔ اور کشیدہ و کشادہ ابرو ہونگے اور فراخ چشم جب وہ حجاز سے دمشق آئینگے اُن کی عمر اٹھارہ سال کی ہوگی دمشق کے منبر پر خطبہ پڑھینگے۔ اُن کی ریش گھن ہوگی آنکھیں سرمگیں اور دانت نہایت چمکدار ہونگے اُن کے سوا اور بہت سی حدیثیں حلیہ وغیرہ سے متعلق وارد ہیں الغرض باوجودیکہ امام مہدی سے متعلق روایتیں بکثرت صحاح وغیرہ میں وارد ہیں اور مرزا صاحب جانتے ہیں کہ امام مہدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں ہونگے اور خود مغل ہیں اور ہر شخص جانتا ہے کہ دوسرے کے نسب میں داخل ہونے کی کیسی وعیدیں ہیں مگر باایں ہمہ صاف کہتے ہیں کہ میں مہدی ہوں۔

اب ان روایات کو بھی دیکھئے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی عیسےٰ علیہ السلام کی امامت کرینگے عن جابر رضہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایزال طائفۃ من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین الی یوم القیامہ قال فینزل عیسےٰ بن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا فیقول لاان بعضکم علی البعض امراؑ تکرمۃ اللہ ہذہ الامۃ رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ۔

Marfat.com

یعنی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت قیامت تک حق پر جنگ کرتی رہیگی۔ جب عیسٰے بن مریم اُترینگے اُنکا امیر عیسٰے علیہ السلام سے کہیگا آئیے نماز پڑھائیے وہ انکار کرکے کہیں گے اس امت کے امیر انہی میں کے ہو سکتے ہیں یہ اس لئے کہ خدائے تعالٰی نے اس امت کو بزرگی دی ہے۔ اگرچہ روایت میں صرف امیر کا لفظ ہے جو عیسٰے علیہ السلام کی امامت کرینگے مگر دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امام مہدی ہونگے جیسا کہ کنز العمال صفحہ (۱۹۴۹) میں ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم منا الذی یصلی عیسے بن مریم خلفہ یعنی جس امیر کے پیچھے عیسیٰ علیہ السلام نماز پڑھینگے وہ ہمارے اہل بیت میں ہوگا مرزا صاحب اگر مہدی ہیں تو ثابت کریں کہ عیسٰے علیہ السلام نے ان کے پیچھے نماز کونسی جنگ میں پڑھی تھی۔ مختصر تذکرہ قرطبی میں امام شعرانی رحمہ نے لکھا ہے روی ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو لم یبق من الدنیا الا یوم واحد لطولہ اللہ عز وجل حتّٰی یملک رجل من اہل بیتی جبل الدیلم والقسطنطنیہ واسنادہ صحیح یعنی اگر بالفرض دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے تو خدائے تعالٰے اسی کو دراز کریگا جس میں میرے اہل بیت سے ایک شخص جبل دیلم اور قسطنطنیہ کا مالک ہو جائیگا۔ اور روایت سابقہ جو اُسی مضمون کی مذکور ہوئی اُس میں نام بھی اُس شخص کا معلوم ہوا کہ وہ امام مہدی ہونگے۔ اور دوسری روایت میں مصرح ہے کہ قسطنطنیہ کی فتح کے ساتھ ہی دجال نکلیگا جس کے مقابلے کے لئے امام مہدی جائیں گے اور عیسٰے علیہ السلام کی امامت کا اتفاق ہوگا جس کی خبر حضرت نے دی ہے کہ منا الذی یصلی عیسٰے خلفہ روایت مذکورہ یہ ہے جو مختصر تذکرہ قرطبی میں مذکور ہے روی مسلم عن ابن ہریرۃ رضہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

قال لاتقوم الساعۃ حتّٰی ینزل الروم قال فیفتحون قسطنطنیہ فبینما ہم یقتسمون الغنائم اذ صاح فیہم الشیطان ان المسیح قد خلفکم فیخرجون وذلک باطل فاذا جاؤا الشام خرج فبینما ہم یعدون للقتال یسوون الصفوف اذا قیمت الصلوٰۃ فینزل عیسٰی بن مریم الحدیث یعنی اہل اسلام قسطنطنیہ فتح کرکے تقسیم غنیمت میں مشغول ہونگے کہ شیطان پکار دیگا کہ دجال نکل آیا اگرچہ وہ بے اصل ہوگا لیکن جب وہ شام کو آئینگے تب دجال نکلیگا اور وہ صف آرائی میں مشغول ہونگے اور ادھر نماز کی جماعت قائم ہوگی کہ عیسٰی علیہ السلام اتر آئینگے۔ مرزا صاحب انہی احادیث کے لحاظ سے اکثر نماز میں اقتدا کیا کرتے ہیں جیسا کہ الحکم میں لکھا ہے۔ اور کچھ نہیں تو تصور تو اُس کا ضرور جماتے ہونگے کہ میں عیسٰی ہوں اور یہ امام مہدی ہے۔ کیوں نہ ہو مرزا صاحب کو تصوف میں بھی دعوے ہے فنا و بقا میں خوب گفتگو کیا کرتے ہیں یہ شعر ضرور پیش نظر ہوگا

گر در دل تو گل گزرد گل باشی

مگر حیرت یہ ہے کہ یہ تصور بھی اب تک جما نہیں اس لئے کہ نماز کے بعد بیچارے امام کو مہدویت سے محروم کرکے خود مہدی بن جاتے ہیں۔

احادیث مذکورۂ بالا سے ثابت ہے کہ گو امام مہدی عیسٰی علیہ السلام سے چند روز پیشتر مامور ہونگے مگر درحقیقت دونوں کا زمانہ ایک ہی ہوگا اور یہ حدیث شریف بھی اسکی خبر دیتی ہے عن معاذ ابن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمران بیت المقدس خراب یثرب وخراب یثرب خروج الملحمہ وخروج الملحمۃ فتح قسطنطنیہ وفتح قسطنطنیہ خروج الدجال رواہ ابوداؤد کذا فی المشکوٰۃ یعنی بیت المقدس کی آبادی مدینے کی ویرانی ہے اور مدینے کی ویرانی ایک جنگ عظیم کی ابتدا

Marfat.com

ہوگی اور اُس جنگ عظیم کی ابتدا قسطنطنیہ کی فتح اور فتح قسطنطنیہ خروج دجال ہے یعنی ایک دوسرے سے ایسے متصل ہیں کہ گویا سب ایک ہی ہیں اور ابھی معلوم ہوا کہ امام مہدی قسطنطنیہ کو فتح کرتے ہی شام میں آئینگے اور عیسےٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور ابوعمرالدانی نے اپنی سنن میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یلتفت المھدی وقد نزل عیسےٰ ابن مریم کانما یقطر من شعرہ الماء فیقول المھدی تقدم وصل بالناس فیقول عیسےٰ انما اقیمت الصلوٰۃ لک فیصلی خلف الرجل من ولدی الحدیث مولوی قاضی عبید اللہ صاحب مدراسی نے فتوے میں یہ روایت نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام مہدی رہ نماز کے لئے کھڑے ہونگے کہ یکایک عیسےٰ علیہ السلام اترینگے امام مہدیؑ امامت کیلئے اُن سے کہینگے مگر وہ قبول نہ کرینگے۔ پس عیسےٰ علیہ السلام میری اولاد سے ایک شخص یعنی امام مہدی کے پیچھے اقتدا کرینگے اور اسی میں ہے اخرج ابونعیم عن کعب الاحبار فاذا بعیسےٰ ابن مریم ویقام الصلوۃ فیرجع امام المسلمین المھدی فیقول عیسےٰ علیہ السلام تقدم فلک اقیمت الصلوٰۃ فیصلی بھم تلک الصلوۃ ثم یکون عیسےٰ اماما بعدہ اور نیز اسی میں ہے اخرج ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ قال المھدی من ہذہ الامۃ وھوالذی یوم عیسےٰ ابن مریم علیہ السلام ماحصل ان سب روایتوں کا یہی ہے کہ امام مہدی عیسےٰ علیہ السلام کی امامت کرینگے جس سے ظاہر ہے کہ دونوں کا زمانہ ایک ہی ہوگا اسی وجہ سے حدیث شریف میں وارد ہے کہ لا مھدی الا عیسےٰ یعنی ہرچند ان دونوں حضرات کے حیرت انگیز وقائع جداگانہ ہیں جن کا ذکر مختلف احادیث میں بیان فرمایا گیا لیکن زمانہ دونوں کا ایک ہی ہے

Marfat.com

جیسے فتح قسطنطنیہ خروج دجال ہی سے ہے مگر چونکہ مرزا صاحب قابو جو ہیں اُنہوں نے اس حدیث سے یہ کام لیا کہ مہدی کو عیسےٰ بنا دیا اور یہ خیال نہیں کیا کہ جہاں مبالغہ مقصود ہوتا ہے اس قسم کا حمل عموماً کیا کرتے ہیں ہر شخص جانتا ہے کہ جب کسی سے زیادہ محبت ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اور آپ ایک ہیں اُس سے کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ دونوں شخص ملکر ایک ہو گئے کیونکہ ہر عاقل سمجھتا ہے کہ دو ذاتوں کا ایک ہو جانا محال ہے۔ حضرت نے جب حسب و نسب اور احوال مختصہ ہر ایک کے بارہا بیان فرمائے جس سے تمام صحابہ مطلع اور بخوبی واقف ہو گئے کہ قبل قیامت ان دونوں حضرات کی تشریف فرمائی ضرور ہے کسی موقع میں جہاں اتصال زمانی دونوں کا بیان کرنا مقصود تھا فرمایا کہ لا مہدی الا عیسےٰ وہ بھی اس خیال سے کہ کوئی غبی ایسا نہیں ہو سکتا کہ دو شخصوں کو ایک سمجھ لے پھر بھلا صحابہ جو حضرت کی بات بات کو وظیفہ اور حرز جان بنا کر ہمیشہ پیش نظر رکھا کرتے تھے کیونکر اس سے یہ سمجھ سکتے کہ حضرت نے اُن دونوں بزرگواروں کو ایک بنا دیا۔

مرزا صاحب کی کج بحثیوں کی کوئی انتہا بھی ہے صدہا احادیث و آثار امام مہدی کی خصوصیات میں موجود ہیں جن میں چند یہاں لکھے گئے اور صدہا آیات واحادیث و آثار عیسےٰ علیہ السلام کے باب میں وارد ہیں ذرا بھی احتمال نہیں ہو سکتا کہ یہ دونوں نام ایک شخص کے ہیں مگر اُنہوں نے ایک حدیث کو لیکر سب کو باطل کر دیا اُس پر اجتہاد کا بھی دعوے ہے۔ اگر اجتہاد اسی کا نام ہے کہ ایک حدیث کو لیکر سب کو باطل کر دیا جائے تو اتنی بات کے لئے مجتہد کی کوئی ضرورت نہیں جب عامی سے کہئے فوراً یہ کام کر دیگا۔ تقریر سابق سے ظاہر ہے کہ حدیث لا مہدی الا عیسےٰ

Marfat.com

میں صرف مضاف محذوف ہے یعنی لازمان مہدی الازمان عیسیٰ جیسے حدیث عمران بیت المقدس خراب یثرب میں بھی لفظ زمان محذوف ہے۔ چونکہ آبادی بیت المقدس اور ویرانی یثرب اور جنگ عظیم اور فتح قسطنطنیہ اور خروج دجال اور ظہور امام مہدی اور نزول عیسے علیہما السلام میں قرب واتصال زمانی ہے اس لئے حسب محاورہ سامعین کی فہم پر اعتماد کرکے ان وقائع کو ایک دوسرے پر حمل فرمادیا مگر مرزا صاحب اسکو جائز نہیں رکھتے اپنے دعووں میں تو مجاز واستعارات وحذف وغیرہ سے احادیث میں برابر کام لیں مثلاً خود مجازی عیسےٰ قادیان دمشق باقبال تو ہیں دجال۔ اور امام مہدی کے باب میں جو کثرت سے روایتیں وارد ہیں جن کا تواتر محدثین ومحققین کی تصریح سے ثابت ہے، اُن کی صحت کے لئے مجاز لینے کی اجازت نہ ہو اس سے بڑھکر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا ظلم ہوسکتا ہے۔ اس پر دعوےٰ ہے کہ میں عادل ہوں۔ شفاء للناس میں لکھا ہے کہ علامہ شوکانی بعد نقل احادیث کے اپنی کتاب توضیح میں لکھتے ہیں وجمیع ماسبقناہ بالغ حد التواتر کما لایخفی علی من لہ فضل اطلاع فتقرر بجمیع ماسبقناہ فی ہذا الجواب ان الاحادیث الواردۃ فی المھدی المنتظر متواترۃ۔ اب حدیث لامھدی الا عیسےٰ کا بھی تھوڑا سا حال سن لیجئے جس سے صحیح صحیح روایتیں مرزا صاحب باطل کررہے ہیں۔ یہ روایت ابن ماجہ میں ہے کما قال حدثنا یونس بن عبد الاعلیٰ ثنا محمد بن ادریس الشافعی حدثنی محمد بن خالد الجندی عن ابان بن صالح عن الحسن عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یزداد الامر الا شدۃ ولا الدنیا الا ادبارًا ولا الناس الا شحا ولا تقوم الساعۃ الا علی شرار الناس ولا مھدی الا عیسےٰ ابن مریم امام سیوطی رح نے مصباح الزجاجہ میں اس روایت سے متعلق ایک نہایت مبسوط تقریر

Marfat.com

لکھی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جملہ لامہدی الا عیسیٰ سوائے یونس کے
اور کسی نے زیادہ نہیں کیا۔ اور یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ یونس نے امام شافعیؒ سے اُسکو نہیں سنا
اس وجہ سے یہ حدیث منقطع ہے۔ اور یہ روایت صرف محمد بن خالد سے مروی ہے اور
محدثین نے تصریح کردی ہے کہ وہ منکر الحدیث اور مجہول ہیں اُن کی عدالت ثابت نہیں
اور ابان بن صالح کی نسبت کہا گیا ہے کہ اُنہوں نے حسن سے کوئی حدیث سنی نہیں۔
ابوالحسن علی بن محمد ابن عبداللہ الواسطی کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ کو خواب میں دیکھا وہ
فرماتے ہیں کہ یونس نے جو مہدی کے باب میں مجھسے روایت بیان کی ہے وہ جھوٹ ہے
نہیں نے وہ روایت کی نہ اُس سے بیان کیا۔ الحاصل روایت لامہدی الا عیسیٰ اکابر محدثین کے
نزدیک کئی طرح سے مخدوش ہے مگر مرزا صاحب کو اُس سے کیا غرض اُن کو کیسی ہی ضعیف
منکر منقطع مجہول مخدوش روایت مل جائے بشرطیکہ مفید مطلب ہو اُس پر بڑی دھوم دھام
سے استدلال کرتے ہیں اور جو روایت اُن کے حق میں مضر ہوتی ہے اگر بخاری و مسلم میں
بھی ہو تو اقسام کے احتمال قائم کرکے ساقط الاعتبار بنا دیتے ہیں۔

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۵۱۸) میں لکھتے ہیں کہ یہ خیال بالکل فضول اور مہمل
معلوم ہوتا ہے کہ باوجودیکہ ایک ایسی شان کا آدمی ہو جسکو باعتبار باطنی رنگ اور خاصیت
اُس کے مسیح ابن مریم کہنا چاہیئے دنیا میں ظہور کرے اور پھر اُس کے ساتھ کسی
دوسرے مہدی کا آنا بھی ضرور ہو کیا وہ خود مہدی نہیں ہے کیا وہ خدا کی طرف سے ہدایت
پاکر نہیں آیا۔ ابن ماجہ نے اپنی صحیح میں لکھا ہے لامہدی الا عیسیٰ یعنی بجز عیسیٰ کے
اُس وقت کوئی مہدی نہ ہوگا۔

مطلب اس کا یہی ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ مسیح کے رنگ والا

Marfat.com

شخص یعنی قادیانی موجود ہونے کے بعد پھر مہدی کی کیا ضرورت) کمال زجر سے فرمایا لا مہدی الا عیسٰے یعنی مہدی اُس وقت کوئی چیز نہیں وہی قادیانی بس ہے وہی مہدی ہے۔ مگر یہ بات غور طلب ہے کہ صحابہ کا دستور تھا کہ جب کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو پوچھکر اُسکو صاف کر لیا کرتے تھے اس موقع میں ضرور تھا کہ کمال ادب سے عرض کرتے کہ حضرت مہدی کا ذکر تو نہ قرآن میں ہے نہ توراۃ و انجیل وغیرہ میں نہ ہمنے کسی سے سُنا کہ مہدی بھی کوئی آدمی ہوگا پھر یہ جو بطور عتاب ارشاد ہو رہا ہے کہ مہدی کوئی چیز نہیں اس کا سبب معلوم نہ ہوا کس نے عرض کی کہ مہدی بھی کوئی چیز ہے۔ اور اگر اُنہوں نے حضرت سے امام مہدی کا ذکر اور انکا حسب و نسب و حلیہ وغیرہ سنا تھا جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو عرض کرتے کہ جس مہدی موعود کا بارہا ذکر فرمایا کیا اب اُن کی ضرورت نہ رہی اور جب عیسٰی ہی مہدی ٹھیرے تو کیا وہ حضرت ہی کی اولاد میں ہونگے اب تک تو ہم قرآن اور حضرت کے ارشاد سے عیسٰے ابن مریم کو نبی بنی اسرائیل سمجھتے تھے۔ اب اُن کی نسبت کیا اعتقاد رکھنا چاہیئے کیا وہ سچ مچ عیسٰے ابن مریم ہونگے یا جس طرح مہدی کی نفی فرمادی گئی اُن کی بھی نفی مطلوب ہے۔ مگر کسی حدیث میں اس قسم کا سوال مذکور نہیں۔ اب یہ مضمون کس طرح اس حدیث سے نکالا جائے کہ قادیانی کے وقت میں مہدی کوئی چیز نہ ہونگے اور قادیانی ہی مہدی ہونگے۔ اہل وجدان سلیم سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب جو اس حدیث کے معنی بیان فرماتے ہیں کس قدر بدنما ہیں۔

مرزا صاحب نے جو لکھا ہے کہ بجز عیسٰے کے اس وقت کوئی مہدی یعنی ہدایت یافتہ

Marfat.com

نہ ہوگا اس میں بھی ان کو غلطی ہوئی اس لئے کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام کے زمانے میں صرف اسلام ہی اسلام رہ جائیگا جس سے ظاہر ہے کہ کل ہدایت یافتہ ہونگے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کل مہدی یعنی محمد ابن عبد اللہ ہوں کلام اس میں ہے کہ مہدی موعود عیسےٰ علیہ السلام نہیں البتہ معنی لغوی اُن پر صادق آئینگے جس میں اُن کی خصوصیت نہیں۔

مرزا صاحب نے مہدی کو کلی قرار دی ہے چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۵۱۹) میں لکھتے ہیں یوں تو ہمیں اس بات کا اقرار ہے کہ پہلے بھی کئی مہدی آئے ہوں اور ممکن ہے کہ آئندہ بھی آئیں اور ممکن ہے کہ امام محمد کے نام پر بھی کوئی مہدی ظاہر ہو لیکن جس طرز سے عوام کے خیال میں ہے اُس کا ثبوت پایا نہیں جاتا'' مقصود یہ کہ مہدی اسلام میں متعدد ہونگے مگر جس صورت میں حدیث لامہدی ظاہری معنی پر لی جائے جس کے مرزا صاحب قائل ہیں تو اُس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ محمد ابن عبد اللہ بھی مہدی یعنے ہدایت یافتہ نہیں جن کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بکرات ومرات بیان فرمایا! پھر مرزا صاحب کا اقرار مہدیوں کے تعدد میں کیونکر صحیح ہوگا۔

مرزا صاحب نے مہدی سے پیچھا چھوڑانے میں بڑی دقتیں اُٹھائیں مگر اس زمانے میں اس کی کوئی ضرورت نہ تھی کسی کا نام مہدی رکھدیا جاتا یا اس نام کا کوئی شخص تلاش کر لیا جاتا تو بھی کام چل جاتا آخر قدما نے فرشتے بنالئے تھے اور اسی پر اُن کی کامیابی ہوگئی جیساکہ تومرت کے واقعہ سے ظاہر ہے۔

مرزا صاحب نے حدیث لامہدی الا عیسےٰ کو ابن ماجہ میں تلاش تو کرلی مگر وہیں ایک حدیث اور بھی موجود تھی کاش اُس پر بھی اُن کی نظر پڑجاتی اور اس کے معنی بھی

Marfat.com

بیان فرمادیتے جس سے ناظرین کو دوبالا لطف آتا مگر اسکو انہوں نے اگر دیکھا بھی ہے تو نظرانداز کیا اس لئے کہ وہ تو مہدی کے ساتھ اس زمانے کے عیسٰی کو بھی رخصت کر رہے ہیں

وہ حدیث یہ ہے عن ابی امامۃ الباہلی رض قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان اکثر خطبتہ حدیثا حدثناہ عن الدجال۔ قال واما مہم رجل صالح فبینما امامہم قد تقدم یصلی بہم الصبح اذ نزل علیہم عیسٰی ابن مریم الصبح فرجع ذالک الامام ینکص یمشی القہقری لیستقدم عیسٰی یصلی فیضع عیسٰی یدہ بین کتفیہ ثم یقول لہ تقدم فصل فانہا لک اقیمت فیصلی بہم امامہم فاذا انصرف قال عیسٰی علیہ السلام افتحوا الباب فیفتح ووراءہ الدجال معہ سبعون الف یہودی کلہم ذو سیف محلی وساج فاذا نظر الیہ دجال ذاب کما یذوب الملح فی الماء وینطلق ہاربا ویقول عیسٰی علیہ السلام ان لی فیک ضربۃ لن تسبقنی بہا فیدرکہ عند باب اللد الشرقی فیقتلہ فیہزم اللہ الیہود فلا یبقی شی مما خلق اللہ یتواری بہ الیہود الا انطق اللہ ذالک الشی لاحجر ولاشجر ولادابۃ الا الغرقد فانہا من شجرہم لاینطق الاقال یاعبد اللہ المسلم ہذا یہودی فتعال اقتلہ رواہ ابن ماجہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اکثر دجال ہی کا حال بیان فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ دجال کے مقابل ہونگے ان کا امام ایک مرد صالح ہوگا صبح کی نماز پڑھانے کے لئے وہ آگے بڑھے گا کہ عیسٰی ابن مریم اتر آئینگے امام پیچھے ہٹیگا تاکہ عیسٰی علیہ السلام امامت کریں مگر وہ کہینگے کہ تم ہی نماز پڑھاؤ چنانچہ وہ نماز پڑھائیگا بعد فراغ عیسٰی کہینگے دروازہ کھول دو اُس وقت دجال ستر ہزار یہود کے ساتھ وہاں موجود ہوگا جب وہ عیسٰی علیہ السلام کو دیکھیگا تو کمال اضمحلال کی حالت میں بھاگے گا عیسٰی علیہ السلام کہینگے تو مجھ سے بھاگ نہیں سکتا ایک وار میرا تجھ میں ضرور ہوگا چنانچہ اُس کا پیچھا کرکے لد کے شرقی

Marfat.com

دروازہ کے پاس اُس کو قتل کرینگے اور خدائے تعالےٰ یہودیوں کو ہزیمت دیگا اور کیفیت یہ ہوگی کہ جس چیز کے پیچھے کوئی یہودی چھپیگا خواہ وہ پتھر ہو یا جھاڑ یا دیوار یا جانور وہ چیز باآواز بلند کہیگی کہ اے خدا کے بندے مسلمان یہاں یہودی چھپا ہے آ اُسکو قتل کر ڈال۔ صرف غرقد کا جھاڑ خبر نہ دیگا کیونکہ وہ انہیں کا ہے"

اب مرزا صاحب ہی بتائیں کہ وہ کون لوگ تھے جو دجال کے مقابل ہو گئے تھے اور اُن کا کون امام تھا جس کی توصیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے اور کونسی صبح کی نماز کے لئے وہ کھڑا تھا جو مرزا صاحب اتر آئے اور اُس کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور کونسی مسجد کا دروازہ کھولنے کو کہا جس کے پاس دجال ستر ہزار مسلح یہود کو لیکر کھڑا تھا اور کس کے پیچھے دوڑ کر مرزا صاحب نے لد کے دروازہ پر قتل کر ڈالا اور کون سے یہودیوں کو ہزیمت ہوئی اور سب مارے گئے۔ اور کس روز مرزا صاحب اور اُن کے ہمراہی سے حجر و شجر نے باتیں کیں۔

یوں تو مرزا صاحب مسلمانوں کو یہود قرار دے ہی چکے ہیں کہدینگے کہ میں نے ان کو ہزیمت دی مگر وہ خلاف واقع ہے اس لئے کہ کئی وقائع سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ مرزا صاحب ہی کو ہزیمت ہوا کی۔ اور بجائے اس کے کہ اپنے دجال کو قتل کریں اگر دل سے نہیں تو زبان سے اُس کے مدح خوان اور شکر گذار اور دعا گو ہیں کیونکہ دجال انہوں نے با اقبال قوموں کو قرار دیا ہے جن میں اعلیٰ درجے کی گورنمنٹ برطانیہ ہے۔

اور ازالۃ الاوہام صفحہ (۵۰۹) میں گورنمنٹ کی کمال درجہ کی شکر گذاری اور دعا گوئی میں اپنی مصروفی اور مشغولی ظاہر کرتے ہیں۔

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۵۰۲) میں تحریر فرماتے ہیں کہ احادیث نبویہ کا لب لباب

یہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم آخری زمانے میں یہودیوں کی طرح چال چلن خراب کروگے تو تمہارے درست کرنے کے لئے عیسٰی بن مریم آئیگا یعنی تم اپنی شرارتوں کی وجہ سے یہودی بن جاؤگے تو تم میں ہی عیسٰی ابن مریم کسی کو بنا کر تمہاری طرف بھیجونگا اور جب تم اشد سرکشیوں کی وجہ سے سیاست کے لائق ٹھیر جاؤگے تو محمد ابن عبداللہ ظہور کریگا جو مہدی ہے۔ واضح رہے کہ یہ دونوں وعدے کہ محمد ابن عبداللہ آئیگا یا عیسٰی بن مریم آئیگا دراصل اپنی مراد و مطلب میں ہمشکل ہیں۔ محمد ابن عبداللہ کے آنے سے مقصود یہ ہے کہ جب دنیا ایسی حالت میں ہو جائیگی جو اپنی درستی کے لئے سیاست کی محتاج ہوگی تو اُس وقت کوئی شخص مثیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوکر ظاہر ہوگا اور یہ ضرور نہیں کہ درحقیقت اُس کا نام محمد ابن عبداللہ ہو بلکہ احادیث کا مطلب یہ ہے کہ خدائے تعالٰے کے نزدیک اُس کا نام محمد ابن عبداللہ ہوگا کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مثیل بنکر آئیگا"

مرزا صاحب نے دیکھا کہ اہل اسلام احادیث کو دیکھکر اس بات پر اڑ رہینگے کہ امام مہدیؑ جن کا نام محمد ابن عبداللہ ہوگا اور اُن کی وہ علامتیں ہونگی جو احادیث میں مصرح ہیں ان کا وجود ضروری ہے اس لئے اُنہوں نے تقریر سابق میں یہ طریقہ اختیار کیا کہ ممکن ہے کہ کئی مہدی آئے ہوں اور امام محمد بھی آجائیں نہ اُن کے وجود سے غرض ہے نہ عدم سے مطلب ہمیں اپنی عیسویت سے کام ہے۔ اس میں صرف ابلہ فریبی مقصود تھی ورنہ اُن کا مقصود اصلی تو یہ ہے کہ وہ صرف عیسٰی ہی نہیں بلکہ مہدی بھی ہیں اُنہوں نے دیکھا کہ جہلا تو سب کچھ مان لینگے مگر علما سے پیچھا چھوڑانا مشکل ہے اس لئے یہ راہ گریز بنا رکھی کہ ہم نے تو مہدی کے

Marfat.com

آپ نے کا بھی اقرار کرلیا ہے پھر اپنی عیسویت کا ثبوت یہ دیتے ہیں کہ جو لوگ یہودی بن گئے تھے اُن کی اصلاح کے لئے آئے ہیں اور مہدویت کا یہ ثبوت کہ لوگ سیاست کے قابل ہو گئے تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مثیل بنکر آئے ہیں اور مہدی ہیں۔ ہرچند اس مقام میں اس کا ذکر نہیں کیا مگر یہ تو کہدیا کہ اُس وقت کوئی شخص مثیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوکر ظاہر ہوگا جو مہدی ہے اور یہ ضرور نہیں کہ اُس کا نام بھی محمد ابن عبداللہ ہو۔ اور براہین احمدیہ اور ازالۃ الاوہام میں بکرّات و مرّات لکھ چکے ہیں کہ میں مثیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوں بلکہ دعوے یہ ہے کہ بروزی طور پر حضرت ہی تشریف فرما ہوئے ہیں جیسا کہ سابقاً معلوم ہوا اور اس قول سے بھی ظاہر ہے جو ابھی نقل کیا گیا کہ ایسا شخص جس کو مسیح کہنا چاہیئے کیا وہ مہدی نہیں۔ لیجئے خود ہی عیسےٰ بھی ہو گئے اور خود ہی مہدی بھی ہیں اور جتنی حدیثیں امام مہدی کے حسب ونسب وغیرہ خصوصیات کی تھیں سب بیکار ہو گئیں اور مرزا صاحب کا قول سب کا ناسخ اُن کی امت نے تسلیم کرلیا۔

اب غور کیا جائے کہ مرزا صاحب جن یہودیوں کی اصلاح کے لئے آئے تھے انکی اصلاح کی یا اُن کو یہودی بنا دیا۔ یہود جو گمراہ سمجھے گئے تھے آخر اُس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے نبی کے ارشادوں کو چھوڑ کر اوروں کی باتوں کو مان لیا تھا جو اپنے دل سے تراش کر ان کو فتوے دیا کرتے تھے مرزا صاحب کا گروہ بھی یہی کر رہا ہے کہ مرزا صاحب کے قول کے مقابلہ میں وہ کسی حدیث کو نہیں مانتے اور جن کو اپنا نبی تسلیم کرتے ہیں اُن کی باتوں کو قابل تسلیم نہیں سمجھتے۔ کیا اس سے بڑھکر کوئی سرکشی اور شرارت ہو سکتی ہے۔ مرزا صاحب نے نہایت سچ اور بالکل حسب حال فرمایا کہ بہت سے

Marfat.com

لوگ یہودی بن گئے اور اُن کی سیاست کی ضرورت ہے۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے وان یروا سبیل الرشد لایتخذوہ سبیلا وان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا یعنی اُن گمراہوں کی یہ حالت ہے کہ ہدایت کی راہ دیکھتے ہیں تو اس کو راستہ نہیں بناتے اور گمراہی کی راہ دیکھتے ہیں تو اسکو راستہ بنا لیتے ہیں“

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۰۱) میں حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم واماکم منکم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کیا حال ہو گا جس دن ابن مریم تم میں نازل ہو گا اور تم جانتے ہو کہ ابن مریم کون ہے وہ تمہارا ہی ایک امام ہو گا اور تم میں سے ایک امتی لوگو پیدا ہو گا یہانتک کہ بخاری کی حدیث کا ترجمہ ہوچکا اور آپ لوگوں نے سمجھ لیا ہو گا کہ امام بخاری صاحب اماکم منکم کے لفظ سے کس طرف اشارہ کر گئے العاقل یکفیہ الاشارہ سبحان اللہ امام بخاری کے فرضی اشارہ پر تو اس قدر توجہ اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً جو فرمایا ہے کہ عیسے علیہ السلام کی امامت جو شخص کرینگے وہ ہمارے اہلبیت سے ہونگے اُس کا ذکر تک نہیں۔ اگر یہ حدیثیں ضعیف بھی ہوتیں تو جب بھی اُن کے ابطال کا کوئی حق نہ تھا اس لئے کہ ان کا موضوع ہونا ثابت نہیں چہ جائیکہ وہ احادیث مسلم اور ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہیں۔ مقصود مرزا صاحب کا یہ ہے کہ اماکم منکم کا جملہ علحدہ ہے اور اس میں لفظ ہو محذوف ہے اور ایک مقام میں لکھتے ہیں کہ واو وامامکم میں حرف تفسیر ہے جیسا کہ تلک آیات الکتاب وقرآن میں۔ غرض کہ دو توجیہیں کیں ایک یہ کہ واماکم جملہ مستانفہ ہے بحذف مبتدا اور دوسری یہ کہ جزو جملہ ہے جو نزل کے فاعل کی تفسیر واقع ہوا ہے مگر امام بخاری نے ان دونوں توجیہوں سے ایک کی طرف بھی اشارہ نہیں کیا مرزا صاحب کو ضرور تھا کہ کس لفظ سے امام بخاری رہنے داو کے

Marfat.com

اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے بیان کرتے مگر چونکہ امام بخاری پر یہ افترا ہے اس لئے بیان نہ کر سکے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں خدا اور رسول پر اُن کا افترا کرنا ثابت ہے پھر بخاری کیا چیز ہیں محدثین کے نزدیک مسلم ہے کہ الحدیث تفسیر الحدیث یعنی کسی حدیث کے معنی میں تردد ہو تو دوسری حدیثیں جو اس باب میں وارد ہیں دیکھی جائیں اور اُس کے وہی معنی لئے جائیں جو دوسری حدیثوں سے مستفاد ہوں جب ہم صحیح مسلم وغیرہ کی حدیثوں کو دیکھتے ہیں کہ ان میں مصرح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب اتریںگے تو مسلمانوں کا امام اُن سے درخواست امامت کریگا اور وہ قبول نہ کرینگے جس سے ظاہر ہے کہ وہ امام اور عیسیٰ علیہما السلام دو شخص ہونگے تو اُن احادیث کے لحاظ سے ہمیں ضرور ہوا کہ اس حدیث بخاری کے وہی معنی لیں جو اُن صحیح حدیثوں سے مستفاد ہیں اس لئے واماکم منکم میں واؤ حالیہ لیا گیا جسپر تمام علماء کا اجماع ہے اور اس کی صدہا نظیریں قرآن و حدیث میں موجود ہیں جن کو ہر طالب علم جانتا ہے۔

مرزا صاحب نے اس واؤ کے جو معنی لئے ہیں ابتک کسی عالم نے نہیں لکھا صرف مرزا صاحب خودغرضی سے یہ معنی تراش رہے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ اگر تکلف کر کے یہ معنی لئے جائیں تو دوسری احادیث میں عیسٰے علیہ السلام اور امام میں مغایرت بالتصریح ثابت ہے وہ حدیثیں جھوٹی ثابت ہونگی اور کتب صحاح ساقط الاعتبار ہو جائینگی ؎ بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند

اب دیکھئے کہ اس حدیث کے معنی جو وہ بتلاتے ہیں کہ عیسٰے ابن مریم تمہیں میں سے ایک شخص ہوگا ظاہر ہے کہ غلط ہیں اس لئے کہ ہر مسلمان جانتا ہے اور صحابہ ہمیشہ قرآن و حدیث میں سنتے تھے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے تھے اگر ذرا بھی احتمال اس معنی کا ہوتا تو صحابہ پوچھ لیتے کہ حضرت عیسٰے ابن مریم تو نبی بنی اسرائیل ہیں اُن کی نسبت منکم کا ارشاد کیسا ہم اطمینان دلاتے ہیں کہ مرزا صاحب کسی ضعیف بلکہ موضوع روایت سے بھی ثابت نہیں کر سکتے کہ عیسٰے ابن مریم جو حضرت

Marfat.com

نے فرمایا اُس سے مراد وہ شخص ہے جو اس امت سے ہوگا۔

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ مسلم شریف میں روایت ہے فاذا جاؤا الشام خرج فبینما یعدون القتال یسوون الصفوف اذا قیمت الصلوٰۃ فینزل عیسے ابن مریم صلی اللہ علیہ وسلم فامہم فاذا راہُ عدو اللہ ذاب کما یذوب الملح فی الماء اس سے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام جب اتریں گے تو امامت کریں گے۔ مگر جب دوسری متعدد حدیثوں سے ثابت ہے کہ عیسٰی علیہ السلام امامت نہ کریں گے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا تو ہمیں یقین ہوتا ہے کہ اس حدیث کا وہ مطلب نہ ہوگا جو ظاہرا سمجھا جاتا ہے۔ البتہ لفظ امہم سے وہ شبہ پیدا ہوتا ہے۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لفظ نماز ہی کی امامت کے واسطے موضوع نہیں بلکہ پیش روی کے معنی میں بھی مستعمل ہے تو وہ شبہ رفع ہوجاتا ہے۔ لسان العرب میں لکھا ہے والامام بمعنی المقدم وفلاں یؤم القوم یقدمہم وقال ابوبکر معنی قولہم یؤم القوم ای یتقدمہم اخذ من الامام یقال فلاں امام القوم معناہ ہو المتقدم لہم ویکون الامام رئیسا کقولک امام المسلمین اور منتہی الارب میں لکھا ہے وامہم امامۃ وام بہم امام وپیش روایشاں شد اس صورت میں مطلب حدیث کا یہ ہوا کہ عیسٰی علیہ السلام اتریں گے اور دجال کے مقابلے کے واسطے پیش رو ہوں گے۔ اور اس پر قرینہ بھی یہ ہے کہ فامہم کے ساتھ فاذا راہ عدو اللہ ذاب متصل ہے یعنی جب مسلمانوں کے ساتھ مقدمۃ الجیش میں سب سے آگے عیسٰی علیہ السلام کو دجال اپنے مقابلہ میں دیکھیگا تو گل جائیگا اس سے ظاہر ہے کہ اُن کو پیش رو لشکر دیکھیگا نہ مسجد میں دیکھنے کا اسکو کوئی موقع نہیں کیونکہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ مسجد کا دروازہ نماز کے وقت بند ہوگا یہاں مرزا صاحب یہ اعتراض ضرور کرینگے کہ فینزل عیسٰی علیہ السلام فامہم سے ظاہرا امامت نماز معلوم ہوتی ہے مگر اُس کا جواب یہ ہے کہ ہاں یہ بھی ایک احتمال ہے اور جو مذکور ہوا وہ بھی احتمال ہے جس پر قرینہ بھی

Marfat.com

موجود اور لفظ بھی مساعد ہے اور دوسری احادیث بھی اُسکی مؤید ہیں۔ بہت ہوگا تو تعارض کی وجہ سے دونوں احتمال ساقط ہونگے مگر اس سے ہماری مقصود میں کوئی نقصان نہیں آتا کیونکہ دوسری حدیثیں صحیح صحیح بجائے خود بحال ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ عیسٰے علیہ السلام امیر المومنین کی اقتدا کرینگے۔ اس توجیہہ پر اتنی بات باقی رہ جائیگی کہ اس حدیث سے یہ معلوم نہ ہوگا کہ اس وقت امامت کون کرینگے۔ مگر یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ اہل علم پر پوشیدہ نہیں کہ قرآن شریف میں کس قدر محذوفات ہیں۔ مثلاً واذا الارض مدت والقت مافیہا وتخلت واذنت لربہا وحقت یا ایہا الانسان الآیہ میں جزا محذوف ہے جسکی نظیریں بکثرت موجود ہیں اسی طرح قصص میں کہیں پورا قصہ ذکر کیا گیا اور کہیں اختصار کیا گیا جس کی نظیریں بکثرت موجود ہیں۔ اسی طرح قولہ تعالیٰ یا ایہا الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقناکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم من مضغۃ مخلقۃ وغیر مخلقۃ لنبین لکم ونقر فی الارحام مانشاء الی اجل مسمی ثم نخرجکم طفلا اور دوسری جگہ ارشاد ہے قولہ تعالےٰ ہوالذی خلقکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم یخرجکم طفلا دیکھئے آیۂ سابقہ میں ارشاد ہے کہ نطفہ سے علقہ اور علقہ سے مضغہ اور مضغہ سے طفل بنایا جاتا ہے اور دوسری آیت میں ہے کہ علقہ سے طفل بنایا جاتا ہے یعنی اس آیت میں مضغۃ مخلقۃ وغیر مخلقۃ ترک کر دیا گیا۔ اسی طور پر احادیث میں بھی کہیں پورا واقعہ مذکور ہوتا ہے اور کہیں بالاختصار۔ اور عقل وتجربہ بھی اس پر گواہ ہے کہ جب آدمی متعدد مجلسوں میں کسی واقعہ کو ذکر کرتا ہے تو اس کا التزام نہیں کرتا کہ من اولہ الی آخرہ پورا واقعہ بیان کر دے۔ بلکہ بحسب ضرورت مقام اور اقتضائے حال کمی وزیادتی ہوجاتی ہے۔ اسی طور پر اس حدیث شریف میں

Marfat.com

نماز کی امامت کا ذکر ترک کر دیا جو بارہا مختلف حدیثوں میں بیان فرما دیا ہے اس موقع میں مقصود اسیقدر تھا کہ عیسےٰ علیہ السلام اُس لشکر کے آگے رہینگے جن کو دیکھکر دجال مضمحل ہوگا

مرزا صاحب اس حدیث کو اپنے پر چسپاں کرنا چاہتے ہیں معلوم نہیں وہ کیونکر ہو سکیگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں اے مسلمانو اُس روز تمہاری کیا حالت ہوگی جب عیسےٰ ابن مریم آسمان سے اترینگے اور تمہارا امام تمہی میں سے ہوگا۔ اس قسم کی بات ایسے موقع میں کہی جائے تو زیبا ہے کہ کوئی بڑی بات کا وقوع ہو مثلاً عیسےٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی جن کی جگہ جگہ قرآن شریف میں تعریف و توصیف ہے آسمان سے اتریں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کہلائیں اور خود امامت بھی نہ کریں بلکہ ایک امتی کی اقتدا کریں۔ البتہ یہ کمال افتخار اور خوشی کی بات ہوگی اور یہ اس وجہ سے کہ آدمی کا مقتضائے طبع ہے کہ جب کوئی جلیل القدر شخص اپنے کسی بزرگ مثلاً باپ یا مرشد کا تابع ہو کر اپنے حلقہ میں شریک ہوتا ہے تو ایسی خوشی ہوتی ہے کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا اسی بنا پر حضرت فرماتے ہیں کہو اُس روز کیا حالت ہوگی جب تمہارے ساتھ بآں جلالت شان عیسےٰ علیہ السلام شریک حال ہونگے فی الواقع جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال درجے کی محبت ہے ان کی اس وقت عجیب حالت ہوگی اسی وجہ سے ارشاد ہے کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم۔

اگر اس حدیث کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ اُس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب ایک پنجابی تم میں اتریگا اور تمہاری امامت کریگا۔ اس میں تو کوئی خوشی کی بات معلوم نہیں ہوتی۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بات اس قابل ہے کہ عرب اُس کو بہت برا سمجھیں

Marfat.com

مگر اس لحاظ سے کہ وہ ایک مہمان ہوگا جو (اذا انزل) سے سمجھا گیا ہے چنداں ملال کے قابل بھی نہیں۔ بہر حال ایک پنجابی شخص کا کسی نماز میں امامت کرنا نہ کوئی خوشی کی بات ہے نہ غمی کی۔ پھر کیف انتم سے اس واقعہ کی عظمت بیان کرنا کس قدر شانِ بلاغت وفصاحت سے دور ہے، در باطن یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک حملہ ہے کہ ایسے خفیف خفیف امور کو حضرت عظیم الشان سمجھتے تھے۔ اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ اس شخص میں عیسےٰ علیہ السلام کے کمالات ہونگے جب بھی بقول مرزا صاحب وہ کمال ہی کیا دار و مدار اُن کے معجزوں کا مسمریزم تھا جسکو خود مرزا صاحب قابل نفرت سمجھتے ہیں ایسے قابل نفرت شخص کی امامت کوئی وقعت کی بات نہیں ہوسکتی اب رہا یہ کہ احیاء اموات وغیرہ سے ہدایت مراد لی جائے تو وہ بھی کوئی نئی بات نہیں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل فرماکر حضرت نے ہر ایک عالم متدین کو انبیائے بنی اسرائیل کا مثیل قرار دیا جن میں موسےٰ اور عیسےٰ وغیرہ انبیاء علیہم السلام داخل ہیں۔

(۳۳) امام مہدی جو عیسےٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہونگے وہ خاندان اہل بیت کرام سے ہونگے جن کا حلیہ بھی بتلادیا گیا جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔

(۳۴) اٹھارہ سال کی عمر میں امام مہدیؓ دمشق میں جاکر خطبہ پڑھینگے جیسا کہ معلوم ہوا۔

(۳۵) امام مہدیؓ قسطنطنیہ فتح کرینگے اور ساتھ ہی دجال نکلیگا کمامر۔

(۳۶) امیر المومنینؓ عیسےٰ علیہ السلام کو امامت کے لئے کہینگے مگر وہ اس پر راضی نہ ہونگے۔

(۳۷) عیسیٰ علیہ السلام نماز کے بعد مسجد کا دروازہ کھلوادینگے اور اس وقت دجال وہاں موجود ہوگا کمامر۔

(۳۸) دجال کے ساتھ ستر ہزار یہود ہونگے اور سب بھاگینگے کمامر۔

(۳۹) پتھر جھاڑ وغیرہ یہودیوں کی نشاندہی کرینگے تاکہ اہل اسلام اُن کو قتل کر ڈالیں کمامر۔

Marfat.com

(۳۴) امام مہدی کی تائید کے لئے حارث کا خراسان کی طرف سے نکلنا جیسا کہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخرج رجل من وراء النہر یقال لہ الحارث حراث علی مقدمتہ رجل یقال لہ منصور یوطن او یمکن لآل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کما مکنت قریش لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجب علی کل مومن نصرہ او قال اجابتہ رواہ ابو داؤد یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ماوراء النہر سے ایک شخص نکلیگا جس کا نام حارث ہوگا جس کے مقدمۃ الجیش پر ایک شخص منصور نام ہوگا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ ایسی مدد دیگا جیسے قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مدد دی تھی ہر مسلمان پر اُس کی مدد واجب ہے اور ایک روایت یہ ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رایتم الرایات السود جاءت من قبل خراسان فاتوہا فان فیہا خلیفۃ اللہ المہدی رواہ احمد والبیہقی فی دلائل النبوۃ۔

از شرح رسالۂ قیامت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی مولفہ مولانا کرامت علیصاحب محدث دہلوی یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم دیکھو کہ سیاہ نشان خراسان کی طرف سے آرہے ہیں تو اُن لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ اس لئے کہ اُن میں مہدی خلیفۃ اللہ ہونگے۔

ان روایات سے ثابت ہے کہ حارث امام مہدی کی مدد کے لئے خراسان کی طرف سے فوج لیکر نکلیگا اور امام مہدی بھی اُس کے ساتھ ہونگے ان روایتوں میں کئی امور مذکور ہیں

(۱) حارث کا خروج۔

(۲) اس کا مقام خروج ماوراء النہر ہوگا۔

(۳) اُس کی فوج کے مقدمۃ الجیش پر ایک شخص ہوگا جس کا نام منصور ہوگا۔

(۴) غرض اُس کی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید ہوگی۔

Marfat.com

(۵) امام مہدی بھی اُس فوج میں موجود ہونگے۔

(۶) ہر شخص پر واجب ہوگا کہ اُن کی مدد کرے۔

امر اول کی نسبت مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ حارث ہیں ہوں چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۳۲) میں لکھتے ہیں انگریزی سلطنت میں تین گانوں تعلقداری اور ملکیت قادیان کا حصہ جدی والد مرحوم کو ملے جو اب تک ہیں اور حارث کے لفظ کے مصداق کے لئے کافی ہیں"

مرزا صاحب اپنی زمینداری سے یہاں یہ کام لینا چاہتے ہیں کہ اس حدیث کے مصداق بنیں اور اُس کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اس حدیث میں لفظ حارث مذکور ہے اور حارث زمیندار کو کہتے ہیں اور میں زمیندار ہوں۔

حارث کے معنے جو زمیندار کے بتلا رہے ہیں اُس سے مسلمانوں کو دھوکا دینا انہیں مقصود ہے۔ کیونکہ کتب لغت میں مصرح ہے کہ حارث کسان کو کہتے ہیں۔ اور اگر بالفرض وہ کسان بھی قرار دئے جائیں جب بھی اس حدیث کے مصداق نہیں ہو سکتے اس لئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ یخرج رجل حارث بلکہ یہ فرمایا رجل یقال لہ الحارث جس سے ظاہر ہے کہ اُس شخص کا نام حارث ہوگا کیونکہ یقال لہ اعلام کے مقام میں کہا جاتا ہے جیسا کہ یہ حدیث اس پر شہادت دے رہی ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاتذہب اللیل والنہار حتے یملک رجل من الموالی یقال لہ الجہجاہ رواہ الترمذی غیاث اللغات میں لکھا ہے حارث اسد و شیر درندہ و بمعنی زراعت کنندہ و مزارع و نام ابن ہشام کہ از صنادید عرب بود" ظاہر ہے کہ یہ تینوں معنی مرزا صاحب پر صادق نہیں اگر حارث زمیندار کو کہنا صحیح ہو تو بادشاہ پر بطریق اولیٰ یہ لفظ صادق آئیگا حالانکہ کسی کتاب میں وہ اس کی تصریح نہیں بتا سکتے۔ بہر حال لفظ حارث کے مصداق

Marfat.com

وہ کسی طرح بن نہیں سکتے۔

مرزا صاحب نے اس حدیث میں ایک اور تصرف کیا ہے کہ (یقال لہ الحارث حراث علی مقدمتہ رجل) کا مطلب یہ بتایا کہ ایک شخص حارث نام یعنی حراث ماوراء النہر سے نکلیگا جیسا کہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۷۹) میں فرماتے ہیں کہ اب وہ حدیث جو ابو داؤد نے اپنی صحیح میں لکھی ہے ناظرین کے سامنے پیش کرکے میں اُس کے مصداق کی طرف توجہ دلاتا ہوں سو واضح ہو کہ یہ پیشگوئی جو ابو داؤد کی صحیح میں ہے کہ ایک شخص حارث نام یعنے حراث ماوراء النہر سے یعنی سمرقند کی طرف سے نکلیگا اور آل رسول کو تقویت دیگا جس کی امداد و نصرت ہر ایک مومن پر واجب ہوگی۔ الہامی طور پر مجھپر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ پیشگوئی اور مسیح کی پیشگوئی جو مسلمانوں کا امام اور مسلمانوں میں سے ہوگا در اصل یہ دونوں پیشگوئیاں متحد المضمون ہیں اور دونوں کا مصداق یہی عاجز ہے اب دیکھئے کہ اُن کا یہ قول کہ ایک شخص حارث نام یعنی حراث ماوراء النہر سے نکلیگا کسی طرح صحیح ہوگا۔ اگر تفسیر کے لحاظ سے دیکھا جائے تو حارث مفرد ہے اور حراث جمع ہے مفرد کی تفسیر جمع کے ساتھ صحیح نہیں۔ اور اگر جمع کا لحاظ کیا جائے تو من تبعیضیہ کی ضرورت ہے مگر مضاف الیہ حراث کا جو ماوراء النہر کو بتا رہے ہیں وہ خود مضاف سے بھی کئی درجے اوپر ہے مضاف الیہ کے تحت میں کیونکر آسکے۔ البتہ اس لحاظ سے کہ مرزا صاحب کے کئی درجہ اوپر کے جد بزرگوار ماوراء النہر سے نکلے اور حارث مرزا صاحب بن رہے ہیں تو یہ توجیہ بن سکتی ہے مگر کلام یہاں عبارت حدیث میں ہے کہ آیا نحو کی ترکیب بھی اُس کو اجازت دیتی ہے یا نہیں سو ادنےٰ درجہ کا طالب علم بھی سمجھتا ہے کہ وہ درست نہیں کیونکہ (یخرج رجل من وراء النہر یقال لہ الحارث حراث علی مقدمتہ رجل) کے معنے یخرج رجل یقال لہ الحارث ای من حراث ماوراء النہر سمجھنا کسی نحوی کا کام نہیں۔ مرزا صاحب

Marfat.com

کی امت تو خوش ہوتی ہو گی کہ مرزا صاحب نے حدیثوں کے ساتھ نحو کو بھی باطل کر دیا مگر اہل علم کو اس کا صدمہ ہوتا ہے کہ اس دورہ میں علوم کی تباہی ہو رہی ہے۔

اس کی ضرورت اُن کو اس وجہ سے ہوی کہ حدیث شریف میں حارث کی مدد کرنے کا حکم ہے انہوں نے دیکھا کہ کسی طرح حارث بن جائیں تو ہر طرف سے مال آنے لگ جائیگا جو لوگ علم سے ناواقف تھے ان کو ترکیب نحوی سے کیا غرض انہوں نے مرزا صاحب کے اعتبار پر ایک حارث ہی کیا مہدی مسیح موعود نبی رسول اور خدا کی اولاد کے برابر بھی مان لیا اور مرزا صاحب نے فوراً چندوں کی فہرست پیش کر دی چنانچہ اسی تقریر کے ضمن صفحہ (۱۰۰) میں لکھتے ہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک عظیم الشان سلسلہ اُس حارث کے سپرد کیا جائیگا جس میں قوم کے امداد کی ضرورت ہوگی جیسا کہ ہم فتح اسلام میں اس سلسلہ کی پانچوں شاخوں کا مفصل ذکر کر آئے ہیں۔ اور نیز اس جگہ بھی یہی اشارۃً سمجھا گیا ہے کہ وہ حارث بادشاہوں یا امیروں میں سے نہیں ہوگا تا ایسے مصارف کا اپنی ذات سے متحمل ہو سکے۔ اور اس تاکید شدید کرنے سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اس حارث کے ظہور کے وقت جو مثیل مسیح ہونیکا دعوے کریگا لوگ امتحان میں پڑ جائینگے اور بہتیرے اُن میں سے مخالفت پر کھڑے ہونگے اور مدد دینے سے رکیں گے کہ اُس کی جماعت متفرق ہو جائے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے تاکید کرتے ہیں کہ اے مومنو تم پر اُس حارث کی طرف واجب ہے ایسا نہو کہ کسی کے بہکانے سے اُس سعادت سے محروم رہ جاؤ اہل وجدان سلیم سمجھ سکتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ سب اشارات مرزا صاحب کے مفید مدعا کس صفائی سے نکالے جا رہے ہیں۔ مرزا صاحب کا خیال ایک اعتبار سے درست بھی ہے اسلئے کہ جتنک

Marfat.com

ایسی تدابیر نہ کی جائیں کوئی روپیہ دیتا بھی تو نہیں اور ایسا کون آدمی ہے جس کو روپیہ کی ضرورت نہ ہو خصوصاً زمینداری بلکہ موروثی شاہی خیال والوں کو تو بہت سی ضرورتیں لاحق رہتی ہیں اب اُس حدیث پر اور بھی غور کیجئے۔ ابوداؤد کے نسخوں میں یہ عبارت (الحارث الحراث) دو طور پر ہے بعض نسخوں میں حارث ابن حراث ہے جس کا مطلب ظاہر ہے کہ حارث کے باپ کا نام حراث ہوگا اور بعض نسخوں میں حارث حراث علی مقدمۃ رجل ہے یعنی حارث ایسی حالت میں نکلیگا کہ اُس کے مقدمۃ الجیش پر ایک شخص ہوگا جس کا نام منصور ہوگا اس نسخہ کی شرح میں محدثین لکھتے ہیں حراث کعلام اے امیر و عامل للحارث یعنی حراث کے معنی کارگزار اور کاسب کے ہیں چنانچہ لسان العرب میں لکھا ہے وفی الحدیث اصدق الاسماء الحارث لان الحارث الکاسب واحترث المال ای کسبہ والانسان لایخلو من الکسب طبعا واختیاراً۔

امر دوم یعنی حارث کا مقام خروج ماوراء النہر ہونا جو حدیث شریف میں ہے اسکی نسبت مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۲۱) میں فرماتے ہیں کہ بابر بادشاہ کے وقت میں اجداد اس نیاز مند کے خاص سمرقند سے ایک جماعت کثیر کے ساتھ کسی سبب سے ہجرت اختیار کرکے دہلی میں پہنچے انہیں شاہی خاندان سے ایسا تعلق خاص تھا جس کی وجہ سے وہ اس گورنمنٹ کی نظر میں معزز تھے چنانچہ بادشاہ وقت سے پنجاب میں بہت سے دیہات جاگیر کے انہیں ملے اور ایک بڑی زمینداری کے وہ تعلقدار ٹھیر لئے گئے "

بابر بادشاہ کے زمانہ کو چارسو برس گذرتے ہیں اس عرصہ میں تخمیناً دس پندھرا پشت مرزا صاحب کے گذر گئے ہونگے اور جدا علےٰ جو دہلی تشریف لائے تھے مقصود اُس سے سمرقند سے ہجرت کرکے اس غرض سے نکلنا تھا کہ بادشاہ سے کوئی دنیوی نفع حاصل

کریں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جاگیرات وغیرہ ملیں۔ اب مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ سمرقند سے یعنی ماوراء النہر سے کوئی بھی نکلے مگر حارث تو میں ہی ہوں کیونکہ الہام سے ایسا ہی معلوم ہوا ہے۔

مرزا صاحب نے اس موقع میں حسن ظن سے بہت کام لیا ورنہ ملہم سے پوچھ لیتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صاف فرمادیا ہے کہ حارث وراء النہر سے نکلیگا اور میں تو وراء النہر کہاں پنجاب سے بھی باہر نہیں نکلا پھر حارث ہونے کا کیونکر دعوے کروں اور اگر اس حدیث کے معنی خلاف واقعہ بیان کر دوں تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا ہوگا جس کے بارے میں سخت وعید وارد ہے کہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی متعمداً فلیتبوء مقعدہ من النار (متفق علیہ) یعنی جو بات حضرت نے نہیں کہی وہ حضرت کی طرف منسوب کرنا دوزخ میں ٹھکانا بنالینا ہے۔ اس سوال کے بعد جب ملہم کوئی تشفی بخش جواب نہ دیتا اور یقیناً نہ دے سکتا تو اس پر لاحول پڑھکر سمجھ جاتے کہ یہ شیطانی الہام ہے۔ جو مخالف حدیث ہے بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کو چندوں کی ضرورت ہے اور صبح وشام اسی کا خیال لگا رہتا ہے اس لئے جس طرح مرزا صاحب نے اپنی ذاتی تحقیق سے قاعدہ قرار دیا ہے شیطان نے موقع پاکر الہام کر دیا اور مرزا صاحب کو ضرورت کے لحاظ سے اُس کے رد کرنے کا موقع نہ ملا۔

تیسرا امر یعنی حارث کے مقدمۃ الجیش پر منصور نام سردار ہونا جو حدیث میں مذکور ہے اُس کی نسبت ازالۃ الاوہام صفحہ (۹۶) میں تحریر فرماتے ہیں کہ پھر اُس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس کے لشکر یعنی اُس کی جماعت کا سردار و سرگروہ

Marfat.com

ایک توفیق یافتہ شخص ہوگا جسکو آسمان پر منصور کے نام سے پکارا جائیگا کیونکہ اُس کے خادمانہ ارادوں کا جو اُس کے دل میں ہونگے آپ ناصر ہوگا اس جگہ اگرچہ اس منصور کو سپہ سالار کے طور پر بیان کیا ہے مگر اس مقام میں درحقیقت کوئی ظاہری جنگ و جدل مراد نہیں بلکہ ایک روحانی فوج ہوگی کہ اُس حارث کو دی جائیگی جیسا کہ کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا۔"

حدیث شریف میں (علی مقدمۃ رجل یقال لہ منصور) مذکور ہے۔ اور لغت میں مقدمہ فوج کے اُس حصے کو کہتے ہیں جو تمام لشکر کے آگے رہتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ حارث معمولی آدمی نہ ہوگا بلکہ لشکر جرار لیکر امام مہدی کی مدد کو نکلیگا اور ایک نامی سردار اُس کے مقدمۃ الجیش پر ہوگا۔ اور دوسری روایت میں جو اسی کی تائید میں ہے صراحۃً یہ بھی مذکور ہے کہ اُس فوج کے نشان سیاہ ہونگے جس کا حال ابھی معلوم ہوا۔ مرزا صاحب سب کی نفی کر کے فرماتے ہیں کہ وہ ایک معمولی پنجابی آدمی ہوگا جس کے ساتھ نہ فوج ہے نہ حشم البتہ اس کے مریدوں میں ایک شخص ہوگا جسکو آسمان پر منصور پکارا جائیگا۔

مرزا صاحب کی تحریر سے ابھی معلوم ہوا کہ اس حدیث سے اشارۃً سمجھا گیا کہ وہ حارث بادشاہ یا امیروں میں سے نہیں ہوگا تا ایسے مصارف کا اپنی ذات سے متحمل ہوسکے غالباً اشارہ اسی سے نکالا ہوگا کہ حارث کی نصرت کا حکم ہے۔ اُنہوں نے نصرت کو چندہ میں منحصر کر دیا حالانکہ چندہ دینے کا نام نصرت نہیں حق تعالیٰ فرماتا ہے ولقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ کیا مرزا صاحب اس آیت کی تفسیر میں بھی یہ فرماوینگے کہ خدائے تعالیٰ نے چندہ دیا تھا

Marfat.com

مرزا صاحب لفظ (وجب نصرہ) سے اشارۃً یہ نکالتے ہیں کہ وہ بادشاہ اور امیر نہ ہوگا اور جو صراحۃً لشکر و آیات وغیرہ مذکور ہے اُس سے انکار ہے۔ تو مرشد کے زمانے کے مسلمانوں کو آفرین کہنا چاہیئے کہ باوجودیکہ انہیں حدیثوں پر استدلال کر کے اپنی مہدویت کے ثبوت پر ایک لشکر جرار پیش کرتا ہوگا۔ مگر جو خالص ایماندار تھے وہ نور ایمان سے اُس کی کارروائیوں پر نظر کر کے اُس کے دام میں نہ آئے برخلاف اس کے ہمارے زمانے کے مسلمان دیکھ رہے ہیں کہ ایک علامت بھی پائی نہیں جاتی مگر مرزا صاحب کے تصنیفات وتالیفات پر ایمان لا کر اُنہی کا کلمہ پڑھ رہے ہیں اور جو لوگ ان کو مکائد پر اُن کے مطلع کرتے ہیں انہی کو دشمن سمجھتے ہیں۔

یہاں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ مرزا صاحب کا لشکر تو روحانی ہے نہ جسمانی فوج ہے نہ جنگ وجدل پھر چندوں کی کیا ضرورت ایسے لطیف لشکر کی نصرت کثیف چیز سے طلب کرنا اور مال جس کا فتنہ ہونا مسلم ہے اُس کے لئے ہاتھ پھیلانا کس قدر نامناسب اور بدنما ہے ازالۃ الاوہام صفحہ (۶۵۶) میں خود فرماتے ہیں کہ مسیح دنیا میں آکر مال کو اس قدر تقسیم کریگا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائینگے یہ نہیں کہ مسیح درہم و دینار کو جو بمصداق آیت انما اموالکم واولادکم فتنۃ ہے۔ جمع کریگا اور دانستہ ہر ایک کو مال کثیر دیکر فتنے میں ڈالیگا۔

مرزا صاحب کا حزم و احتیاط بھی قابل دید ہے کہ مال میں دو جہتیں ہیں محمود و مذموم جب دینے کی کوئی روایت آجاتی ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام بہت مال دیں گے تو مال نہایت مذموم اور فتنہ ہوجاتا ہے کہ اگر دیا جائے تو

لوگ فتنے میں پڑینگے۔ اور لینے کا موقع آتا ہے تو نہایت محمود اور اس قابل ہوجاتا ہے کہ اُس کے لئے دست سوال دراز کیا جائے۔ اور اُس کے دینے کی حدیثوں میں فرماتے ہیں کہ اُن سے مراد باتیں کرنا ہے۔ اور لینے کے وقت وہی خاص جسم قرار دیا جاتا ہے جس میں استعارہ اور کنایہ کو دخل نہیں۔

امر چہارم یعنے حارث کی غرض آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید ہوگی اُس کی نسبت ازالۃ الاوہام صفحہ (۹۴) میں لکھتے ہیں کہ حارث ایسے وقت میں ظاہر ہوگا کہ جس وقت میں آل محمد یعنی اتقیا مسلمین جو سادات قوم و شرفائے ملت ہیں کسی حامی دین اور مبارز میدان کے محتاج ہونگے۔ آل محمد کے لفظ میں ایک افضل اور طیب چیز کو ذکر کرکے کل افراد جو پاکیزگی اور طہارت میں اُس چیز سے مناسبت رکھتے ہیں اس کے اندر داخل کئے گئے ہیں جیسا کہ عام طریقہ متکلمین ہے کہ بعض اوقات ایک جزو کو ذکر کرکے کل اس سے مراد لیتے ہیں۔

ابھی معلوم ہوا کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد امام مہدی ہیں جیسا کہ دوسری حدیث سے ظاہر ہے مرزا صاحب نے اُس روایت سے اغماض کرکے صرف آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم والی حدیث کو لے لیا اور اُس میں یہ تصرف کیا کہ اُس سے مراد تمام مسلمان ہیں جن کی تائید کے لئے وہ خراسان یعنی سمرقند سے نکلتے ہیں اور تائید یہ کی کہ تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو بلکہ صحابہ سے لیکر آج تک کے مسلمانوں کو مشرک بنا دیا جسکا حال مذکور ہوا۔

یہ بات اہل علم جانتے ہیں کہ مجازی معنی وہیں لئے جاتے ہیں جہاں حقیقی معنی نہ بنیں اب یہ دیکھنا چاہئیے کہ اس پیشگوئی کے حقیقی معنی چھوڑنے کی کیا ضرورت

Marfat.com

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے کہ فلان سنہ میں یہ واقعہ ہوگا پھر اگر وہ سنہ قریب الختم ہوتا تو اُس وقت اُس حدیث کی تصحیح کے لئے مجازی معنے لے سکتے تھے۔ امام مہدی حارث اور عیسے علیہ السلام اور دجال وغیرہ کا نکلنا تو قیامت کی علامات کبرےٰ سے ہیں جن کے متصل قیامت ہوگی۔ اور یہ علم کسی کو نہیں دیا گیا کہ قیامت کس سنہ میں ہوگی یہانتک کہ کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر پوچھا کرتے تھے کہ قیامت کب ہو گی حق تعالےٰ نے فرمادیا کہ ان سے صاف کہدو کہ اس کا علم خدا ہی کو ہے جب چاہیگا قائم کر دیگا چنانچہ ارشاد ہے یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰہا قل انما علمہا عند ربی لا یجلیہا لوقتہا الا ہو۔ اور ابھی معلوم ہوا کہ عیسے علیہ السلام نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شب معراج کہا تھا کہ قیامت کب ہوگی یہ تو سوائے خدائے تعالےٰ کے کسی کو معلوم نہیں البتہ دجال کا قتل میرے ذمہ ہے جو وقت پر عمل میں آجائیگا۔ جب قیامت کا علم کسی کو نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ اس زمانہ میں اگر اُن احادیث کے معنے مجازی نہ لئے جائیں تو وقت منقضی ہو جائیگا اور وہ حدیثیں نعوذ باللہ جھوٹی ثابت ہونگی تو پھر کیا ضرورت ہے کہ حقیقی معنے چھوڑ کر مجازی معنے لئے جائیں۔ اگر مجازی معنی ہر موقع میں لینے کی اجازت شرعاً اور لغۃً ہو جائے تو ہر شخص قرآن وحدیث میں خود غرضی سے مجازی معنے لیکر اپنا مطلب نکا لیگا اور جتنے مفتری اور کذاب ہیں اپنا اپنا دین علیحدہ بنا لینگے جس طرح مرزا صاحب بنا رہے ہیں کہ عیسے مجازی دجال مجازی قتل مجازی مہدی مجازی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجازی حارث مجازی منصور مجازی جنگ وغیرہ سب مجازی جس کا مطلب ظاہر ہے

Marfat.com

کہ یہ کل کارخانہ جو جمایا گیا ہے محض بے اصل و بے حقیقت ہے ۔

امر پنجم و ششم یعنی امام مہدی کا اس لشکر میں ہونا اور اُن کی مدد کی ضرورت اس مقام میں ان کو صرف حارث بننا منظور تھا ان حدیثوں سے اگر اپنی مہدویت ثابت کرتے تو کوئی دوسرا شخص حارث بنکر چندوں کا مستحق ہوتا ۔ چونکہ اس حدیث سے چندوں کی کارروائی کو تائید پہنچتی ہے اس لئے اس حدیث میں بڑا ہی زور لگایا اور چار جز تک اس میں خامہ فرسائی کی مگر یہ ثابت نہ کرسکے کہ حارث کادیان سے نکلیگا ۔ اگر مرزا صاحب چاہتے تو چند روز میں اپنے خاص خاص مریدوں کے ساتھ ماوراءالنہر تک جا کر چلے آتے جس سے ماوراءالنہر یا خراسان سے نکلنا صادق آجاتا اور کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہ ملتی کہ مرزا صاحب ماوراءالنہر سے نہیں نکلے مگر وہ اُن سے نہ ہوسکا اور کیونکر ہوسکتا وہ تو مخبر صادق کا کلام ہے جو سوائے اپنے مصداق کے کسی دوسرے پر صادق آہی نہیں سکتا باطن میں فی الحقیقت یہی وجہ تھی مگر ظاہراً افغانستان کا خوف سد راہ ہوا ہوگا ۔ جب یہود سے کہا گیا کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے فتمنوا الموت ان کنتم صادقین مگر خدا جانے اُن پر کس قسم کا خوف طاری ہوگیا تھا کہ اُن کے منہ سے کوئی تمنا کا کلمہ نکل ہی نہ سکا آخر اُن کا جھوٹا ہونا خود اُن کی طرز عمل سے مسلم ہوگیا ۔

یہ چند علامتیں عیسےٰ علیہ السلام کے زمانہ کی ہیں اگرچہ اور بہت سی علامات احادیث سے ثابت ہیں مگر طالبین حق کے لئے یہ چالیس علامتیں بھی کم نہیں ۔ اگر در دہ کس است یک حرف بس است ۔ آپنے دیکھ لیا کہ ان علامتوں سے

Marfat.com

ایک بھی مرزا صاحب پر صادق نہیں آتی اب وہ اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح ان علامات کو اپنے پر چسپاں کرلیں ورنہ عیسویت سے دست بردار ہونا پڑتا ہے اس لئے اقسام کی تدبیریں کیں۔ مثلاً ناموں میں تحریف کردی اپنا نام عیسےٰ مہدی حارث وغیرہ رکھ لیا اور قادیان کو دمشق۔ اور پادریوں اور ابن صیاد کو دجال اور نصاریٰ کو یاجوج و ماجوج قرار دیا اور کہیں معنوں میں تحریف کی مثلاً قتل دجال اور کسر صلیب سے مراد ردّ مذہب اور معمولی سوال و جواب۔ اور بے حساب مال تقسیم کرنے سے مراد علمی باتیں بیان کرنا۔ اور کسی حدیث کی نسبت کہدیا کہ وہ حضرت کا خواب تعبیر طلب تھا اُس کے وہ معنے نہیں جو ظاہر میں سمجھے جاتے ہیں۔ اور کبھی عقل سے حدیث کو رد کردیا جیسا کہ لکھا ہے۔ کیا عیسےٰ مہدی اور ہدایت یافتہ نہیں پھر مہدی کی کیا ضرورت۔ اور جہاں کچھ نہ بنا تو کہدیا کہ وہ بھی ایک استعارہ ہے جیسا کہ دجال کے شام و عراق کے درمیان سے نکلنے کے باب میں لکھا ہے اور سردار لشکر کا نام جو حدیث میں منصور مذکور ہے کہا کہ خدا کے نزدیک اس کا نام منصور ہوگا۔ بلکہ کہیں تو صاف کہدیتے ہیں کہ وہ حدیث ہی غلط ہے جیسا کہ نواس رضؓ کی حدیث کی نسبت معلوم ہوا بلکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف غلطی کی نسبت کردی۔ اور کہیں اغماض ہی کر گئے مثلاً حدیث شریف میں مذکور ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کل اسلام ہی اسلام ہو جائیگا اور درندے اور گزندے کسی کو ضرر نہ پہنچا سکینگے وہاں کہہ تو دیا کہ شیر اور بکری کو ایک جگہ بٹھائیگا مگر اُس میں کچھ گفتگو نہ کی کہ عیسےٰ ہیں تو ان پیشگوئیوں کا وقوع کیوں نہ ہوا غرض کہ اقسام کی بدنما تدبیریں کیں کہ کوئی سمجھدار آدمی اُس کو رضامندی کی نگاہ سے دیکھ

Marfat.com

نہیں سکتا۔ افسوس ہے ایک زمانہ وہ تھا جس میں العاقل یکفیہ الاشارہ کے مصداق بکثرت موجود تھے اور اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ اشارہ تو درکنار سخن سازیاں باواز بلند کہتی ہیں کہ کل تصنع ہی تصنع ہے مگر کسی کو جنبش نہیں ہوتی کہ مرزا صاحب کیا کر رہے ہیں۔ معتقدین اتنا تو خیال کر لیتے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کشف میں غلطی ٹھہری تو اس کی تصدیق کیوں کی جائے کہ ایک نقلی عیسے پنجابی شخص ہونا ضروری ہے آخر وہ بھی کشفی بات ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ اور کشف جب تعبیر طلب ہو تو کسی شخص کے مثیل مسیح ہونے کی کیا ضرورت ممکن ہے کہ اس کی تعبیر یہ ہو کہ ایک زمانہ ایسا آئیگا جس میں امت مرحومہ من جانب اللہ راہ راست پر آجائیگی کیونکہ عیسے کلمۃ اللہ ہیں اور اللہ تعالے کلمہ کن سے سب کچھ کرتا ہے چنانچہ ارشاد ہے لآتینا کل نفس ھداھا اس تعبیر میں جیسے عیسے کی ضرورت نہیں ویسا ہی مثیل عیسی کی بھی ضرورت نہیں۔ اور ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۹۹) میں انہوں نے قاعدہ بیان کیا ہے کہ کل دجال عیسے تو جس طرح پادریوں کی قوم دجال بتائی گئی اسی طرح ان کی رد کرنے والی قوم عیسے ہوگی اور اگر وہاں افراد قوم دجال ہیں تو ادھر بھی افراد قوم عیسے ہونگے اس کا کیا ثبوت کہ اُدھر تو دجال قوم ہو اور ادھر ایک ہی شخص ہو۔ الحاصل بیسوں قرینے شاہد حال ہیں کہ نہ اُن کو حدیث سے کام ہے نہ قرآن سے مطلب صرف اپنی عیسویت مقصود بالذات ہے جس سے بوضاحت ثابت ہے کہ جتنے الہام اُنہوں نے اپنی عیسویت وغیرہ سے متعلق لکھے ہیں وہ سب دل سے بنائے ہوئے ہیں کیونکہ جب آیات

Marfat.com

واحادیث میں تصرفات کر کے ایسے معنی بیان کرتے ہیں جن کا احتمال بھی نہیں اور اسکی کچھ پروا نہیں کرتے کہ دیکھنے والے کیا کہینگے تو الہام بنا لینا کونسی بڑی بات ہے اُس پر تو دوسرا کوئی مطّلع ہی نہیں ہو سکتا آخر قرآن وحدیث کے خلافِ مراد معنی بیان کرنا بھی تو افترا ہی ہے۔ جس نے حرمت علیکم المیتۃ کے معنی یہ لئے تھے کہ میتہ کسی بزرگ کا نام تھا جس کی تعظیم کی گئی تھی اس کو مردار سے کوئی تعلق نہیں کیا یہ افترا علی اللہ نہیں۔ مرزا صاحب بھی تو اسی قسم کے تصرفات کر رہے ہیں پھر اُن کے افترا کرنے میں کیا تامل اور جب یہ افترا اُنہوں نے جائز رکھا تو الہام بنا لینے میں کون مانع ہے۔ پھر جو دلائل انہوں نے اپنی عیسویت پر پیش کئے اُن میں سے ایک بھی ایسی نہیں جو قابل توجہ ہو جس کا حال اوپر معلوم ہوا۔ اس سے یقیناً ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر اُنہوں نے اسی وجہ سے زور دیا ہے کہ اُن کی حیات میں خدشے پیدا کر کے خود مسیح موعود بن جائیں کیونکہ جب تک اُن کی موت ثابت نہ ہو وہ مسیح موعود نہیں ہو سکتے مشاہدہ سے ثابت ہے کہ کیسی ہی یقینی بات ہو جب آدمی اُس میں خدشے ڈالنے کے درپے ہوتا ہے تو سخن سازیوں سے دل پر کچھ نہ کچھ اثر ہو ہی جاتا ہے دیکھ لیجئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں تیرا سو سال سے آج تک کسیکو اختلاف نہیں شیعہ سنی۔ ہندو۔ عیسائی وغیرہ سب کے نزدیک وہ مسلم ہے اور تمام تاریخی کتابیں اس پر گواہی دے رہی ہیں مگر مرزا حیرت صاحب نے اُس میں خدشے ڈال ہی دئے چنانچہ جاہلوں میں ہر طرف چرچے ہو رہے ہیں کہ مرزا حیرت صاحب نے خوب ہی دلائل قائم کئے آج کل کے مباحثوں کا حال بعینہ اس مباحثے کا سا ہے کسی مجلس میں ایک مولوی صاحب نے کوئی واقعہ بیان کیا جو ظاہراً غیر مربوط

Marfat.com

سا تھا۔ اس شعر پر ایک شاعر صاحب نے ہنسکر یہ شعر پڑھا۔ ؎

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا		الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و نا و لہا

مولوی صاحب نے بگڑکر کہا کیسا غلط پڑھتے ہو اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ ایک مصرعہ چھوٹا ایک بڑا ہے اس پر شاعری کا دعوے ہے۔

شاعر۔ حضرت مجھے تو ایسا ہی یاد ہے صحیح آپ ارشاد فرمائیں۔

مولوی صاحب۔ خیر ہم ہی صحیح بتائے دیتے ہیں۔ ؎

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا		الا یا ایہا الساقی اَدر کا

شاعر۔ اَدر کا چہ معنی دارد۔

مولوی صاحب۔ عربی پڑھیں تو معلوم ہو کہ (اَدر) امر کا صیغہ ہے اور کاف خطاب کا جو اشباع کی وجہ سے۔ ادر کا۔ پڑھا جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اے ساقی پیالہ کے دور کرانے میں کیا لگا ہے اپنے کو پھیر اور ادھر متوجہ کر۔

شاعر۔ دیوان حافظ میں تو اس مصرعہ میں یہ ہے ادر کاساً و نا و لہا۔

مولوی صاحب۔ سبحان اللہ ترجمہ کا بھی آپ کو خوب سلیقہ ہے کیا سعدی کے معنی حافظ اور زلیخا کے معنی دیوان ہیں جو دیوان حافظ کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ شاعر تو یہ خبر دے رہا ہے کہ سعدی نے زلیخا میں یہ مصرعہ لکھا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ دیوان حافظ میں ایسا نہیں ہے۔ نہوا کرے۔

شاعر۔ کیا سعدی نے زلیخا بھی لکھی ہے۔

مولوی صاحب۔ کیا سعدی کو زلیخا لکھنا منع تھا۔

شاعر۔ اگر لکھی ہے تو وہ زلیخا کہاں ہے۔

Marfat.com

مولوی صاحب - کیا ساری دنیا کی کتابیں آپ کے شہر میں موجود ہیں - یا آپ نے سب کا مطالعہ کرلیا ہے اور صرف وہی ایک باقی رہگئی -

شاعر - حضرت آپ یہ خیال نہیں فرماتے کہ یہ شعر کس موقع میں پڑھا جاتا ہے - جب کوئی بے ربط بات کہی جائے تو مضحکہ کے طور پر پڑھتے ہیں جس سے یہ بتلایا جاتا ہے کہ وہ بات ایسی ہے جیسے اس شعر کا مضمون -

مولوی صاحب - یہ آپ کا خیال ہے مضحکہ سے کیا تعلق جب کوئی دلچسپ بات سنتے ہیں تو بے اختیار ہنسکر اُس کی داد دیتے ہیں کہ ادھر متوجہ ہوکر پھر فرمائیے جناب اتنا تو خیال کر لیجئے کہ یہ شعر حد تواتر کو پہنچ گیا ہے ہزاروں ذی علم اسکو پڑھتے ہیں اور یہ خبر دیتے ہیں کہ یہ مصرعہ سعدی نے اپنی زلیخا میں لکھا ہے کیا وہ سب جھوٹے ہیں کیا اُن میں سے کسی نے بھی سعدی کی زلیخا کو نہ دیکھا ہوگا آپ کی عقل پر افسوس ہے -

الغرض شاعر صاحب سے کچھ نہ بن پڑی اپنا سا منھ لیکر رہ گئے اور آخر یہی کہنا پڑا کہ شاید ایسا ہی ہوگا -

کلام اس میں تھا کہ تیرا سو برس سے جو بات بلا خلاف ہم تک پہنچی اور جس پر ہر ملک و ملت کے لوگ گواہی دے رہے ہیں اور کسی کو اُس میں ذرا بھی شک نہ تھا - مرزا حیرت صاحب نے باتیں بنا کر جاہلوں کو چونکنے تو کر دیا اور بعض متزلزل بھی ہوگئے اور تعجب نہیں کہ رفتہ رفتہ ایک جماعت بھی قائم ہو جائے -

اسی طرح مرزا صاحب اور اُن کے امتی ہمہ تن متوجہ ہوکر اپنی پوری ذکاوتیں مسئلہ وفات مسیح میں صرف کر رہے ہیں جس سے جاہلوں کے اعتقاد متزلزل

Marfat.com

ہوگئے اور یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ مرزا صاحب جب منصب عیسویت اپنے لئے
تجویز کر رہے ہیں اور اس کا مدار انہیں خدشات پر ہے تو اُن کی غرض اُس سے
متعلق ہوئی اور خود غرضی کارروائی عقلاً قابل التفات ہو سکتی ہے یا نہیں پھر جب
اُن کا مقصود یعنی ان کی عیسویت کسی دلیل سے ثابت نہ ہو سکی تو عیسٰے علیہ السلام
کی موت وحیات میں گفتگو سے کیا فائدہ اُن کو ضرور ہے کہ اپنی عیسویت بدلائل
ثابت کر دیں اور جب وہ بدلائل ثابت ہو جائے تو عیسٰے علیہ السلام کی موت
خود بالضرور ثابت ہو جائیگی کیونکہ مسیح موعود تو ایک ہی ہے اور یہ ممکن نہیں کہ اُنکی
موت ثابت ہونے سے مرزا صاحب کی عیسویت ثابت ہو جائے اس لئے کہ یہ
ضرور نہیں کہ عیسٰے علیہ السلام مرتے ہی مرزا صاحب ہی عیسٰی بن جائیں آخر مرزا صاحب
بھی اس کے قائل نہیں کہ عیسٰے علیہ السلام کی وفات سنہ ۱۳۰۰ ہجری میں ہوی اور
وہ اُن کے جانشین ہوئے۔ اور یہ بات بھی کسی دلیل سے ثابت نہیں ہو سکتی
کہ ایک عیسٰے کے مرنے کے بعد دوسرے عیسٰے کے نکلنے کی اس قدر مدت
مقرر ہے۔ الحاصل مرزا صاحب مدعی عیسویت ہیں اپنا دعویٰ مع شرائط و لوازم ثابت
کرنا اُن کے ذمہ ہے۔ ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ ہمارے دین میں طے شدہ اجماعی
مسئلہ حیات مسیح علیہ السلام کو ازسرنو ثابت کریں البتہ بحسب قواعد مناظرہ ہمارا
کام ہوگا کہ مدعی کے دلائل میں غور کر کے بحسب موقع وضرورت جرح کریں۔
مرزا صاحب کو عیسٰے علیہ السلام کی موت ثابت کرنے اور آپ مسیح موعود ہونے
میں بڑے بڑے معرکے پیش آئے۔ پہلے یہ ثابت کرنا انہوں نے ضروری سمجھا
کہ کوئی شخص زندہ آسمان پر جا ہی نہیں سکتا۔ اس میں یہ دقت پیش آئی

Marfat.com

کہ قرآن و احادیث صحیحہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج ثابت ہے اگر قرآن وحدیث کی رعایت کرتے ہیں تو اپنی بات بگڑتی ہے اور اگر بات کی رعایت کرتی ہیں تو اُن آیات واحادیث سے ایمان رخصت ہوتا ہے آخر بحکم حبک للشئ یعمی ویصم طبیعت نے یہی حکم کیا کہ بات بگڑنے نہ پائے۔ چنانچہ معراج جسمانی کا انکار ہی کر دیا اور اس بات کے قائل ہو گئے کہ حضرت شب معراج مکہ سے باہر نہیں گئے بستر ہی پر بیت المقدس وغیرہ کا کشف ہو گیا۔ اور سبحان الذی اسری بعبدہ وغیرہ آیات کو تاویل کر کے ٹال دیا۔ اس کے بعد یہ خیال کیا کہ شاید کوئی یہ کہدے کہ عیسٰے علیہ السلام مر تو گئے مگر ممکن ہے کہ قیامت کے قریب زندہ ہو کر آ جائیں اُس کی پیش بندی یوں کی کہ کوئی شخص مرنے کے بعد اس عالم میں زندہ ہو ہی نہیں سکتا اور قرآن شریف میں جو ہزارہا مُردوں کا زندہ ہونا مذکور ہے اُس کا عقل سے ایسا مقابلہ کیا کہ اُنہی کا کام تھا کسی واقعہ میں کہا کہ مسمریزم سے صرف حرکت ہو گئی تھی اور کبھی معنی بدل دئے مثلاً فاماتہ اللہ مائۃ عام میں کہا کہ اُس سے موت مراد نہیں بلکہ نیند ہے کہ سو برس تک سوتے رہے اس کے بعد یہ سوچا کہ ایسی تدبیر کی جائے کہ عیسٰے علیہ السلام قیامت میں بھی زمین پر نہ آنے پائیں اس لئے حشر اجساد ہی کا انکار کر دیا اس دلیل سے کہ مرنے کے بعد قبر میں ایک سوراخ ہو جاتا ہے جس کی راہ سے جنتی آدمی جنت میں چلا جاتا ہے اور پھر وہاں سے نکل ہی نہیں سکتا۔ اب صدہا آیات واحادیث جو حشر اجساد اور قبر سے مُردے نکلنے کے باب میں وارد ہیں وہ سب اپنی اپنی جگہ رکھی رہیں اور سب پر ایمان بھی ہے مگر اُن کے معنی سے کوئی تعلق نہیں

Marfat.com

اور اُن کا وہ قول بھی صحیح ہوگیا کہ قرآن کے ایک نقطہ کی کمی وزیادتی نہیں ہوسکتی کیونکہ مسلمانوں کو بتلانے کے لئے الفاظ پر پورا پورا ایمان ہے جو کچھ تصرف اور حکومت ہے سو معنی پر ہے۔ الغرض ان مقامات میں اور اُن کے سوا جو جو آیات واحادیث اُن کو مقصود کے مخالف نظر آئیں سب کے معنی میں تحریف کر ڈالی اور جن آیات واحادیث کو دیکھا کہ تغیر معنی سے اپنا مطلب نکل سکتا ہے اُن میں نئے معنی پیدا کر کے استدلال میں پیش کر دیا۔

یوں تو مرزا صاحب کی طبیعت خود جدت پسند اور موجد مضامین تازہ ہے مگر ظاہراً تقدم کی وجہ سے سر سید احمد خاں صاحب کو مقتدا ہونے کا فخر حاصل ہے کیونکہ اُنہوں نے ایسے طریقہ بتلا دئے کہ کہنے کو قرآن پر ایمان بھی مسلم رہے اور اپنی مطلب برآری میں قرآن خلل انداز بھی نہ ہو مثلاً اُنہوں نے دیکھا کہ جب تک گورنمنٹ کے ہم خیال نہ ہوں مقصود حاصل نہیں ہوسکتا اس لئے قرآن کو حکمت جدیدہ کے تابع کر دیا اور جتنی آیتوں سے آسمانوں کا وجود ثابت ہوتا ہے سب میں تاویلیں کر کے آسمانوں کی جگہ موہوم دوائر قائم کر دئے اور جنت و دوزخ کے باب میں جتنی آیات وارد ہیں سب کو عالم خیال میں پہنچا دیا۔ قرآن میں فرشتوں کا ذکر بہت جگہ ہے اُس کی تصدیق یوں کی کہ آدمی وغیرہ میں جو قوتیں ہیں وہی ملائکہ ہیں مگر یہ ممکن نہیں کہ آسمان پر بھی کوئی فرشتہ ہو۔ بہرحال خاں صاحب اور مرزا صاحب الفاظ قرآن کی جہاں تک حد ہے اُس میں مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور جہاں معنی کا موقع آیا علیحدہ ہو جاتے ہیں اور اس وقت سوائے اپنی خواہش کے مسلمان تو کیا اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

بھی فرمادیں تو نہیں سنتے یہی وجہ ہے کہ ان دونوں صاحبوں کے نزدیک احادیث ساقط الاعتبار ہیں البتہ وہ حدیثیں تو استدلال میں پیش کرتے ہیں جن کو اپنے مفید مدعا سمجھتے ہیں۔ مگر یہ بات یاد رہے کہ ان حضرات نے جو ایمان کا طریقہ نکالا ہے وہ شرعاً ایمان نہیں ہو سکتا اس لئے کہ جو قرآن نازل ہوا ہے اُس سے یہ مقصود نہیں کہ فقط الفاظ ہی پر ایمان لایا جائے۔ دیکھ لیجئے اگر کوئی شخص عمر بھر لا الہ اللہ پڑھا کرے اور اُس کے معنی یعنی توحید کا قائل نہ ہو تو وہ شرعاً ہرگز مسلمان نہیں سمجھا جاسکتا اگر معنی میں تعمیم کردی جائے کہ حسب مرضی جو جی چاہے سمجھ لینا کافی ہے تو اس قسم کی تاویلوں میں تعجب نہیں کہ کفار کے اعتقاد بھی داخل ہو جائیں۔ منصور نے حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر میں تاویل کرکے مردار خنزیر وغیرہ کو حلال کردیا تھا حالانکہ اس آیت کو وہ کلام الٰہی کہتا تھا کیا اس قسم کے ایمان سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اُس کو اس آیت پر ایمان تھا۔

اب ہم خیر خواہانہ اہل اسلام سے عرض کرتے ہیں کہ ایمان بڑی نعمت عظمیٰ ہے آخرت کی نجات اور راحت ابدی کا مدار اسی پر ہے اُس کی حفاظت اور احتیاط کی بڑی ضرورت ہے ہر کس و ناکس کو اپنے ایمان پر تصرف دینا نہایت خلاف عقل ہے مولانا روم رح فرماتے ہیں۔ للشعر

اے بسا ابلیس آدم روئے است
پس بہر دستے نباید داد دست

معراج کا مسئلہ اسلام میں ایک عظیم الشان ہے جس سے امتیوں کو کمال درجہ کا افتخار حاصل ہے کہ سوائے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نبی کو یہ فضیلت

Marfat.com

حاصل نہیں ہوئی۔ مگر مرزا صاحب خود غرضی سے اُس میں کلام کرتے ہیں کہ اگر معراج جسمانی ثابت ہو جائے تو عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ جانا ثابت ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ظاہر ہیں وہ اُس کی تصریح نہیں کرتے مگر قرائن و دلائل واضحہ اس کی خبر دے رہے ہیں بہرحال ازالۃ الاوہام صفحہ (۴۷) میں لکھتے ہیں کہ یہ معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا اس کثیف بیداری سے یہ حالت زیادہ صفی و اجلی ہوتی ہے اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے۔"

مرزا صاحب کے کشف و تجربہ کا کیا کہنا اسی کتاب میں آپ کے کشفوں کا حال بخوبی معلوم ہو گیا ہے اگر ناظرین اُن کا تذکرہ فرمالیں تو مرزا صاحب کی اس تقریر کا لطف دوبالا ہو جائیگا۔ قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ اُن کا غالباً بیشتر کا ہوگا ورنہ انہوں نے تو اپنے باب میں قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ خود بدولت مردود ہیں ملعون ہیں بے دین ہیں خائن ہیں اور اُس فیصلہ کو خدائے تعالیٰ نے بھی منظور فرمالیا جس کا حال معلوم ہوا اس کے بعد اب وہ کسی عامی مسلمان کی بھی مساوات کا دعوے نہیں کر سکتے چہ جائیکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسری۔ اگرچہ مسئلہ معراج نہایت وسیع اور طویل الذیل ہے جس کی گنجائش اس مختصر میں دشوار ہے مگر مالایدرک کلہ لایترک کلہ کے لحاظ سے تھوڑی سی بحث اس میں بھی کی جاتی ہے انشاء اللہ تعالےٰ بشرط انصاف اہل ایمان پر منکشف ہو جائیگا کہ اہل سنت کا مذہب اس مسئلہ میں کیسا قوی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ کئی امور اس مسئلہ میں ایسے ہیں کہ معمولی عقول پر ان کا تسلیم کرنا شاق ہوتا ہے۔ مثلاً سینۂ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج

Marfat.com

شق کیا جانا اور حکمت وایمان سے اُس کو بھرنا پھر بسواری براق بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں پر جانا اور یہ سب معاملات ایک ہی شب میں طے ہو جانا وغیرہ امور ایسے ہیں کہ اُن کی نظیر مل نہیں سکتی اور خلاف عادت ہونے کی وجہ سے عقل کے خلاف ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اس عالم میں بہت سے بلکہ تقریباً کل کام ایسے ہیں کہ اُن کا ادراک عقل سے ممکن نہیں مگر عادت کی وجہ سے اُن میں غور تدبر کی نوبت آتی ہے نہ خلاف عقل معلوم ہوتے ہیں اس کا بیان ہم نے کتاب العقل میں بشرح وبسط لکھا ہے اُس کے ملاحظہ سے منکشف ہوسکتا ہے کہ جو معمولی امور ہیں اُن کے بھی ادراک میں حکما کی عقلیں حیران ہیں اور جن چیزوں کو ہم بدیہی سمجھتے ہیں اُن کی حقیقتیں ایسی نظری ہیں کہ اُن کا ادراک ابتک نہ ہوسکا۔ پھر جیسے وہ عادت کی وجہ سے مطابق عقل معلوم ہوتے ہیں اسی طرح اگر بالفرض آسمانوں پر آنا جانا بھی عادی ہوتا تو اُن میں بھی عقل کو استبعاد کا موقع نہ ملتا۔ یہاں بطور مثال ایک نور ہی کو دیکھ لیجئے کہ وہ کس قدر ظاہر بلکہ مظہر ہے اور ہمیشہ دیکھنے کی وجہ سے ہر شخص اُس کو بدیہی سمجھتا ہے مگر اس کی حقیقت ایسی نظری ہے کہ تمام حکما اُس کے ادراک میں حیران ہیں یہی وجہ ہے کہ کوئی اس کو جوہر بلکہ جسم کہتا ہے اور کوئی عرض۔ حالانکہ جوہر وعرض میں جس قدر فرق اور تباین ہے ظاہر ہے ایسی روشن چیز میں جب یہ اندھیر ہو تو اور چیزوں کا کیا حال ہوگا اگر ایسے شخص سے جس نے نور کبھی نہ دیکھا ہو یعنی مادر زاد نابینا سے اُس کا حال بیان کیا جائے تو یہی کہیگا کہ ایسی چیز کا وجود محال ہے اہل حکمت جدیدہ نے نور کو جوہر بلکہ جسم مان لیا ہے اور کمال تحقیق سے تصریح کرتے ہیں کہ وہ ایک منٹ میں ایک کروڑ ملیں

Marfat.com

میل کی مسافت طے کرتا ہے جیسا کہ ریوری رنٹ چارلس صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ اور پیسہ اخبار مورخہ ۹ رجمادی الثانی ۱۳۲۰ھ ہجری میں تحقیق جدید کو بیان کیا ہے کہ بجلی ایک منٹ میں پانچ سو مرتبہ زمین کے گرد گھوم سکتی ہے اور ستہ شمسیہ میں جو چارلس صاحب مذکور کی کتاب کا ترجمہ ہے لکھا ہے کہ بعض دُم دار ستارے اتنے بڑے ہیں کہ فقط ان کی دُم تین کروڑ تیس لاکھ میل کی ہے اور اُنکی رفتار ایک ساعت میں آٹھ لاکھ اسی ہزار میل تک ثابت ہوئی ہے۔ اور محققین ہئیت قدیمہ نے تصریح کی ہے کہ فلک تاسع کے مقعر کا ہر نقطہ ایک ساعت میں دس کروڑ اکھتر لاکھ میل حرکت کرتا ہے۔ اور لکھا ہے کہ آدمی جس عرصہ میں ایک لفظ کا تلفظ کرے مثلاً (ا) یا (ب) کہے وہ پانچ ہزار ایک سو چھانوے میل طے کرتا ہے اب دیکھئے کہ کیسے بڑے بڑے اجسام کی حرکت ایک ساعت میں لاکھوں بلکہ کروڑوں میل تسلیم کرلی جاتی ہے اس وجہ سے کہ وہ حکما کا قول ہے۔ اور معراج کی خبر خود خدا تعالےٰ دیتا ہے اُس میں اقسام کے احتمالات پیدا کرکے تاویلیں کی جاتی ہیں کہ جسم کثیف اس مدت قلیل میں اتنی مسافت کیونکر طے کرسکتا ہے اس لئے برائے نام اُس پر ایمان لانے کی یہ تدبیر نکالی گئی کہ وہ ایک کشفی واقعہ ہے۔ اب اگر کوئی ایماندار جس کو خدا کی قدرت پر پورا ایمان ہو اور یقین سمجھتا ہو کہ حق تعالےٰ صرف کن سے جو چاہتا ہے کرسکتا ہے یہ اعتقاد رکھے کہ وہ قادر مطلق جو بعض اجسام کثیفہ کو ایک منٹ میں ایک کروڑ بیس لاکھ میل چلا جاتا ہے۔ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم جن کا جسم مبارک ہماری جان سے بھی زیادہ تر لطیف تھا اُن کو تھوڑے عرصہ میں آسمانوں کی سیر کرالائے تو کونسی بڑی بات ہوگئی کیا ان مسلمانوں کے نزدیک

Marfat.com

خدا کی اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کی اتنی بھی وقعت نہ ہونی چاہیئے جو اہل یورپ کی بات کی آجکل ہو رہی ہے۔ مقتضائے ایمان تو یہ تھا کہ اگر کوئی ضعیف حدیث بھی اس باب میں وارد ہوتی تو اس خیال سے مان لی جاتی کہ آخر حدیث تو ہے کسی کی بنائی ہوئی بات نہیں چہ جائیکہ قرآن کی آیتوں اور صحیح صحیح حدیثوں سے ثابت ہے مگر ہر کسی کو یہ گراں بہا دولت ایمانی کہاں نصیب ہوسکتی ہے۔ ہزار ہا معجزات دیکھنے پر بھی تو اشقیا اس دولت سے محروم ہی رہے۔ در اصل خود حق تعالےٰ کو منظور نہیں کہ یہ دولت عام اور بے قدر ہو جائے اسی وجہ سے خود کتاب ہدایت یعنی قرآن شریف کی خاصیت یضل بہ کثیراً و یہدی بہ کثیرا رکھی گئی اور معراج شریف کی نسبت بھی اسی قسم کا ارشاد ہے قولہ تعالےٰ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس یعنی جو تمکو شب معراج ہم نے دکھلایا اُس سے لوگوں کی آزمائش مقصود ہے احادیث و آثار سے ثابت ہے کہ یہ آیت معراج ہی کے باب میں نازل ہوئی۔ یہ بات ظاہر ہے کہ ہر کسی کا کام نہیں کہ خدائے تعالےٰ کے امتحان میں پورا اُترے۔ اس موقع میں تو ایمانداروں کا ایمان ہی سلامت رہ جائے تو غنیمت ہے کافروں کے ایمان کی کیا توقع چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ باوجودیکہ حضرت نے بیت المقدس کی پوری نشانیاں بتلا دیں اور کفار اس کا انکار بھی نہ کر سکے مگر ایمان کسی نے نہ لایا اور صحابہ جو ہمیشہ معجزات دیکھتے تھے باوجود اُس فیضان معنوی کے وہ بھی متزلزل ہو گئے اور بعض تو نعوذ باللہ مرتد ہی ہو گئے۔ اور اسی واقعہ کی عمدہ طور پر تصدیق کرنے کی بدولت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق کہلائے ان مضامین کی تصدیق روایات ذیل سے ہوتی ہے اخرج ابن جریر عن قتادۃ رض وما جعلنا الرؤیا التی اریناک

Marfat.com

الا فتنۃ للناس یقول اراہ من الآیات والعیر فی مسیرہ الی بیت المقدس و ذکر لنا ان ناسا ارتد وابعد اسلامہم حین حدثہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمسیرہ انکروا ذلک وکذبوا بہ وعجبوا منہ وقالوا اتحدثنا انک سرت مسیرۃ شہرین فی لیلۃ واحدۃ کذا فی الدر المنثور یعنی قتادہ کہتے ہیں کہ آیۂ شریفہ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس سے وہ نشانیاں مراد ہیں جو بیت المقدس کے جانے میں حضرت کو دکھلائی گئیں جب حضرت نے وہ حالات بیان کئے تو بہت سے لوگوں نے تکذیب کرکے براہ انکار کہا کہ اب ایسی باتیں کرنے لگے کہ ایک رات میں دو مہینے کی راہ طے کی غرض باوجودیکہ وہ لوگ اسلام لاچکے تھے مگر واقعہ معراج سنکر مرتد ہو گئے۔ واخرج احمد وابو یعلی وابن مردویہ وابو نعیم عن ابن عباس رض قال اسری بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم الی بیت المقدس فی لیلۃ فحدثہم بمسیرہ وبعلامۃ بیت المقدس وبعیرہم فقال ناس لا نصدق محمدا (صلی اللہ علیہ وسلم) بما یقول فارتدوا کفارا فضرب اللہ اعناقہم مع ابی جہل۔ کذا فی الدر المنثور یعنی ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ جب حضرت بیت المقدس جاکر اسی شب واپس تشریف لائے اور واقعہ جانے کا اور علامت بیت المقدس کی اور کفار کے قافلہ کا حال بیان فرمایا تو بہت سے لوگوں نے کہا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ان امور میں نہیں کرسکتے چنانچہ وہ مرتد ہوگئے اور آخر ابو جہل کے ساتھ اُن کی گردنیں ماری گئیں انتہٰی۔

ان روایات سے ظاہر ہے کہ یہ واقعہ ظاہرا خلاف عقل ہونے کی وجہ سے وہ لوگ اُس کی تصدیق نہ کرسکے جس سے اُن کا ایمان سلب کرلیا گیا۔ یہاں غور کیا جائے کہ کیا خواب میں بیت المقدس کو جانا اس قدر خلاف عقل تھا کہ اُس کے

Marfat.com

سننے سے مسلمانوں کا ایمان جاتا رہے عقل سلیم اس کو ہرگز قبول نہیں کرسکتی یہ واقعہ خلاف عقل اُسی وقت ہوسکتا ہے کہ عالم بیداری میں ہوا ہو جس کی تصدیق ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کر کے مستحق لقب صدیق ہوئے جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے واخرج ابویعلی وابن عساکر عن ام ہانی رضی اللہ عنہا قالت دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ان قالت قال مطعم کل امرک قبل الیوم کان اممًا غیر قولک الیوم انا اشہد انک کاذب نحن نضرب اکباد الابل الی بیت المقدس مصعدا شہرًا ومنحدرا شہرًا تزعم انک اتیتہ فی لیلۃ واللات والعزیٰ لا اصدقک فقال ابوبکر یا مطعم بئس ماقلت لابن اخیک جبہتہ وکذبتہ انا اشہد انہ صادق فقالوا یا محمد صف لنا بیت المقدس قال دخلتہ لیلا وخرجت منہ لیلا فاتاہ جبرئیل علیہ السلام فصورہ فی جناحہ فجعل یقول باب منہ کذا فی موضع کذا وباب منہ کذا فی موضع کذا وابوبکر رضی اللہ عنہ یقول صدقت صدقت فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومئذ یا ابابکر ان اللہ قد سماک الصدیق الحدیث کذا فی الدر المنثور یعنی ام ہانی رضی اللہ عنہا نے معراج کا واقعہ بیان کر کے کہا کہ جب یہ واقعہ حضرت نے کفار سے بیان کیا تو مطعم نے کہا کہ ابتک آپکا معاملہ ٹھیک ٹھیک تھا سوائے اس بات کے جو اب کہہ رہے ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ تم جھوٹے ہو ہم تو اونٹوں کو مار مار کے دو مہینے میں بیت المقدس کو جا کر آتے ہیں اور تم کہتے ہو کہ ایک ہی رات میں جا کر آگئے لات وعزیٰ کی قسم ہے کہ یہ تو میں ہرگز نہ مانونگا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے مطعم تو نے بری بات کہی اپنے بھتیجے کو شرمندہ کیا اور اُن کی تکذیب کی میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سچے ہیں۔ پھر کفار نے حضرت سے کہا کہ بیت المقدس کا حال تو بیان کیجئے آپ نے فرمایا کہ میں رات کے

Marfat.com

وقت اُس میں داخل ہوا تھا اور رات ہی میں اُس سے نکلا یہ فرما ہی رہے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام آئے اور اپنی بازو میں بیت المقدس کا نقشہ پیش نظر کردیا جسکو دیکھ دیکھ کر آپ علامتیں فرماتے کہ فلاں دروازہ فلاں مقام میں ہے اور فلاں دروازہ فلاں مقام میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اُس کی تصدیق کرتے جاتے تھے اُس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضہ سے فرمایا کہ اے ابوبکر اللہ نے تمہارا نام صدیق رکھا انتہی۔

اس سے ظاہر ہے کہ معراج جسمانی کی تصدیق کی وجہ سے حق تعالےٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لقب صدیق عطا فرمایا اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو کفار کو بھی اُس میں کلام نہ ہوتا کیونکہ خواب میں اکثر دور دور کے شہروں کی سیر کیا ہی کرتے ہیں۔

اسی اصل اسلام میں معراج کا واقعہ گویا محک امتحان ہے جس نے اُس کا انکار کیا اُسکی شقاوت ازلی کا حال کھل گیا اس سے بڑھکر اور کیا شقاوت ہوگی کہ سب جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بیت المقدس کو نہیں دیکھا تھا باوجود اس کے جو جو نشانیاں پوچھتے گئے سب بتلا دیں اور رستے کے قافلہ کا حال پوچھا وہ بھی بیان کردیا جس کی تصدیق بھی ہو گئی پھر بھی تصدیق نہ کی اور مثل دوسرے معجزات کے اس کو بھی سحر ہی قرار دیا جیسا کہ ان روایات سے ظاہر ہے واخرج مسلم والنسائی وابن مردویہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد رایتنی فی الحجر وقریش تسالنی عن مسرائی فسالونی عن اشیاء من بیت المقدس لم اثبتہا فکربت کربا ما کربت مثلہ قط فرفعہ اللہ لی انظر الیہ ما سالونی عن شئے الا انبأتہم بہ کذا فی الدر المنثور یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قریش مجھ سے

Marfat.com

بیت المقدس کے جانے کا حال دریافت کرنے لگے میں حطیم میں تھا بہت سی چیزیں بیت المقدس کی انہوں نے ایسی پوچھیں جو مجھے بخوبی یاد نہ تھیں اُس وقت مجھکو ایسی فکر ہوئی کہ کبھی ہوئی نہ تھی تب حق تعالےٰ نے اُس کو میرے پیش نظر کر دیا پھر تو وہ جو سوال کرتے ہیں دیکھ کر فوراً جواب دیدیتا و اخرج ابو یعلی و ابن عساکر عن ام ہانی رض ثم انتہیت الی عیر بنی فلاں فی التنعیم یقدمہا جمل اورق وہاہی تطلع علیکم من الثنیۃ فقال الولید ابن المغیرۃ ساحر فانطلقوا فوجدوا کما قال فرموہ بالسحر وقالوا صدق الولید فانزل اللہ وما جعلنا الرءیا التی ارینٰک الا فتنۃ للناس کذا فی الدر المنثور۔ یعنی سفر بیت المقدس کے واقعہ کے اخیر میں حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ واپسی کے وقت تنعیم میں مجھے ایک قافلہ ملا جس کے آگے آگے ایک اونٹ ہے جس کا رنگ خاکستری ہے اور وہ یہیں قریب میں ہے ابھی ثنیہ پر تمہیں نظر آئیگا یہ سنکر ولید نے کہا کہ یہ ساحر ہیں اور لوگ قافلہ کی خبر لانے کو گئے چنانچہ جس طور پر حضرت نے فرمایا تھا سب باتوں کی تصدیق ہوگئی اُس پر سب نے کہا ولید نے جو حضرت کو ساحر کہا تھا وہ سچ ہے تب یہ آیت نازل ہوئی وما جعلنا الرءیا التی ارینٰک الا فتنۃ للناس۔

اب یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ نیند کی حالت میں ہوا تھا کیا وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا جس کے مرزا صاحب قائل ہیں اُن کو کتنے واقعات کا انکار کرنا پڑتا ہے۔ یہ بات تو ظاہر ہے کہ خواب کیسا ہی عجیب و غریب ہو اُس کے بیان کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا اور نہ سننے والا اُس کا انکار کرتا ہے حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ اس واقعے کا بیان کرنا بخوف

Marfat.com

تکذیب قرین مصلحت نہیں سمجھا گیا تھا جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے
واخرج الطبرانی وابن مریم عن ام ہانی رضہ قالت فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا ارید ان
اخرج الی قریش فاخبرہم ما رأیت فاخذت بثوبہ فقلت انی اذکرک اللہ انک تاتی قوما
یکذبونک وینکرون مقالتک فاخاف ان یسطوا بک قالت فضرب ثوبہ من یدی
ثم خرج الیہم واتاہم جلوس فاخبرہم الحدیث کذا فی الدر المنثور والحدیث مذکور فیہ
بطولہ یہ حدیث بہت طویل ہے یہاں مقصود اسی حصہ سے متعلق ہے جو لکھا گیا۔
ماحصل اس کا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام ہانی رضی اللہ عنہا سے سفر
بیت المقدس کا واقعہ بیان کرکے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے رات دیکھا ہے
سب قریش سے بیان کردوں ہیں نے حضرت کا دامن پکڑ لیا اور کہا کہ خدا کے لئے
آپ یہ کیا کرتے ہو لوگ تو پہلے ہی سے آپ کی تکذیب اور آپ کی باتوں کا انکار کرتے
ہیں مجھے خوف ہے کہ یہ واقعہ سنکر کہیں حملہ نہ کر بیٹھیں۔ حضرت نے جھٹکا مار کر دامن چھڑا لیا
اور ان کے مجمع میں جاکر سب واقعہ بیان فرمایا۔ انتہی ظاہر ہے کہ اگر یہ واقعہ
خواب کا ہوتا تو اس کی تکذیب کی کوئی وجہ نہ تھی۔ پھر ام ہانی رضہ کو اس کے بیان کرنے
پر اس قدر اصرار کیوں تھا اور احادیث سے ثابت ہے کہ جب کفار نے یہ واقعہ
سنا تو بہت کچھ خوشیاں منائیں اور یہ سمجھ لیا کہ اب حضرت کی کسی بات کو فروغ
نہ ہوگا۔ چنانچہ اس روایت سے ظاہر ہے۔ واخرج ابن ابی شیبہ واحمد والنسائی
والبزاز والطبرانی وابن مردویہ وابونعیم فی الدلائل والضیا فی المختارہ وابن عساکر
بسند صحیح عن ابن عباس رضہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما کان لیلۃ
اسری بی فاصبحت فی مکۃ فظعت وعرفت ان الناس مکذبی فقعدت معتزلا حزینا

Marfat.com

فمر بی عدو اللہ ابو جہل فجاء حتی جلس الیہ فقال لہ کا المستہزی ہل کان من شئی قال نعم قال ما ہو
قال انی اسری بی اللیلۃ قال الی این قال الی بیت المقدس قال ثم اصبحت
بین ظہرانینا قال نعم فلم یر ان یکذبہ مخافۃ ان یجحدہ الحدیث ان دعا قومہ الیہ
قال ارایت ان دعوت قومک اتحدثہم بما حدثتنی قال نعم قال ہیا معشر بنی کعب
بن لوی فانقضت الیہ المجالس وجاؤا حتی جلسوا الیہما قال حدث قومک بما حدثتنی
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی اسری بی اللیلۃ قالوا الی این قال الی
بیت المقدس قالوا ایلیا قال نعم قالوا ثم اصبحت بعد ظہرانینا قال نعم قال
فمن بین مصفق و بین واضع یدہ علی راسہ متعجبا قالوا وتستطیع ان تنعت المسجد
وفی القوم من سافر الیہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذہبت انعت فمازلت
انعت حتی التبس علی بعض النعت فجئ بالمسجد وانا انظر الیہ حتی وضع دون دار عقیل
او عقال وانا انظر الیہ فقال القوم اما النعت فواللہ لقد اصاب کذا فی الدر المنثور۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات میں بیت المقدس جاکر صبح مکہ میں آگیا مجھے یقین ہوا کہ اس واقعہ میں لوگ میری تکذیب ضرور کرینگے۔ اُسی خیال میں میں ایک طرف غمگین بیٹھا تھا کہ دشمن خدا ابو جہل آکر میرے پاس بیٹھ گیا اور بطور استہزا پوچھا کیوں کیا کوئی نئی بات ہے فرمایا ہاں کہا کیا ہے فرمایا آج رات مجھے یہاں سے لے گئے تھے کہا کہاں فرمایا بیت المقدس کہا پھر صبح ہم لوگوں میں موجود ہو گئے فرمایا ہاں جب یہ سنا تو اس خیال سے کہ کہیں لوگوں کے روبرو انکار نہ کر جائیں تکذیب نہیں کی اور کہا کیا یہ بات آپ لوگوں کے روبرو بیان کر دیںگے فرمایا ہاں۔ یہ سنتے ہی آواز بلند پکارا اے گروہ بنی کعب بن لوی اور فوراً جوق جوق

Marfat.com

لوگ وہاں ٹوٹ پڑے پھر حضرت سے کہا جو آپ نے مجھ سے کہا تھا وہ ان لوگوں سے بھی کہئے فرمایا آج رات مجھے یہاں سے لے گئے تھے لوگوں نے پوچھا کہاں فرمایا بیت المقدس کہا کیا ایلیا فرمایا ہاں کہا پھر صبح آپ ہم لوگوں میں موجود ہو گئے فرمایا ہاں یہ سنتے ہی لوگوں کی یہ کیفیت ہوی کہ کوئی تو تالیاں بجانے لگا کوئی تعجب سے سر پر ہاتھ رکھ لیا۔ پھر اُنھوں نے کہا کیا آپ مسجد کا حال بیان کر سکتے ہیں اور اُن میں وہ لوگ بھی تھے جو بیت المقدس کا سفر کر چکے تھے حضرت فرماتے ہیں کہ مسجد کا حال بیان کرنے لگا یہانتک کہ بعض علامتوں میں کچھ اشتباہ سا ہو گیا ساتھ ہی مسجد میرے سامنے وار عقیل کے ورے رکھی گئی جس کو میں دیکھ دیکھ کر بیان کرنے لگا اُن لوگوں نے جب پوری علامتیں سن لیں تو بے ساختہ کہہ اُٹھے کہ واللہ سب علامتیں برابر بتلائیں انتہٰی۔

یہاں چند امور قابل یاد رکھنے کے ہیں۔

(۱) یہ حدیث صحاح اور مسند امام احمد اور مختارہ میں ہے اور بحسب تصریح محدثین ثابت ہے کہ ان کتابوں کی صحت میں کوئی کلام نہیں۔

(۲) حضرت کا یقین کرنا کہ اس واقعہ کی تکذیب کرینگے دلیل ہے اس بات پر کہ یہ واقعہ خواب کا نہیں کیونکہ خواب میں اکثر عجیب وغریب خلاف عقل واقعات دیکھے جاتے ہیں مگر کسی کو یہ فکر نہیں ہوتی ہے کہ لوگ سنکر اس کی تکذیب کرینگے۔

(۳) حضرت بجائے اس کے کہ اس واقعہ معراج شریف سے شادان وفرحان رہتے بیان کرنے کے پہلے نہایت غمگین رہے اس وجہ سے کہ کفار اس خلاف عقل واقعہ کی ضرور تکذیب کرینگے یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے جب یہی خیال تھا تو

Marfat.com

بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی اور اگر ضرور بھی تھا تو صرف راسخ الاعتقاد چند مسلمانوں سے بطور راز کہا جاتا بخلاف اس کے ام ہانی رضی اللہ عنہا نے کفار کے روبرو بیان کرنے سے بہت روکا اور خود حضرت کو بھی کمال درجہ کی فکر دامنگیر تھی یہاں تک کہ حزین و غمگین بہت دیر بیٹھے رہے مگر آخر بیان کرنا پڑا ان امور میں غور کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت اس واقعہ کے بیان کرنے پر من جانب اللہ مامور اور مکلف تھے۔ اگرچہ اصل مقصود عجائب قدرت حضرت کو دکھلانا تھا مگر اس کے بعد اس مسئلہ کی حیثیت ہی کچھ دوسری ہوگئی اور ایک دینی مسئلہ ٹھیر گیا۔ پہلے حضرت مامور ہوئے کہ کفار اور مسلمانوں میں اُس کا اعلان کر دیں پھر قرآن شریف میں اُس کا ذکر فرما کر قیامت تک کے آنے والوں کو اُس کی اطلاع دی گئی اور منجملہ اُن مسائل کے ٹھیرایا گیا جن پر ایمان لانا ضروری ہے گو خلاف عقل ہوں جیسے مسائل بعث و نشر و مقدورات الٰہی وغیرہ چنانچہ ارشاد ہے قولہ تعالےٰ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصےٰ الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا الایہ یعنی وہ خدا پاک ہے جو اپنے بندے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو راتوں رات مسجد حرام یعنی خانۂ کعبہ سے مسجد اقصےٰ یعنی بیت المقدس لے گیا جس کے گرد اگرد ہم نے برکتیں دیں اور اس لے جانے سے مقصود یہ تھا کہ ہم ان کو اپنی قدرت کے چند نمونہ معائنہ کرائیں انتہیٰ۔

اور اس واقعہ کے بعض اغراض اس طرح بیان کئے قولہ تعالیٰ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس یعنی یہ جو تم کو دکھایا گیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس واسطے تھا کہ لوگوں کی آزمائش ہو جائے۔ چنانچہ آزمائش اور فتنے کا حال بھی

Marfat.com

ابھی معلوم ہوگیا کہ بعض مسلمان کافر و مرتد ہو گئے اور کافروں کا کفر و انکار اور بڑھ گیا

(۴) کفار نے جب پوچھا کہ کیا آپ رات بیت المقدس کو جا کر صبح ہم مین موجود ہو گئے تو آپ نے اس کی تصدیق کی اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسم کے ساتھ حالت بیداری میں تشریف لے گئے تھے ورنہ جواب میں فرماتے کہ یہ واقعہ تو خواب کا تھا میں جسم کے ساتھ یہاں سے گیا ہی کب تھا جو پوچھا جاتا ہے کہ ثم اصبحت بین ظہرانینا یعنی صبح یہاں موجود ہو گئے۔

(۵) ایسے موقع میں تالیاں بجانا اپنی کامیابی اور خصم کی ذلت کی علامت ہے اور کامیابی اپنی وہ اسی میں سمجھتے تھے کہ جھوٹ ثابت کریں اور ظاہر ہے کہ خلاف عقل خواب سننے سے یہ جوش طبائع میں ہرگز نہیں پیدا ہوتا اُس میں تو توہین مقصود ہو تو زیادہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اضغاث احلام یعنی پریشان خواب ہیں جو قابل اعتبار نہیں ہو سکتے حالانکہ کسی روایت سے یہ ثابت نہ کیا جائیگا کہ کسی مخالف نے اس واقعہ کو سنکر پریشان خواب کہا ہو۔

(۶) مقامی علامتیں بطور امتحان دریافت کرنا خواب کے واقعہ میں نہیں ہوا کرتا اسلئے کہ خواب کے بیان کرنے والے کو یہ دعوے ہی نہیں ہوتا کہ جو دیکھا ہے وہ واقع کے مطابق ہے اسی وجہ سے اُس میں تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے اگر یہہ واقعہ خواب میں دیکھا گیا ہے تو نہ اُن کو علامات پوچھنے کا موقع ملتا نہ حضرت کو جواب دینے کی ضرورت ہوتی اور نہ فکر و کرب طبع غیور کو لاحق ہوتی۔

(۷) امتحان کے وقت نقشۂ مسجد کا پیش نظر ہونے سے ظاہر ہے کہ کشف

Marfat.com

اس موقع میں ہوا تھا جس کی تصریح فرما دی اگر پورا واقعہ کشفی ہوتا تو اسی طرح صراحۃً فرما دیتے کہ رات بیت المقدس وغیرہ میرے پیش نظر ہو گئے تھے۔

الحاصل حدیث موصوف میں غور کرنے سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ یہ واقعہ حالت بیداری میں ہوا ہے۔

کفار نے جب حضرت سے یہ واقعہ سنا تو اُن کو یقین ہو گیا کہ یہ خبر ایسی کھلی جھوٹ ہے کہ جو سنیگا عقل میں نہ آنے کی وجہ سے اُس کی تکذیب کر دیگا اس لئے اُنہوں نے پہلے یہ خیال کیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو فتنے میں ڈالیں۔ جب نعوذ باللہ وہ حضرت سے پھر جائینگے تو پھر کوئی حضرت کی رفاقت نہ دیگا اس لئے فوراً وہ صدیق اکبر رض کے مکان پر پہنچے اور کہا کہ لیجئے آپ کے رفیق اب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آج رات بیت المقدس جا کر آ گئے کیا اس کی بھی تصدیق کی جائیگی مگر وہاں شان صدیقی جلوہ گر تھی ایسے بادہوائی شبہات سے کب جنبش ہو سکتی تھی آپ نے فرمایا کہ اس کی بھی تصدیق میں کوئی تامل نہیں بشرطیکہ حضرت نے فرمایا ہو جیسا کہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے واخرج الحاکم وصححہ وابن مردویہ والبیہقی فی الدلائل عن عائشہ رض قالت لما اسری بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المسجد الاقصےٰ اصبح یحدث الناس بذلک فارتد ناس ممن کانوا آمنوا بہ وصدقوہ وسعوا بذلک الی ابی بکر رض فقالوا ہل لک فی صاحبک یزعم انہ اسری بہ اللیلۃ الی بیت المقدس قال او قال ذلک قالوا نعم قال لئن قال ذلک لقد صدق قالوا فتصدقہ انہ ذہب اللیلۃ الی بیت المقدس وجاء قبل الصبح قال نعم انی لاصدقہ بما ہو ابعد من ذلک اصدقہ بخبر السماء فی غدوۃ اور وحۃ فلذلک سمی ابابکر الصدیق کذا فی الدر المنثور یعنے عائشہ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

فرماتی ہیں کہ جس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس جاکر واپس تشریف لائے اُس کی صبح وہ واقعہ لوگوں سے بیان فرمایا جس سے بہت لوگ جو حضرت پر ایمان لاکر ہر طرح کی تصدیق کرچکے تھے مرتد ہوگئے پھر کفار ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہنے لگے کیا اب بھی آپ اپنے رفیق یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کروگے لیجئے وہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ آج رات وہ بیت المقدس جاکر آگئے کہا کیا حضرت نے یہ فرمایا ہے کہا ہاں کہا اگر فرمایا ہے تو یقیناً سچ ہے کہا کیا تم اس کی تصدیق کرتے ہو کہ وہ رات بیت المقدس تک گئے اور صبح سے پہلے واپس آگئے فرمایا ہاں میں تو بیت المقدس سے دور کی باتوں کی تصدیق کرتا ہوں یعنے جو صبح شام آسمان کی خبریں بیان فرماتے ہیں اُن کو صحیح جانتا ہوں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اسی وجہ سے ان کا نام صدیق رکھا گیا انتہے۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ کفار کے ذہن نشین یہی کرایا گیا تھا کہ حضرت بحالت بیداری میں بیت المقدس جاکر تشریف لائے اور اُسکی تصدیق پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بلقب صدیق ملقب ہوئے اگر کفار نے سمجھا نہ تھا یا بہتان کیا تھا تو عائشہ رضی اللہ عنہا اُس کی تصریح فرما دیتیں کہ یہ کفار نے بہتان کیا تھا درحقیقت وہ خواب تھا۔

اب اس روایت کی قوت کو دیکھئے کہ باوجودیکہ حاکم رح کا میلان تشیع کی طرف تھا جیسا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رح بستان المحدثین میں لکھے ہیں۔ اور اس حدیث سے صدیق اکبر رض کی فضیلت صدیقیت ثابت ہوتی ہے مگر قوت اسناد کے لحاظ سے مستدرک میں اُس کو لکھکر تصریح کردی کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی معراج جسمانی کے قائل ہیں

Marfat.com

پھر یہ جو کہا جاتا ہے کہ وہ معراج جسمانی کے قائل نہیں ہیں کیونکر صحیح ہوگا۔
اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سے مسلمانوں نے مرتد ہونے اور دین اسلام کو چھوڑ دینے کو گوارا کیا مگر معراج جسمانی کو نہ مان سکے جیساکہ دوسری احادیث سے ابھی معلوم ہوا واضح رہے کہ ایسے لوگوں کو مسلمان کہنا مجازی طور پر ہے حقیقت میں تو وہ کفار ازلی تھے اور تعجب نہیں کہ برائے نام مسلمان کہلاتے ہوں کیونکہ مسلمانوں کے ایسے بودے اعتقاد نہیں ہوا کرتے۔

واخرج البزاز وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ والبیہقی فی الدلائل وصححہ عن شداد بن اوس قال قلنا یارسول اللہ کیف اسری بک فقال قد صلیت لاصحابی العتمۃ فاتانی جبرئیل بدابۃ بیضاء الی ان قال ثم انصرف بی فمررنا بعیر قریش بمکان کذا وکذا وقد ضلوا بعیرالہم قد جمعہ فلان فسلمت علیہم فقال بعضہم ہذا صوت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ثم اتیت اصحابی قبل الصبح بمکۃ فاتانی ابوبکر فقال یارسول اللہ این کنت اللیلۃ قد التمستک فی مکانک فقلت اعلمت انی اتیت بیت المقدس اللیلۃ فقال یارسول اللہ انہ مسیرۃ شہر فصفہ لی قال ففتح لی صراط کانی انظر الیہ لا تسالونی عن شئی الا انباتکم عنہ فقال ابوبکر رض اشہد انک رسول اللہ وقال المشرکون انظروا الی ابن ابی کبشۃ زعم انہ اتی بیت المقدس اللیلۃ فقال ان من آیۃ ما اقول لکم انی مررت بعیر لکم بمکان کذا وکذا وقد اضلوا البعیر الہم مجمعہ فلان وان مسیرہم ینزلون بکذا ثم کذا ویاتونکم یوم کذا وکذا یقدمہم جمل آدم علیہ مسح اسود وغرارتان سوداوتان فلما کان ذالک الیوم اشرف القوم ینظرون حتی کان قریبا من نصف النہار قدمت العیر یقدمہم ذالک الجمل الذی وصفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکرہ

Marfat.com

الامام السیوطی بطولہ فی الدر المنثور یعنی شداد بن اوس سے کہتے ہیں ہمنے عرض کی یارسول اللہ آپ کو بیت المقدس کس طرح لے گئے فرمایا میں جب صحابہ کے ساتھ عشا پڑھ چکا تو جبرئیل میرے لئے سواری لائے پھر تمام واقعہ بیان کر کے فرمایا کہ جب ہم بیت المقدس سے لوٹے تو فلاں مقام میں ایک قافلہ پر ہمارا گذر ہوا جو مکہ کو جارہا تھا اُن کا ایک اونٹ گم ہوگیا تھا جس کو فلاں شخص نے گھیر لایا اُس حالت میں میں اُن پر سلام کیا بعضوں نے کہا یہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز ہے غرض کہ صبح سے پہلے میں مکہ کو اپنے صحابہ میں پہنچ گیا پھر ابوبکر رضی میرے پاس آئے اور کہا یارسول اللہ آپ رات کہاں تھے میں آپ کو آپ کے مقام پر تلاش کیا میں نے کہا تم جانتے ہو میں رات بیت المقدس گیا تھا اُنھوں نے کہا یارسول اللہ وہ تو ایک مہینے کی راہ ہے اُس کا کچھ حال بیان کیجئے فرمایا وہ دور تو ہے لیکن خدائے تعالیٰ نے ایک رستہ میرے لئے ایسا نزدیک کا کھولدیا کہ وہ میرے پیش نظر ہوگیا وہاں کی جو بات تم پوچھو میں بتا دوں گا۔ ابوبکر رضی نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہو اور مشرکوں نے کہا دیکھو ابن ابی کبشہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ آج رات بیت المقدس کو جا کر آگئے حضرت نے فرمایا میں ایک نشانی اس کی تمہیں بتلاتا ہوں کہ میرا گذر فلاں مقام میں تمہارے قافلہ پر ایسے وقت ہوا کہ اُن کا ایک اونٹ گم ہوگیا تھا جس کو فلاں شخص نے گھیر لایا اور اُن کی رفتار ایسی تھی کہ فلاں مقام میں اتریں گے اُس کے بعد فلاں مقام میں اترینگے اور فلاں روز وہ یہاں پہنچ جائینگے قافلہ کے آگے ایک سفید اونٹ ہے جس کی پیٹ پر دو کالے گوں اور اُس پر ایک بوڑھا

Marfat.com

سیاہ رنگ سوار ہے - جب وہ دن آیا تو لوگ اُس قافلہ کو دیکھنے نکلے چنانچہ دوپہر کے قریب وہ قافلہ آپہنچا اور جس طرح حضرت نے فرمایا تھا وہی اونٹ اُس کے آگے تھا انتہے -

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضرت نے طے مکان کو اشارۃً بیان فرمایا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسالت کی شہادت دیکر اُس کی تصدیق کرلی کیونکہ جب رسالت مان لیجائے تو اُس کے سب لوازم مان لئے جاتے ہیں دیکھئے لفظ انصرفت اور ثم اتیت قبل الصبح بمکۃ سے ظاہر ہے کہ اُس رات حضرت مکہ میں تشریف نہیں رکھتے تھے اور اُس پر قوی دلیل یہ ہے کہ صدیق اکبرؓ نے حضرت کو اُس رات تلاش کیا اور نہ پایا اگر حضرت وہاں ہوتے تو فرما دیتے کہ میں تو وہیں تھا یا فلاں مقام میں تھا بجائے اس کے صدیق اکبرؓ کے اس سوال کے جواب میں کہ آپ رات کہاں تھے یہ فرمانا کہ میں بیت المقدس گیا تھا آواز بلند کہ رہا ہے کہ حضرت مع جسم تشریف لے گئے تھے - پھر ظاہر ہے کہ اُس قافلہ والوں پر ایسی جلدی کی حالت میں کہ سرعت سیر برق سے کم نہ تھی سلام کرنا اسی غرض سے تھا کہ خبر معراج سنکر اُن کے دل اُس کی صحت پر گواہی دیں کیونکہ اپنے کانوں سے اُنہوں نے حضرت کی آواز سن لی تھی -

اور نیز جب کافروں نے کہا کہ حضرت بیت المقدس کے جانے کا دعوے کرتے ہیں تو اُن کے جواب میں یہ ارشاد کہ جانے کی نشانی یہ ہیں تمہیں بتلاتا ہوں علانیہ ثابت کر رہا ہے کہ اُن کے قول کی تسلیم کی گئی کہ بیشک ہم گئے تھے اور اُس کی نشانیاں سُن لو اگر خواب وغیرہ میں گئے ہوتے تو

Marfat.com

فرمادیتے کہ یہ میرا دعوٰے ہی نہیں۔ اور جس طرح اس حدیث سے ثابت ہے کہ معراج حالت بیداری میں جسم کے ساتھ ہوئی ان احادیث سے بھی ثابت ہے اخرج ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن مردویہ والبیہقی فی الدلائل وابن عساکر عن ابی سعید الخدری رض قال حدثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالمدینۃ عن لیلۃ اسری بہ من مکۃ الی المسجد الاقصٰے قال بینا انا نائم بالمسجد اذ اتانی آت فایقظنی فاستیقظت کذا فی الدر المنثور یعنی ابوسعید خدری رض کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینۂ منورہ میں ہم لوگوں سے واقعہ معراج کا جو بیان فرمایا اُس میں یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ اُس رات میں مسجد میں سوتا تھا کہ اکایک کوئی شخص آکر مجھے بیدار کیا۔ اُس کے بعد پورا واقعہ اُس حدیث میں مذکور ہے۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے۔ عن ابی اسحٰق وابن جریر وابن المنذر عن الحسن بن الحسین رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینا انا نائم فی الحجر جاءنی جبرئیل فہمزنی برجلہ فجلست فلم ار شیا فعدت لمضجعی فجاءنی الثانیۃ فہمزنی بقدمہ فجلست فلم ار شیا فعدت لمضجعی فجاءنی فہمزنی بقدمہ فجلست فاخذ بعضدی فقمت معہ الحدیث ذکرہ فی الدر المنثور یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں حطیم میں سو رہا تھا جو مسجد الحرام میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے جگایا مگر کوئی نظر نہ آیا اس لئے پھر سو رہا پھر جگایا پھر بھی کوئی نظر نہ آیا اور پھر سو رہا تیسرے بار کے جگانے میں میں اُٹھ بیٹھا اور اُنہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں اُن کے ساتھ چلا اس کے بعد براق وغیرہ کا قصہ مذکور ہے۔

اب اہل انصاف غور فرمائیں کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

ہیں بیت المقدس اُس رات میں جاکر آیا اور قرآن وحدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے خواب پر دلالت ہو اور مرزا صاحب بھی ازالۃ الاوہام صفحہ (۵۰۴) میں لکھتے ہیں یہ مسلم ہے کہ النصوص تحمل علی ظواہرہا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تصریح فرما رہے ہیں کہ یہ واقعہ حالت بیداری میں ہوا اور اُس پر استنے قرائن موجود ہیں جو مذکور ہوئے پھر کسی ایماندار کو اُس کے ماننے میں کیونکر تامل ہو سکتا ہے اسی وجہ سے صحابہ کو اس مسئلہ میں ذرا بھی شبہ نہ تھا چنانچہ اس حدیث سے ظاہر ہے جو تفسیر درمنثور میں ہے اخرج عبد الرزاق وسعید بن منصور واحمد والبخاری والترمذی والنسائی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والطبرانی والحاکم وابن مردویہ والبیہقی فی الدلائل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قولہ وما جعلنا الرءیا التی اریناک الا فتنۃ للناس قال ہی رویا عین اُریہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بہ الی بیت المقدس ولیست برءیا منام یعنی آیہ شریفہ وما جعلنا الرءیا التی اریناک الا فتنۃ للناس کی تفسیر میں ابن عباس رضؓ کہتے ہیں کہ رؤیا سے مراد یہاں رؤیت چشم ہے خواب میں دیکھنا مراد نہیں یعنی شب معراج جو نشانیاں حضرت کو بیت المقدس وغیرہ میں دکھلائی گئی تھیں وہ خواب نہ تھا۔

اب دیکھئے کہ باوجودیکہ رؤیا خواب کے معنی میں کثیر الاستعمال ہے مگر چونکہ ابن عباسؓ کو خواہ تواتر کی وجہ سے یا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن لیا تھا معراج جسمانی کا یقین تھا اس لئے رؤیا کی تفسیر رؤیت چشم کے ساتھ کی جو لازمہ معراج جسمانی ہے اگر اُن کو اس بات میں ذرا بھی تامل ہوتا تو قرآن کی تفسیر اس جزم کے ساتھ ہرگز نہ کرتے اور نہ اُس کو جائز رکھتے کیونکہ تفسیر بالرائے کو

Marfat.com

یہ حضرات کفر سمجھتے تھے۔

ابن عباس رضؓ سے انی متوفیک کے معنی ممیتک جو مروی ہیں اُس کو مرزا صاحب ازالۃ الاوہام میں باربار ذکر کرتے ہیں اور ابن عباس رضؓ کے فضائل بیان کرکر کے لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے علم قرآن اُن کے حق میں قبول ہوئی جس کا مطلب یہ ہوا کہ ابن عباس رضؓ جس آیت کی تفسیر کرتے ہیں وہ صحیح اور قابل وثوق ہے اس صورت میں ضرور تھا کہ مرزا صاحب ابن عباس رضؓ کی اس تفسیر پر اعتماد کر کے معراج جسمانی کے قائل ہوتے مگر افسوس ہے کہ اسکو قابل اعتبار نہ سمجھا اور اُس پر توجہ تک نہ کی جس سے معلوم ہوا کہ اُن احادیث فضیلت پر ایمان زبانی تھا۔

ابن عباس رضؓ نے روایت مذکورہ میں رؤیت کو دو قسموں میں منحصر کیا رؤیت عینی اور رؤیت منامی اگر رؤیت کشفی جو مرزا صاحب کہتے ہیں کوئی علیحدہ چیز ہوتی تو اُس کو بھی بیان کر دیتے اس سے معلوم ہوا کہ رؤیت کشفی کو اُنہوں نے اُنہیں دو سے کسی ایک میں داخل کر دیا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اگرچہ منام میں دیکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ میں آنکھ سے دیکھ رہا ہوں مگر فی الواقع وہ چشم سر سے نہیں دیکھتا یہی حال کشفی رؤیت کا بھی ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کشف سے قیامت تک کے حالات کو بیان فرمایا ہے حالانکہ اُن چیزوں کا وجود ہی اُس زمانہ میں نہ تھا پھر کیونکر کہا جائے کہ حضرت نے آنکھوں سے اُن چیزوں کو دیکھا تھا حالانکہ ابصار کی شرط جو تقابل رائی و مرئی ہے فوت ہے اُس سے ثابت ہے کہ رویت کشفی رؤیت عینی نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ابن عباس رضؓ نے رویت کشفی کو رویت منامی میں داخل کر کے اُس کی بھی نفی کر دی اور رویت عینی کو ثابت کیا۔

Marfat.com

اس موقع میں تعجب نہیں کہ مرزا صاحب اسکو بھی قبول کرلینگے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں بیٹھے ہوئے آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لیا جیسا کہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۴۵) میں ہے کیونکہ مرزا صاحب کو انکار یا تاویل یا رد و قدح کی ضرورت صرف وہاں ہوتی ہے جہاں اُن کی عیسویت وغیرہ پر کوئی اثر پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے مثلاً اگر معراج جسمانی ثابت ہو جائے تو عیسٰے علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا ثابت ہو جاتا ہے پھر جب وہ زندہ آسمان پر موجود ہوں تو احادیث کی رو سے لوگ اُنہیں کے انتظار میں لگجائیں گے اور مرزا صاحب کو کون پوچھیگا اس وجہ سے معراج کا انکار ہی کر دیا۔ اور شق القمر کے معجزہ کا کوئی اثر اُن کے مباحث پر نہ تھا اس لئے اُس کو مان لیا۔ چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۳۰۱) میں لکھتے ہیں کہ معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو محض سماوی امور ہوتے ہیں جن میں انسان کی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا جیسے شق القمر جو ہمارے سید و مولے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ اور خدائے تعالےٰ کی غیر محدود قدرت نے ایک راستباز اور کامل نبی کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اُس کو دکھایا تھا انتہی۔

اور اُس کے بہت سی نظائر اُن کی کتابوں میں موجود ہیں۔ یہاں کلام اس میں تھا کہ تعجب نہیں مرزا صاحب رؤیت عینی کو بھی مان لیں کیونکہ اُس سے کوئی انکا ہرج نہیں البتہ حرکت جسمانی کو وہ اس خیال سے محال سمجھتے ہیں کہ کہیں معراج کے ضمن میں عیسٰی بھی آسمان پر نہ چڑھ جائیں مگر رؤیت عینی کو اگر مان لیں تو کہا جائیگا کہ علم مناظر و مرایا میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرائی رائی سے اس قدر دور ہو کہ اُس کی نسبت اُس بعد کی طرف ایسی ہو جیسے ایک کی نسبت پانچ ہزار تین سو کی طرف ہے تو وہ شے نظر نہ آئیگی اس صورت میں

Marfat.com

مرزا صاحب کے اس قول پر بھی ہنسیں گے جس کا اُن کو بہت خوف ہے چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۱۴۶) میں لکھتے ہیں کہ مسیح کے بارہ میں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ کیا طبعی اور فلسفی لوگ اس خیال پر نہیں ہنسیں گے کہ جبکہ تیس یا چالیس ہزار فٹ تک زمین سے اوپر کی طرف جانا موت کا موجب ہے تو حضرت مسیح اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان تک کیونکر پہنچ گئے انتہے۔

میری رائے میں اس فکر کی ضرورت نہیں اگر طبعی اور فلسفی لوگ یہ سن لینگے کہ مہینوں کی راہ سے چھوٹی چھوٹی چیزوں کا آنکھوں سے دیکھ لینا اور انگشت کے اشارہ سے آسمان پر چاند کے دو ٹکڑے کر دینا وقوع میں آگیا ہے تو ایسی حیرت اور پریشانی میں پڑ جائیں گے کہ عیسٰے علیہ السلام کے عروج پر ہنسنے کی نوبت ہی نہ آئے گی غرض عجائب قدرت کو شب معراج اپنے مقام میں بیٹھے ہوئے دیکھنا نہ عقلاً ثابت ہوسکتا ہے نہ نقلاً اور اگر معجزہ کے طور پر تسلیم بھی کر لیا جائے تو قرآن کے خلاف ہوتا ہے کیونکہ حق تعالےٰ فرماتا ہے سبحان الذی اسریٰ بعبدہ اس سے تو صراحۃً حضرت کو لیجانا ثابت ہے پھر اگر لیجانا روحانی اور رؤیت جسمانی ہو تو اُس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت کی روح مبارک بیت المقدس بلکہ آسمانوں پر گئی اور جسمانی آنکھیں بغیر روح کے مکہ میں پڑی دیکھ رہی تھیں اور نیز اس تقدیر پر لفظ اسریٰ بے معنی ہوئے جاتا ہے وہاں تو توفی کے معنی پورے صادق آجاتے ہیں کیونکہ حق تعالےٰ فرماتا ہے اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخری جس کا مطلب یہ کہ نیند بھی ایک قسم کی وفات ہے جس میں روح قبض کی جاتی ہے اور پھر چھوڑ دی جاتی ہے۔ پھر یہ بھی ثابت

Marfat.com

کرنے کی ضرورت ہوگی کہ بغیر روح کے بھی آنکھوں کو ادراک ہوسکتا ہے جو اس معراج میں مقصود بالذات تھا کما قال تعالےٰ لنریہ من آیاتنا۔

شاید یہاں یہ کہا جائیگا کہ آیۂ شریفہ وما جعلنا الرؤیا کی تفسیر میں اختلاف ہے اُس کا جواب یہ ہے کہ محققین مفسرین ومحدثین نے تصریح کی ہے کہ ابن عباس رض کا ترجمان القرآن ہونا مسلم ہے اس لئے بہ نسبت اور تفسیروں کے اُن کی تفسیر زیادہ تر قابل قبول ہے اور مرزا صاحب کی تقریر سابق سے بھی یہی امر مستفاد ہے پھر وہ روایت بھی کوئی ضعیف نہیں بلکہ بخاری وغیرہ کتب صحاح میں موجود ہے اور مرزا صاحب بھی بخاری اور مسلم کی صحت اور قابل استدلال ہونے کے قائل ہیں چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۸۸۴) میں

لکھتے ہیں کہ اگر میں بخاری اور مسلم کی صحت کا قائل نہ ہوتا تو میں اپنی تائید دعوے میں کیوں بار بار اُن کو پیش کرتا انتہےٰ

غرض کہ ابن عباس رض کی تفسیر اور بخاری شریف کی روایت دونوں مرزا صاحب کے مسلمات سے ہیں اور ان سے معراج جسمانی ثابت ہوگئی وہوا المقصود۔

کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اسیقدر اعتراض کیا تھا کہ اگر آپ بیت المقدس جاکر آئے ہیں تو وہاں کی نشانیاں بتلائیے پھر جب نشانیاں بتلائی گئیں تو اور کوئی اعتراض ان کو نہ سوجھا سوائے اس کے کہ عناد کی راہ سے ساحر کہدیا مگر مرزا صاحب چونکہ پڑھے ہوئے اور فہم وذکا میں اُن سے بھی بڑھے ہوئے ہیں اسلئے انہوں نے اس مسئلہ میں ضرورت سے زیادہ موشگافیاں کرکے ایسے اعتراضات قائم کئے کہ ابتک کسی کو سوجھے نہ تھے چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۹۳۲) میں لکھتے ہیں کہ

معراج کی حدیثوں میں سخت تعارض ہے کسی حدیث میں ہے کہ چھت کو کھول کر جبرئیل آئے اور پیر

Marfat.com

سینہ کو کھولا پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا جس میں حکمت اور ایمان بھرا ہوا تھا سو وہ میرے سینہ میں ڈالا گیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف لے گیا مگر اُس میں یہ نہیں لکھا کہ وہ طشت طلائی جو عین بیداری میں ملا تھا کیا ہوا اور کس کے حوالے کیا گیا اور کسی حدیث میں ہے میں بیت اللہ کے پاس خواب اور بیداری کے درمیان میں تھا اور تین فرشتے آئے اور ایک جانور بھی لایا گیا۔ اور کسی میں براق کا کوئی ذکر نہیں اور کسی میں ہے کہ میں حطیم میں تھا یا حجرہ میں لیٹا ہوا تھا۔ اور کسی میں ہے بعثت کے پہلے یہ واقعہ ہوا اور بغیر براق کے آسمان پر گئے اور آخر میں آنکھ کھل گئی۔ اور ان پانچوں واقعوں میں لکھا ہے کہ معراج کے وقت پہلے پچاس نمازیں مقرر ہوئیں اور بعد تخفیف پانچ منظور کرائیں اور ترتیب رویت انبیا میں بڑا اختلاف ہے انتہیٰ ملخصاً یہ جتنی باتیں مرزا صاحب نے لکھی ہیں بے شک بخاری کی احادیث میں موجود ہیں باوجود اس کے کسی مسلمان کا ذہن اُن کے ابطال کی طرف منتقل نہ ہوا اور صحابہ کے زمانہ سے آج تک باوجود ان روایات متعارضہ کے وجود معراج پر اجماع ہی رہا اسلئے کہ جب یقینی طور پر کوئی چیز ثابت ہو جاتی ہے تو اُس کے عوارض میں اختلاف ہونے سے اُس یقین پر کوئی اثر پڑ نہیں سکتا مگر چونکہ مرزا صاحب کو اپنی عیسویت ثابت کرنے کی غرض سے اُس کے ابطال کی ضرورت ہے اس لئے جن امور میں اغماض ہو رہا تھا ان کو ظاہر کر دیا تاکہ ضعیف الایمان لوگوں کو اصل معراج ہی میں شک پڑ جائے بہت خیر گذری کہ مرزا صاحب احادیث ہی میں تعارض پیدا کرنے کے درپے ہوئے اگر قرآن کی طرف توجہ کرتے تو اس قسم کے بہت سارے اعتراض اُس میں بھی پیدا کر دیتے ایک موسیٰ علیہ السلام ہی کا قصہ دیکھ لیجئے کہ حق تعالےٰ کہیں فرماتا ہے

Marfat.com

کہ موسے کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا کما قال تعالیٰ ثم بعثنا من بعدہم موسیٰ بآیاتنا الی فرعون وملائہ اور کہیں فرماتا ہے کہ صرف قوم فرعون کی طرف بھیجا کما قال تعالیٰ واذ نادی ربک موسیٰ ان ائت القوم الظالمین قوم فرعون اور کہیں فرماتا ہے کہ انہیں کی قوم کی ہدایت کو بھیجا کما قال تعالے ولقد ارسلنا موسیٰ بآیاتنا ان اخرج قومک من الظلمات الی النور۔ کہیں فرماتا ہے کہ موسیٰ اور ہارون کو بھیجا کما قال تعالے فاتیا فرعون وقولا انا رسول رب العالمین۔

اور کہیں فرماتا ہے صرف موسیٰ کو بھیجا کما قال واذ نادی ربک موسیٰ ان ائت القوم الظالمین کہیں فرماتا ہے کہ موسیٰ نے ساحروں سے ابتدائً فرمایا کہ جو تم کو ڈالنا منظور ہو ڈال دو کما قال تعالے وقال لہم موسیٰ القوا ما انتم ملقون اور کہیں فرماتا ہے کہ پہلے ساحروں نے اس بات میں تحریک کی کما قال تعالیٰ قالوا یا موسیٰ اما ان تلقی واما ان نکون نحن الملقین۔ کہیں فرماتا ہے کہ فرعون کی قوم کو ڈبو دیا کما قال تعالے ثم اغرقنا الاخرین۔ اور کہیں فرماتا ہے کہ فرعون اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینکدیا کما قال فاخذناہ وجنودہ فنبذناہم فی الیم اور اس کے نظائر قرآن میں بکثرت ہیں ہرچند یہ ظاہر میں اختلاف معلوم ہوتا ہے مگر کیا کوئی مسلمان یہ کہسکتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ تعارض کی وجہ سے قابل اعتبار نہیں نعوذ باللہ من ذلک ممکن نہیں کہ اہل ایمان کے دل میں اس تعارض کا ذرا بھی اثر ہو یا اسکو تعارض سمجھیں۔ ادنیٰ تامل سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ شارع کو واقعات بیان کرنے سے کہانی مقصود نہیں ہوتی کہ جب بیان کی جائے پوری بیان کی جائے بلکہ وہاں ہر بیان میں ایک مقصود خاص

Marfat.com

پیش نظر ہوا کرتا ہے پھر متعدد بیانوں سے پورا قصہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔
اب معراج کے قصہ میں غور کیجئے کہ جس کو خدائے تعالےٰ کی قدرت پر ایمان ہو کیا اُس کو ان امور میں جو اُس میں مذکور ہیں کچھ تامل ہو گا یا جیسے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں متفرق امور مربوط و مرتب کئے جاتے ہیں یہاں ممکن نہیں۔ کیا یہ تصدیق ممکن نہیں کہ خدائے تعالےٰ نے کسی مصلحت سے چھت کھول کر فرشتوں کو حضرت کے مکان میں اتارا ہو اور پھر چھت کو ملا دیا ہو جس میں ظاہرا ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اجسام کی خرق والتیام کا پہلے ہی سے حضرت کو مشاہدہ ہو جائے اور شق صدر کے وقت کسی قسم کا تردد نہ ہو اور آسمانوں کے خرق والتیام کا استبعاد بھی جاتا رہے۔ کیا یہ محال ہے کہ فرشتوں نے حضرت کو گھر سے مسجد میں اس غرض سے لایا ہو کہ معراج اُس متبرک مقام سے ہو اور تھوڑی دیر آپ آرام فرمانے کے بعد وقت مقررہ پر جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو جگایا ہو۔ اور کیا جبرئیل علیہ السلام کو سونے کا طشت ملنا محال تھا یا یہ محال سمجھا گیا کہ اتنا بوجھ اُٹھا کر وہ یا اُن کے ساتھ کے فرشتے آسمان پر کیسے چڑھ گئے اور یہ تو کسی حدیث میں نہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے حضرت کو وہ طشت ہبہ کر دیا تھا پھر مرزا صاحب جو اُس سونے کے طشت کی تلاش کرتے ہیں کہ جو بیداری میں ملا تھا کیا ہوا اور کس کے حوالہ کیا گیا معلوم نہیں کس خیال پر مبنی ہے۔ جب طشت کا آسمان پر اُٹھایا جانا مرزا صاحب کی سمجھ سے باہر ہے تو فی الواقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسےٰ علیہ السلام کا آسمانوں پہ جانا ہرگز اُن کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسی خلاف عادت اور خلاف عقل باتوں پر ایمان لانا ہر کسی کا کام نہیں

Marfat.com

جب تک فضل الٰہی شامل حال نہ ہو ممکن نہیں کہ آدمی خدا و رسول کے ارشادات پر ایمان لا سکے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے بل اللہ یمن علیکم ان ھدٰکم للایمان ان کنتم صادقین یعنی بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اُس نے تم کو ایمان کا رستہ دکھایا بشرطیکہ تم دعوے اسلام میں سچے ہو۔ اگر آدمی کو ایمان لانا منظور ہو تو قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کو پیش نظر رکھکر اور اپنے قصور فہم کا اعتراف کرکے ایمان لا سکتا ہے جیسے کروڑہا مسلمان باوجود ان تمام مضامین مذکورہ کے جن کو مرزا صاحب اپنی کامیابی کا سامان سمجھ رہے ہیں ایمان لاتے رہے۔ اور جب ایمان لانا منظور نہیں ہوتا تو مشاہدہ بھی کچھ فائدہ نہیں دیتا چنانچہ کفار نے باوجود دیکھ لیا کہ حضرت نے اُن کے تمام شبہات کے جواب دیدئے مگر جب بھی ایمان نہ لائے۔

تقریر بالا میں اگر غور کیا جائے تو مرزا صاحب کے اکثر شبہات کے جواب ہوگئے مثلاً بعض احادیث معراج میں براق کا نام چھوٹ گیا اور بعضوں میں ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں پہلے آرام فرمانا۔ اور بعضوں میں حطیم کا ذکر اور بعضوں میں جبرئیل علیہ السلام کا حضرت کو جگانا ترک ہوگیا اُس کی مثال ایسی ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کی ہر آیت میں بعض بعض امور فروگذاشت کئے گئے باوجود اس کے تعارض کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا۔ البتہ بعض روایات میں جو وارد ہے کہ معراج قبل بعثت ہوئی وہ خلاف واقع ہے بجائے قبل ہجرت قبل بعثت کہا گیا ہے جیسے متعدد احادیث سے اور اجماع سے ثابت ہے مگر اُس میں کوئی ہرج نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب کی بعض

Marfat.com

تحقیقات سے مستفاد ہے کہ کبھی موخر چیز مقدم بھی کہی جاتی ہے چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ انی متوفیک ورافعک میں تقدیم وتاخیر ممکن نہیں جس ترتیب سے حق تعالے نے بیان فرمایا ہے وہی واقعی ہے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ پہلے رفع ہوا اور وفات بعد ہوگی وہ اپنے لئے خدا کی استادی کا منصب تجویز کرتے ہیں نعوذ باللہ من ذلک اس کا مطلب ظاہر ہے کہ جو ترتیب لفظی واو کے ساتھ ہوتی ہے مرزا صاحب کے نزدیک وہ واقع کے مطابق ہوتی ہے یعنی واو بھی ترتیب کے لئے ہے اس قاعدہ کی بنا پر ثابت ہوتا ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام پہلے تھے اور اُن کے بعد ایوب یونس۔ ہارون اور سلیمان علیہم السلام وجود میں آئے کیونکہ حق تعالے فرماتا ہے واوحینا الی ابراہیم و اسمعیل واسحق ویعقوب والاسباط وعیسےٰ وایوب ویونس وہارون وسلیمان جب بحسب تحقیق مرزا صاحب اس آیۂ شریفہ میں اشارۃ النص سے یہ ثابت ہوا کہ گویا حق تعالے فرماتا ہے کہ عیسیٰ پہلے تھے اور ایوب وغیرہ بعد حالانکہ توراۃ وانجیل واحادیث وغیرہ سے عیسیٰ علیہ السلام کے بعدیت یقیناً ثابت ہے اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ راوی نے اسی طرح معراج کو بعثت پر مقدم بیان کیا جیسے عیسےٰ علیہ السلام ایوب ویونس وہرون علیہم السلام پر مقدم بیان کئے گئے جس سے نہ کذب لازم آتا ہے نہ خلاف واقع خبر دینے کا الزام۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اسلام میں معراج ایک ایسا مشہور واقعہ ہے کہ ابتدا سے آج تک ہر کسی کے زبان زد ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس واقعہ کی کیفیت طولانی ہو اور اُس کے بیان کرنے والے بکثرت ہوں تو بعض امور میں ضرور اختلاف

Marfat.com

پیدا ہو جاتا ہے مگر اس اختلاف جزئی سے اصل واقعہ کے ثبوت میں کوئی فرق نہیں آتا بلکہ ہر فریق اُس واقعہ کے وجود پر گواہ سمجھا جائیگا دیکھئے جو لوگ قائل ہیں کہ معراج قبل بعثت ہوا وہ بھی معراج کے ایسے ہی مثبت ہیں جیسے بعد بعثت کے قائلین۔ ہاں یہ کہا جائیگا کہ کسی نے تاریخ میں غلطی کی ہے جو اصل واقعہ سے خارج ہے پھر وہ غلطی بھی دوسرے قرائن سے نکل سکتی ہے جیسا کہ خفاجی رح نے شرح شفای قاضی عیاض رح میں لکھا ہے کہ بہت سی روایتوں اور اتفاق جمہور اور اجماع سے ثابت ہے کہ معراج بعد بعثت اور قبل ہجرت ہوا ہے اس لئے قبل بعثت کی روایت قابل تاویل ہے۔

اصل منشا اس قسم کے اختلافوں کا یہ ہے کہ اوائل اسلام میں ہر امر میں مقصود بالذات پیش نظر رہا کرتا اور اُسی کا پورا پورا اہتمام ہوا کرتا تھا اور جن امور کو مقصود میں چنداں دخل نہیں اُن کے یاد رکھنے میں بھی چنداں اہتمام نہ ہوتا اس بات کا ثبوت اس سے ہو سکتا ہے کہ فی زماننا ادنٰی ادنٰی شیوخ و مشائخین کی تواریخ وفات وغیرہ میں کس قدر اہتمام ہوتا ہے کہ روز تو کیا وقت تک محفوظ رکھا جاتا ہے بخلاف اُس کے وہاں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف میں اختلاف پڑا ہوا ہے کسی روایت میں دوسری ربیع الاول کی ہے اور کسی میں تیرھویں اور کسی میں چودھویں۔ اسی طرح بعثت کے وقت میں بھی بڑا ہی اختلاف ہے کسی روایت میں ہے کہ اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف برابر چالیس سال کی تھی کسی میں ہے کہ ایک روز زیادہ ہوا تھا اور کسی میں زیادتی دس روز کی اور کسی میں دو مہینے کی کسی میں تین برس کی

Marfat.com

اورکسی میں پانچ سال کی لکھی ہے اور سال ہجرت میں بھی بڑا اختلاف ہے بخاری میں ہے کہ نبوت سے تیرہ برس کے بعد ہجرت ہوئی اور مسلم میں پندرہ برس کے بعد اور مسند امام احمد اور نیز بخاری میں دس برس کے بعد جیسا کہ مواہب اللدنیہ اور زرقانی میں لکھا ہے۔

الحاصل واقعات کی تاریخ اُس زمانہ میں چنداں ضروری نہیں سمجھی جاتی تھی۔ اسیوجہ سے صحابہ اور تابعین نے تاریخ معراج کی تحقیق میں کوشش نہ کی اور یہ سمجھ لیا کہ مقصود بالذات معراج ہے خواہ قبل بعثت ہو یا بعد بعثت اُس کا وقوع ضرور ہوا۔ مرزا صاحب کے جرحی سوالوں کے لحاظ سے ایک معراج ہی کیا نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ثابت ہوگی نہ ہجرت وغیرہ سیرۃ حلبیہ میں امام عبدالوہاب شعرانی رح کا قول نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چونتیس (۳۴) بار معراج ہوئی ایک حالت بیداری میں جسم کے ساتھ اور باقی روحانی۔ اور تفسیر روح البیان میں لکھا ہے قال الشیخ الاکبر الاظہر ان معراجہ علیہ السلام اربع وثلثون مرۃ واحدۃ بجسدہ والباقی بروحہ یعنی شیخ محی الدین عربی رح کا بھی یہی قول ہے کہ معراج چونتیس بار ہوی ایک بار بیداری میں اور باقی روحانی اس صورت میں جو معراج قبل بعثت ہوئی تھی اور جن معراجوں کا خواب میں ہونا معلوم ہوتا ہے وہ سب روحانی معراجوں میں داخل ہیں اور اُس پر یہ قرینہ بھی ہے کہ قبل بعثت معراج ہونے کے حدیث جو بخاری کے صفحہ (۱۱۲) میں ہے اُس میں یہ الفاظ موجود ہیں انہ جاءہ ثلثۃ نفر قبل ان یوحی الیہ وہو نائم ثم فی المسجد۔ اور اُسی کے آخر میں فاستیقظ وہوا فی المسجد الحرام

Marfat.com

موجود ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت مسجد میں آرام فرماتے تھے اس وقت تین فرشتے خواب میں آئے اور سب واقعہ دیکھنے کے بعد حضرت بیدار ہو گئے اور یہ واقعہ قبل نزول وحی الٰہی ہوا اس حدیث کے سوا ان پانچوں حدیثوں میں جن کو مرزا صاحب نے ذکر کیا ہے اس صراحت سے کسی میں خواب مذکور نہیں البتہ صفحہ (۴۵) کی حدیث میں بین النوم والیقظۃ مذکور ہے مگر اُس کے آخر میں فاستیقظ یا اُس کا مرادف کوئی لفظ نہیں جس سے معلوم ہو کہ وہ حالت آخر تک مستمر رہی کیونکہ اُس میں تو صرف ابتدائے حالت کا ذکر ہے کہ غنودگی تھی اور ظاہر ہے کہ بیدار مغز ادنٰے حرکت سے چونک پڑتے ہیں۔ یہاں مرزا صاحب یہ اعتراض ضرور کرینگے کہ خواب کی حدیث میں بھی وہی مضمون ہے جو بیداری میں معراج ہونے کی حدیثوں میں ہے اور اُس میں بھی پچاس وقت کی نمازیں ابتداءً فرض ہونا اور بعد کمی کے پانچ مقرر ہونا موجود ہے جس سے یہ لازم آتا ہے کہ نمازیں دو وقت فرض ہوئیں۔ مگر اُس کا جواب ادنٰے تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جب قبل بعثت نبوت ملی ہی نہ تھی تو اُس کے لوازم اور کسی چیز کا فرض ہونا کیسا۔ وہ خواب تو صرف تمہیداً دکھایا گیا تھا کہ آئندہ ایسی خصوصیات اور وہ وہ فضائل حاصل ہونے والے ہیں جو کسی کو نصیب نہ ہوئے جس کے دیکھنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص توقع اور اشتیاق پیدا ہو گیا۔ اور یہ تو کتب تاریخ سے بھی واضح ہے کہ سلاطین وغیرہم جن کو غیر معمولی مدارج حاصل ہونے والے ہوتے ہیں اُن کو عالم رؤیا میں اکثر اطلاع ہو جاتی ہے چنانچہ اس قسم کے خواب رسالہ (عجیب وغریب خواب) میں بہت سے مذکور ہیں اور اس خواب سے بہت بڑا نفع یہ بھی ہوا کہ جب بیداری میں

Marfat.com

میں حضرت تشریف لے گئے تو کسی مقام سے اجنبیت اور ناآشنائی نہ رہے جو باعث توحش ہو۔ پھر خواب فقط معراج ہی کے پہلے نہیں بلکہ ہجرت وغیرہ کے پہلے بھی ہوا تھا جیساکہ اس حدیث سے ظاہر ہے عن ابی موسیٰ رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رایت فی المنام انی اہاجر من مکۃ الی ارض بہا نخل فذہب وہلی الی انہا الیمامۃ او ہجر فاذا ہی المدینۃ یثرب متفق علیہ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا تھا کہ مکہ سے ہجرت کرکے اُس طرف جارہا ہوں جہاں نخلستان ہے اُس وقت میرا خیال یمامہ اور ہجر کی طرف گیا پھر یکایک جو دیکھا تو وہ مدینۂ یثرب تھا۔ مقصود یہ کہ ہجرت کا واقعہ قبل ہجرت معلوم کرایا گیا اور مقام ہجرت بھی دکھلایا گیا مگر چونکہ حضرت نے پیشتر مدینہ طیبہ کو غالباً دیکھا نہ تھا اور یمامہ اور ہجر کا نخلستان مشہور تھا اس سبب سے خیال اُن شہروں کی طرف منتقل ہوا مگر ساتھ ہی معلوم ہوگیا کہ وہ مدینہ ہے۔

الحاصل جس طرح ہجرت سے پہلے ہجرت خواب میں ہوئی اُسی طرح معراج سے پہلے معراج خواب میں ہوئی۔ اب اہل اسلام اس بات پر بھی غور کرلیں کہ کیا اس حدیث ہجرت میں کوئی ایسی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلطی پکڑی جائے مگر چونکہ مرزا صاحب اسی فکر اور تلاش میں رہتے ہیں کہ حضرت کی غلطیاں پکڑیں ان کو یہاں اتنا موقع مل گیا کہ حضرت نے (ذہب وہلی) فرمایا جس کے معنی وہم وخلاف واقع ہیں پھر کیا تھا جھٹ سے غلطی ثابت ہی کردی چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۶۸۹) میں لکھتے ہیں وہ حدیث جس کے یہ الفاظ ہیں فذہب وہلی الی انہ الیمامۃ او ہجر فاذا ہی المدینۃ یثرب صاف صاف ظاہر کر رہی ہے کہ

Marfat.com

جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے پیشگوئی کا محل و مصداق سمجھا تھا وہ غلط نکلا۔ انتہیٰ

غور کیجئے کہ حضرت نے کب پیشگوئی کا دعوے کیا تھا کہ میں مکہ چھوڑ کر یمامہ یا ہجر جاؤنگا۔ بلکہ وہ تو برسبیل حکایت فرمایا کہ خواب میں نخلستان دیکھکر ہجر کا خیال تو ہوا تھا مگر اسی وقت وہ مدینہ ثابت ہوا جو فاذا ہی المدینہ سے ظاہر ہے اس سے تو کمال درجہ کا صدق ثابت ہو رہا ہے کہ خدائے تعالےٰ نے اُس خیال کو جو خواب میں پیدا ہوا تھا خواب ہی میں فوراً بدل دیا تاکہ وہ خواب اگر پیشگوئی کے لباس میں سمجھا جائے تو بھی اُس غلطی کا احتمال باقی نہ رہے۔ مگر افسوس ہے کہ مرزا صاحب کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلطی پکڑنے کی خوشی میں اپنی غلط فہمی پر نظر نہ پڑی اور مصرعہ ؎ عیب نماید ہنرش در نظر ؎ کا مضمون صادق کر بتایا یہ ضمنی بحث تھی کلام اس میں تھا کہ قبل وقوع واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اطلاع ہو جاتی تھی اُس پر یہ حدیث بھی دلیل ہے عن عائشۃ رضہ قالت اول مابدئ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرویا الصالحۃ فی النوم وکان لایری رویا الاجاءت مثل فلق الصبح رواہ البخاری یعنی عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ ابتداء وحی کی رویائے صالحہ سے ہوئی جو کچھ حضرت خواب میں دیکھتے اُس کا ظہور روشن طور پر ہوتا جس میں کوئی اشتباہ نہ رہتا چنانچہ معراج کے واقعہ میں بھی ایسا ہی ہوا کہ جو واقعات خواب میں دیکھے تھے بلاکم وکاست بیداری میں بھی ملاحظہ فرمالیا **مرزا صاحب** جو لکھتے ہیں کہ مقامات انبیا میں بڑا ہی اختلاف ہے اُس کا جواب تقریر بالا سے واضح ہے کہ نفس معراج میں ان امور کو کوئی دخل نہیں بلکہ یہ

Marfat.com

کل روایات مثبت معراج ہیں البتہ اس اختلاف کا اثر نفس مقامات پر پڑیگا جس سے یقینی طور پر یہ ثابت نہ ہوگا کہ کس نبی کا کونسا مقام ہے اور وہ کوئی ضروری بات بھی نہیں اسیوجہ سے راویوں نے اُس کے یاد رکھنے میں اہتمام نہ کیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مقامات انبیا کا مسئلہ منجملہ اسرار اور ایک لایدرک بھید ہے اسی وجہ سے بعض متکلمین نے اس میں کلام کرنے کو مناسب نہیں سمجھا جیسا کہ شہاب خفاجی رح نے شرح شفا میں لکھا ہے۔ امام شعرانی رح نے کتاب الیواقیت والجواہر میں لکھا ہے کہ معراج کے کئی فوائد ہیں ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جسم کو آن واحد میں دو مکانوں میں دیکھ لیا چنانچہ حضرت جب پہلے آسمان پر گئے آدم علیہ السلام کو دیکھا کہ اُن کے داہنے طرف اُن کی نیک بخت جنتی اولاد ہے اور بائیں طرف بدبخت دوزخی ہیں حضرت نے اپنی صورت نیک بخت جماعت میں دیکھکر شکر کیا۔ اور نیز موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ پھر اُنھیں کو دیکھا کہ آسمان پر بھی موجود ہیں اور یہ نہیں فرمایا کہ اُن کی روح کو دیکھا انتہیٰ ملخصاً۔ اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جو اختلاف انبیا علیہم السلام کے مقامات میں وارد ہے وہ راویوں کی غلطی نہ تھی بلکہ فی الواقع متعدد مقامات ہی میں دیکھے گئے تھے۔ اور یہ کوئی مستبعد بات نہیں امام سیوطی رح نے ایک مستقل رسالہ جس کا نام "المنجلی فی تطور الولی" ہے صرف اس مسئلہ میں لکھا ہے کہ اولیاء اللہ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ آن واحد میں متعدد مقامات میں ظاہر ہو سکتے ہیں اور سبب تالیف یہ لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر طحطوطی رح ایک شب کسی شخص کے مکان میں رہے اُس نے ایک مجلس میں شیخ کی شب باشی کا ذکر کیا

Marfat.com

مجلس سے ایک شخص اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ وہ تو تمام رات میرے گھر میں تھے ان دونوں میں رد و قدح کی نوبت یہانتک پہنچی کہ ہر ایک نے قسم کھائی کہ اگر وہ بزرگ میرے گھر میں رات بھر نہ رہے ہوں تو میری زوجہ پر طلاق ہے۔ جب شیخ سے پوچھا گیا تو انہوں نے دونوں کی تصدیق کی اور کہا کہ اگر چار شخص کہیں کہ کہ میں اُن کے ساتھ مختلف مقامات میں وقت واحد میں رہا جب بھی تصدیق کرلو امام سیوطی رح کے پاس جب یہ مسئلہ پیش ہوا تو اُنہوں نے یہ فتوے دیا کہ کسی کی زوجہ پر طلاق نہیں پڑی اور کئی وقائع اور متقدمین علما کے فتوے استدلال میں پیش کئے جن سے ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ کو یہ قدرت دی جاتی ہے کہ جب چاہیں وقت واحد میں متعدد مقامات میں ظاہر ہو سکیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ مسند امام احمد اور نسائی وغیرہ میں یہ روایت ہے کہ جب کفار نے بطور امتحان مسجد کی نشانیاں حضرت سے پوچھیں تو مسجد وہاں موجود ہو گئی جس کو دیکھ دیکھکر حضرت اُن کے جواب دیتے گئے کما ذکر وا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذہبت انعت حتی التبس علی بعض النعت فجئی بالمسجد وانا انظر حتے وضع دون دار عقیل او عقال۔ یہ حدیث پوری اوپر مذکور ہے امام سیوطی رح اس حدیث کو نقل کرکے لکھتے ہیں کہ یہ بھی اسی قسم کی بات ہے کیونکہ اصل مسجد اپنی جگہ سے ہٹی نہ تھی اور یہاں بھی موجود تھی جس کو حضرت ان الفاظ سے تعبیر فرماتے ہیں فجئی بالمسجد حتے وضع دون دار عقیل اور تفسیر روح البیان میں امام شعرانی رح کا قول نقل کیا ہے کہ شیخ محمد خضری رح نے ایک ہی روز پچاس شہروں میں جمعہ کا خطبہ پڑھا اور امامت کی روض الریاحین اور کتب طبقات

Marfat.com

اولیاء اللہ سے ظاہر ہے کہ اس مسئلہ پر اولیاء اللہ کا اجماع ہے۔
غور کیا جائے کہ جب اولیاء اللہ کو اس عالم کثیف میں یہ قدرت حاصل ہو کہ وقت واحد میں متعدد جگہہ موجود ہو سکتے ہیں اور مسجد دو جگہ آن واحد میں موجود ہو گئی تو انبیا علیہم السلام کو اُس عالم لطیف میں وہ قدرت حاصل ہونا کونسی بڑی بات ہے غرض کہ انبیا علیہم السلام کا مختلف مقامات میں حضرت سے ملنا گو بظاہر تعارض کی شکل میں نمایاں ہے لیکن واقع میں وہ تعارض نہیں البتہ متوسط عقول اُس کے سمجھنے میں قاصر ہیں مگر غنیمت یہ ہے کہ مرزا صاحب اس قسم کے اسرار کے قائل ہیں چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۴۴۰) میں لکھتے ہیں کہ
درحقیقت تمام ارواح کلمات اللہ ہی ہیں جو ایک لایدرک بھید کے طور پر ہے جس کی تہ تک انسان کی عقل نہیں پہنچ سکتی روحیں بن گئی ہیں۔ کلمات اللہ ہی بحکم ربی لباس ارواح کا پہن لیتے ہیں اور اُن میں وہ تمام طاقتیں اور قوتیں اور خاصیتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو روحوں میں پائی جاتی ہیں۔ پھر وہ روح کی حالت سے باہر آکر کلمۃ اللہ ہی بن جاتی ہیں۔ اور ہمارے ظاہر بین علما اپنے محدود خیالات کی وجہ سے کلمات طیبہ سے مراد محض عقاید یا اذکار واشغال رکھتے ہیں انتہیٰ۔
کلمات کا ارواح بن جانا نہ کہیں قرآن میں ہے نہ حدیث میں باوجود اس کے جب وہ لایدرک بھید قابل تصدیق ہے تو ارواح کا متعدد مقامات میں ہونا جو صراحۃً احادیث سے ثابت ہے لایدرک بھید قابل تصدیق کیوں نہ ہو اور جب کسی جسم کا متعدد مقامات میں آن واحد میں ہونا احادیث صحیحہ اور

Marfat.com

اجماع اولیاء اللہ سے مستبعد نہ ہو تو ارواح مقدسہ کا متعدد مقامات میں پایا جانا کیوں مستبعد ہو۔ الحاصل بعض انبیا کی ارواح متعدد آسمانوں میں پایا جانا جو احادیث میں وارد ہے ایسی بات نہیں ہے کہ اُس کی سمجھ میں نہ آنیکی وجہ سے بخاری شریف بے اعتبار کر دی جائے یا معراج ہی کا انکار کر دیا جائے اگر قصور فہم کی وجہ سے یہ طریقہ اختیار کیا جائے تو قرآن شریف کا ایک معتد بہ حصہ نعوذ باللہ بیکار اور بے اعتبار ہوئے جاتا ہے۔ ایک تخت بلقیس ہی کا واقعہ دیکھ لیا جائے کہ کس قدر حیرت انگیز ہے ایک بڑا شاندار تخت شاہی صدہا کوس کے فاصلہ سے ایک لمحہ میں صحیح سالم سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچ جانا کیا معمولی عقلوں میں آسکتا ہے ہرگز نہیں۔ شہاب خفاجی رحمۃ اللہ نے شرح شفائے قاضی عیاض میں لکھا ہے کہ جس قدر مسافت مکہ معظمہ سے بیت المقدس کی ہے اس سے زیادہ مسافت کو اس تخت نے طرفۃ العین میں طے کیا۔ حق تعالٰے فرماتا ہے قال الذی عندہ علم الکتاب انا آتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک فلما راٰہ مستقرا عندہ قال ہذا من فضل ربی ترجمہ ایک شخص جس کو کتابی علم تھا بولا کہ آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے میں تخت کو آپ کے حضور میں لا حاضر کرتا ہوں انتہٰے۔

کیا ممکن ہے کہ کوئی مسلمان اس تخت کی غیر معمولی سرعت سیر میں کلام کر سکے۔ پھر حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سرعت سیر وغیرہ میں کلام کرنا کیسی بات ہے۔ ایماندار سے تو یہ ہرگز ممکن نہیں۔

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۰۹) میں لکھتے ہیں کہ باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

رفع جسمی کے بارے میں یعنی اس بارہ میں کہ وہ جسم سمیت شب معراج میں آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے تقریباً تمام صحابہ کا یہی اعتقاد تھا۔ لیکن پھر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کو تسلیم نہیں کرتیں اور کہتی ہیں کہ رؤیائے صالحہ تھی انتہی۔ اس تقریر سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ تقریباً کل صحابہ معراج جسمانی کے قائل تھے دوسری یہ کہ عائشہ رضؓ اس کے منکر تھیں۔ کتب رجال وغیرہ سے ثابت ہے کہ صحابہ ایک لاکھ سے زیادہ تھے۔ لفظ تقریباً کے لحاظ سے اگر زیادتی حذف کی جائے تو بھی بقول مرزا صاحب ثابت ہے کہ لاکھ صحابہ معراج جسمانی کا اعتقاد رکھتے تھے۔ یہ امر پوشیدہ نہیں کہ جس بات پر لاکھ صحابہ کا اعتقاد ہوا اسلام میں وہ کس قدر قابل وقعت ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ فرقۂ ناجیہ وہی ہے کہ اُن کا اعتقاد صحابہ کے اعتقاد کے موافق ہو جیسا کہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا واحدۃ قالوا من ہی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی متفق علیہ اور یہ بھی ارشاد ہے کہ جو جماعت سے ایک بالشت علیحدہ ہو جائے وہ اسلام سے خارج ہے کما فی کنز العمال عن ابی داؤد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فارق الجماعۃ شبرا فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ حم وک جب عموماً جماعت سے مخالفت کرنے والے کا یہ حال ہو تو لاکھ صحابہ کی جماعت کے مخالف کرنے والے کا کیا حال ہو اور آیۂ شریفہ ویتبع غیر سبیل المومنین نولّہ ما تولی الآیہ سے اس کی وعید ثابت ہے۔

اب رہا یہ کہ عائشہ رضی اللہ عنہا معراج جسمانی کے منکر ہیں سو وہ بالکل غلط ہے

Marfat.com

اس لئے کہ ابھی بروایت صحیحہ ثابت ہوا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج بیت المقدس جاکر تشریف لائے اور وہ واقعہ بیان فرمایا تو بہت سے مسلمان مرتد ہوگئے اور کفار نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جاکر کہا۔ کیا اس کی بھی تصدیق کروگے اور انہوں نے تصدیق کی اسی روز سے آپ کا نام صدیق قرار پایا۔

ادنیٰ تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اگر عائشہ رض کے نزدیک یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو ضرور فرماتیں کہ ان سب بے وقوفوں نے جو مرتد ہوگئے اتنا بھی نہ سمجھا کہ یہ واقعہ خواب کا ہے جو عادۃً ایسے خلاف عقل خواب ہر شخص کو ہوا کرتے ہیں اور ابوبکر رض کو کفار کا عار دلانا کس قدر بیہودگی اور حماقت تھی۔ پھر صرف خواب کی تصدیق پر لقب صدیق حق تعالیٰ کی طرف سے اُن کو ملنا کیسا بدنما تھا نعوذ باللہ من ذالک عائشہ رض کا اس واقعہ کو بغیر تصریح خواب کے بیان کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ عالم بیداری میں تھا جس پر یہ آثار مرتب ہوئے

پھر جو اُن سے یہ روایت ہے واخرج ابن اسحٰق وابن جریر عن عائشہ رض

قالت ما فقدت جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن اللہ اسری بروحہ یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ معراج حضرت کی روح کو ہوئی اور جسم مبارک میرے پاس سے غائب نہ ہوا۔ کیونکر صحیح ہوگی۔ اول تو یہ روایت صحاح میں نہیں پھر اُس میں یہ اختلاف ہے کہ بعض ما فقدت کہتے ہیں اور بعض ما فقد جیسا کہ شہاب خفاجی رح نے شرح شفا میں لکھا ہے۔

اور شفائے قاضی عیاض رح میں ہے کہ یہ حدیث محدثین کے نزدیک

Marfat.com

ثابت نہیں اس لئے کہ اس کی سند میں محمد ابن اسحق ہیں جن کو امام مالک رح نے ضعیف کہا ہے اور علامہ زرقانی رح نے شرح مواہب میں لکھا ہے۔ کہ اس حدیث کی سند میں انقطاع ہے اور راوی مجہول ہے اور ابن دحیہ نے تنویر میں لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے کسی نے صحیح حدیث کو رد کرنیکی غرض سے بنالیا ہے انتہیٰ۔

قطع نظر اس کے ما فقدت کی روایت تو کسی طرح صحیح ہو ہی نہیں سکتی اس لئے کہ اس زمانہ میں عائشہ رض کا نکاح ہی ہوا نہ تھا پھر ان کا یہ کہنا کہ حضرت میرے پاس سے مفقود نہ ہوئے کیونکر صحیح ہوسکتا اور نہ وہ زمانہ ان کے سن شعور کا تھا اس لئے کہ معراج کے سال میں اختلاف ہے مواہب اللدنیہ میں لکھا ہے کہ بعضوں کا قول ہے کہ بعثت سے ڈیڑھ سال بعد ہوا اور بعض پانچ سال کے بعد اور بعض ہجرت سے ایک سال پیشتر کہتے ہیں اگر اخیر کا قول بھی لیا جائے تو اس وقت ان کی عمر ساتؔ سال کی ہوگی کیونکہ بروایات صحیحہ ثابت ہے کہ ہجرت کے وقت ان کی عمر آٹھ سال کی تھی اور ظاہر ہے کہ اس عمر میں تحقیق مسائل کی طرف توجہ نہیں ہوا کرتی۔ اور دوسرے قول پر معراج کا زمانہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سال ولادت ہے اس لئے کہ بروایت بخاری جس کو مواہب میں ذکر کیا ہے ہجرت بعثت سے تیرہ سال کے بعد ہوئی اور جب ہجرت کے وقت ان کی عمر آٹھؔ سال کی تھی تو پانچواں سال جو اس قول پر معراج کا زمانہ ہے ان کی ولادت کا زمانہ ثابت ہوگا۔ اور پہلے قول پر تو معراج ان کی ولادت باسعادت سے

Marfat.com

تخمیناً تین سال پیشتر ہو چکا تھا اور یہی قول درایۃً و روایۃً قابل وثوق معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اسلام میں جس قدر نماز کا اہتمام ہے کسی چیز کا نہیں اور جمیع روایات سے ثابت ہے کہ نماز شب معراج فرض ہوئی اس لحاظ سے عقل گواہی دیتی ہے کہ زمانہ بعثت سے نماز کی فرض ہونے کا زمانہ بہت ہی قریب ہوگا اور اس قول کی پوری تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو درمنثور میں ہے واخرج الطبرانی عن عائشۃ رض قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اسری بی الی السماء ادخلت الجنۃ فوقعت علی شجرۃ من اشجار الجنۃ لم ار فی الجنۃ احسن منہا ولا ابیض ورقا ولا اطیب ثمرۃً فتنا ولت ثمرۃً من ثمرتہا فاکلتہا فصارت نطفۃ فی صلبی فلما ہبطت الی الارض واقعت خدیجۃً فحملت بفاطمۃ رضی اللہ عنہا فاذا انا اشتقت الی ریح الجنۃ شممت ریح فاطمۃ۔ یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میں شب معراج آسمان پر گیا تو مجھے جنت میں لے گئے وہاں ایک جھاڑ دیکھا جس کے پتے نہایت سفید اور پھل نہایت پاکیزہ تھے اُس سے بہتر کوئی جھاڑ نظر نہ آیا میں اُس کا ایک پھل لیکر کھایا جس سے نطفہ میری پشت میں بنا جب میں زمین پر آیا اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مصاجعت کا اتفاق ہوا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حمل قرار پایا اب جب کبھی مجھے جنت کی بو سونگھنے کا شوق ہوتا ہے تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بو سونگ لیتا ہوں انتہیٰ۔

دیکھئے معراج کا بعثت سے دو ایک سال ہونا اس روایت سے بوضاحت معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ مواہب اللدنیہ میں علامہ قسطلانی رح نے لکھا ہے کہ فاطمۃ الزہرا علیہا وعلی ابیہا الصلوۃ والسلام کی ولادت باسعادت کے

Marfat.com

وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف اکتالیس سال کی تھی چونکہ عرب کی
عادت ہے کہ سال پر جو مہینے زیادہ ہوتے ہیں اکثر حذف کر دیتے ہیں۔ اس
اعتبار سے جائز ہے کہ بعثت کے دوسرے سال کے آخر میں آپ کی ولادت ہوئی ہو
اور معراج اسی سال کے نصف اول میں ہوئی ہو جس سے مدت حمل دونوں کے مابین
میں پوری ہو جاتی ہے۔ الحاصل اس روایت کے لحاظ سے تاریخ معراج کے تین قولوں میں
یہی قول مناسب تر ثابت ہوتا ہے ورنہ دوسرے اقوال پر یہ روایت بے ضرورت
خلاف واقع ٹھہرتی ہے۔ اب دیکھئے کہ تاریخی واقعات کے لحاظ سے بھی یہ حدیث
روایتِ ما فقدت جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر صحیح ثابت کر رہی ہے اور
لطف خاص یہ ہے کہ روایت تناول میوہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے اور
نیز یہ بات اس حدیث سے ظاہر ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا معراج جسمانی کے قائل
تھیں اس لئے کہ عقلاً اور عادۃً محال ہے کہ کوئی چیز خواب میں کھائی جائے
اور اُس سے نطفہ بنے۔ اگر کہا جائے کہ خدائے تعالیٰ کی قدرت میں
وہ محال نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے مانا کہ اس حدیث میں دو
احتمال ہیں ایک یہ کہ حضرت نے بیداری میں جنت کا پھل تناول فرمایا
جو نطفہ بن گیا دوسرا خواب میں اُس کا تناول فرمانا مگر احتمال اول صرف
احتمال ہی نہیں بلکہ الفاظ و عبارت اسی پر دال ہیں اور قرینہ بھی اُسی کا شاہد ہے
اور دوسرا احتمال نہ الفاظ سے پیدا ہوتا ہے نہ کوئی اُس پر لفظی قرینہ ہے
بلکہ صرف اس خیال سے پیدا کیا جاتا ہے کہ معراج جسمانی عادۃً جائز نہیں حالانکہ
عقلاً اُس کا جواز اور قرآن و احادیث و اجماع صحابہ سے اُس کا وقوع

Marfat.com

ثابت ہے اس صورت میں وہ معنی جو عبارت النص اور دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں چھوڑ کر ایک ضعیف مردود احتمال پیدا کرنا کیونکر جائز ہوگا۔ اب رہا یہ کہ قدرت الٰہی سے خواب میں کھایا ہوا پھل نطفہ بن جانا سو ہمیں بھی اس قدرت میں کلام نہیں مگر جیسی یہ قدرت ہے ویسا ہی بیداری میں جسمانی معراج کرانا بھی قدرت الٰہی میں داخل ہے پھر ایک قدرت کو ماننا اور دوسری کو نہ مان کر قرآن واحادیث واجماع صحابہ وغیرہم کا انکار کرنا کس قسم کی بات ہے۔ الحاصل عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت مرفوع سے بھی ما فقدت جسدہ والی حدیث موقوف غیر صحیح ثابت ہوتی ہے اب غور کیا جائے کہ جب عائشہ رض خود یہ حدیثیں روایت کر رہی ہیں کہ حضرت رات بھر میں بیت المقدس جاکر تشریف لائے جس کو سنکر بہت سے مسلمان مرتد ہو گئے اور صدیقیت کا لقب اسی کی تصدیق سے ابوبکر رض کو ملا اور اپنی ولادت سے پیشتر جسمانی معراج ہوئی تو کیونکر خیال کیا جائے کہ باوجود اس کے انہوں نے یہ بھی کہا ہوگا کہ شب معراج حضرت کا جسم مبارک اپنے پاس سے غائب نہ ہوا یا روحانی معراج تھی غرض ان متعدد قرائن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حسب تصریح علامہ قسطلانی حدیث ما فقد جسمہ صلی اللہ علیہ وسلم موضوع ہے۔

اصل منشا اس حدیث کے بنانے کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسروق رح نے عائشہ رض سے پوچھا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا انہوں نے کہا کہ تمہارے اس سوال سے میرے جسم پر رونگٹے کھڑے ہو گئے اگر یہ بات کوئی تم سے کہے تو سمجھو کہ وہ جھوٹا ہے کیونکہ حق تعالے فرماتا ہے لاتدرکہ الابصار اس پر کسی نے خیال کیا ہوگا کہ وہ معراج جسمانی کے قائل نہیں کیونکہ یہ بات مشہور تھی کہ رؤیت

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج ہوئی ہے اس قرینے سے اون کو یہ حدیث بنانے کا موقع ہاتھ آگیا جس سے اُن کا مقصود یہ تھا کہ احادیث میں تعارض پیدا کردیں ان لوگوں نے یہ نہ سمجھا کہ رویت قلبی معراج جسمانی کے منافی نہیں جیسا کہ شفائی قاضی عیاض میں لکھا ہے کہ بعض اصحاب اشارات کا قول ہے کہ معراج تو جسمانی تھا مگر اس لحاظ سے کہ کہیں محسوسات اور عجائب کی طرف دل مائل نہ ہو حضرت نے آنکھیں بند کرلی تھیں اور اسی حالت میں دیدار آلہی ہوا۔

بحث معراج میں غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اُس میں کئی امور مقصود بالذات تھے ایک اظہار معجزہ جس سے کفار کو الزام دینا مقصود تھا چنانچہ اُس کا ظہور یوں ہوا کہ سب جانتے تھے کہ حضرت بیت المقدس کبھی گئے نہ تھے مگر جو جو نشانیاں اُس کے وہ پوچھتے گئے حضرت نے پوری پوری تبلادیں جس سے وہ قائل ہو گئے۔

دوسرا مسلمانوں کا امتحان کما قال تعالے وماجعلنا الرویا التی اریناک الافتنۃ للناس چنانچہ اس واقعہ سے بہت سے لوگ مرتد ہو گئے۔

تیسرا قدرت کی نشانیاں دکھلانا جیسا کہ ارشاد ہے لنریہ من آیاتنا وقولہ تعالے لقد رای من آیات ربہ الکبریٰ۔

چوتھا تقرب اور دنو بلا کیف سے ایک خاص غیر معمولی طور پر حضرت کو مشرف کرنا جیسا کہ ارشاد ہے ثم دنا فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ اس واقعہ میں معجزہ کی حیثیت صرف بیت المقدس تک جاکر آنے میں ختم ہوجاتی ہے کیونکہ آسمانوں کے وقائع بیان کرنے سے کفار پر کوئی الزام قائم نہیں ہوتا اسی وجہ سے جن احادیث میں ذکر ہے کہ کفار کے روبرو حضرت نے

Marfat.com

اسریٰ کا حال بیان کیا اُن میں صرف بیت المقدس اور اُس کے رستہ ہی کے وقائع مذکور ہیں۔ اور قرآن شریف میں بھی صراحۃً اُسی کا ذکر ہے اگر کفار سے کہا جاتا کہ آسمانوں پر گئے اور انبیاء سے ملاقات کی اور جنت و دوزخ وغیرہ دیکھے تو کوئی حجت قائم نہ ہوتی جیسے بیت المقدس کے نشانیاں دیکھی ہوئی بیان کرنے میں حجت قائم ہوگئی اور اُن کو نادم ہونا پڑا۔ بیت المقدس سے آسمانوں پر جانا گو اعلیٰ درجہ کا معجزہ ہے لیکن اُس میں تحدی اور کسی کو الزام دینا مقصود نہیں بلکہ وہ منجملہ اُن فضائل وخصوصیات کے ہے جو حق تعالےٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے خاص کی تھیں درحقیقت وہ وہ ایک راز کی بات تھی جس کے سننے کے مستحق وہی ہوا خواہ تھے جو اپنے ولی نعمت کی ترقی مدارج اور فضائل سنکر خوش ہوا کرتے تھے پھر وہاں کی باتیں سب ایسی نہ تھیں کہ ہر شخص کی عقل ان کو قبول کر سکے اور حضرت ہر شخص کی طبیعت اور حالت سے خوب واقف اور حکیم تھے اس لئے بمقتضائے حکمت ہر ایک کو علےٰ قدر مراتب عقول ان اسرار پر مطلع فرمایا اسی وجہ سے رؤیت کے مسئلہ میں بہت اختلاف ہے بعضے رؤیت عینی کے قائل ہیں اور بہت سے رؤیت قلبی کے قاضی عیاض رحمہ نے شفا میں ترمذی سے نقل کیا ہے۔ روی عبد اللہ بن الحارث قال اجتمع عباس رض وکعب رض فقال ابن عباس اما نحن بنو ہاشم فنقول ان محمد اً رای ربہ فکبر کعب حتی جاوبتہ الجبال وقال ان اللہ قسم رؤیتہ وکلامہ بین محمد صلی اللہ علیہ وسلم وموسیٰ ورآہ محمد بقلبہ انتہٰی۔

Marfat.com

وقال ابن عباس فیمارویٰ الحاکم والنسائی والطبرانی ان اللہ اختص موسیٰ بالکلام

وابراہیم بالخلۃ ومحمداً صلی اللہ علیہ وسلم بالرؤیۃ وعن ابن عباس انہ راٰہ بعینہ ہذا کلہ

فی الشفاء وشرحہ للخفاجی رح ماحصل اس کا یہ ہے کہ ابن عباس رح فرماتے ہیں کہ لوگ کچھ بھی کہیں ہم بنی ہاشم تو یہی کہتے ہیں کہ محمداً صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور یہ حضرت کی خصوصیت تھی جو کسی نبی کو حاصل نہ ہوئی۔ اب دیکھئے بنی ہاشم خصوصاً ابن عباس رح کا یہ کہنا کہ حضرت نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا بظاہر لاتدرکہ الابصار کے معارض ہے پھر کیا یہ ممکن ہے کہ وہ حضرت کی قرابت یا محبت کی وجہ سے اُس نص قطعی کے مخالف یہ رائے قائم کئے ہونگے ہرگز نہیں۔ ان حضرات نے ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ سُنا ہوگا اگر یہ حسن ظن نہ کیا جائے تو بہت بڑا الزام تفسیر بالرائے کا اُن کے ذمہ عائد ہوگا اور اس حسن ظن پر یہ قرینہ بھی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا کہ علاوہ کامل الایمان ہونے کے بمقتضائے قرابت اور فرط محبت خصوصیات وفضائل کاملہ اپنے سُنکر سب سے زیادہ خوش ہونے والے یہی لوگ ہیں اس لئے اُن کو اس قابل سمجھا کہ اس راز پر مطلع کئے جائیں۔ اور حق تعالیٰ نے بھی اپنے کلام پاک میں بطور راز حضرت کی تصدیق فرمادی تاکہ اُن رازدانوں کا ایمان اور مستحکم ہوجائے کما قال تعالیٰ والنجم اذا ہوی

ماضل صاحبکم وما غویٰ وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی علمہ شدید القویٰ

ذومرۃ فاستوی وہو بالافق الاعلیٰ ثم دنا فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ

Marfat.com

فاوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحیٰ ما کذب الفواد ما رای افتمارونہ علیٰ ما یریٰ ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ

الاٰیہ ترجمہ قسم ہے تارے کی جب گرے بہکے نہیں تمہارے رفیق یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بے راہ نہیں چلے اور نہیں بولتے وہ اپنی خواہش سے یہ تو حکم ہے جو پہنچاتے ہیں سکھایا اُن کو سخت قوتوں والے زورآور نے پھر سیدھا بیٹھا کنارہ بلند پر پھر نزدیک ہوا اور اُتر آیا پھر رہ گیا فرق دو کمان کے برابر پھر جو پیغام اپنے بندے کی طرف بھیجنا تھا بھیجا اُن کے دل نے اُس میں کچھ جھوٹ نہیں ملایا اب کیا تم جھگڑتے ہو اُس سے جو انہوں نے دیکھا ہے اُس کو ایک دوسرے بار اُنتہیٰ دیکھئے اس آیۂ شریفہ میں ضمائر وغیرہ کیسے پہلو دار ہیں جن سے موافق مخالف دونوں استدلال کر سکیں اسی وجہ سے دنا فتدلیٰ اور ولقد راٰہ کی تفسیر میں بہت اختلاف ہے مگر ابن عباس رضی اللہ عنہ یہی تفسیر کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے قریب ہوئے اور اپنے رب کو دیکھا کما فی الدر المنثور للامام السیوطی رح

واخرج ابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ عن ابن عباس رض فی قولہ ثم دنا فتدلیٰ

قال ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنا فتدلیٰ الی ربہ عزوجل اور نیز درمنثور میں ہے

واخرج الترمذی وحسنہ الطبرانی وابن مردویہ والبیہقی فی الاسماء والصفات

عن ابن عباس فی قول اللہ ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ قال ابن عباس رض قال رای النبی صلی اللہ

علیہ وسلم ربہ عزوجل غرض کہ اختلاف آثار و احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے امور میں ہر ایک کے فہم اور حوصلہ کے مطابق کلام کیا کرتے تھے چنانچہ اس روایت سے ظاہر ہے عن ابن عباس رض قال

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثنا معاشر الانبیاء نخاطب الناس علیٰ قدر عقولہم

Marfat.com

ذکرہ الامام السخاوی رح فی المقاصد الحسنہ مع نظائرہ۔

اس میں شک نہیں کہ تمام صحابہ کامل الایمان تھے مگر پھر بھی اُس کو ماننا پڑیگا کہ جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خصوصیت تھی وہ عموماً دوسروں کو نہ تھی اسی طرح جو اہل بیت اور بنی ہاشم کو خصوصیت تھی بنی امیہ کو حاصل نہ تھی دیکھ لیجئے تقریباً تمام صحابہ معراج جسمانی کے قائل تھے مگر معاویہ رضی اللہ عنہ اسی بات پر رہے کہ معراج خواب میں ہوا تھا جیسا کہ شفا میں لکھا ہے اس سے ظاہر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات سے یہ بیان ہی نہیں کیا تھا ورنہ ممکن نہیں کہ حضرت سے سنکر بھی اُس کے خلاف اعتقاد رکھتے غرض وہ راز چندے بنی ہاشم میں رہا پھر اُنہوں نے بحسب صلاحیت اپنے ہمشربوں سے کہا یہانتک کہ شدہ شدہ خاص خاص مجلسوں میں اُس کا ذکر ہونے لگا پھر بمصداق نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا ۔ وہ راز طشت از بام ہوگیا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ بعض علمانے تصریح کر دی کہ وہی مذہب صحیح ہے چنانچہ تفسیر روح البیان میں لکھا ہے وفی کشف الاسرار قال بعضہم راٰہ بقلبہ دون عینہ وہذا خلاف السنۃ والمذہب الصحیح انہ علیہ السلام راٰے ربہ بعین راسہ انتہیٰ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں بھی وہی کہتا ہوں جو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حضرت نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کما فی الشفا للقاضی عیاض رح وحکی النقاش عن احمد بن حنبل انہ قال اقول بحدیث ابن عباس رض بعینہ راٰے ربہ راٰہ راٰہ حتی انقطع نفسہ یعنی نفس احمد یعنی امام احمدؒ راٰی ربہ کہکر لفظ راٰہ کو اتنی دیر تک مکرر کرتے رہے جب تک

Marfat.com

سانس نے یاری دی۔ یہ بات وجدان سے دریافت کرنے کے قابل ہے کہ لفظ راہ کی تکرار کے وقت اس امام جلیل القدر پر کیسی حالت وجد طاری تھی کہ اس بیخودانہ غیر معمولی حرکت صادر ہونے پر مجبور تھے یا یہ بات تھی کہ کمال غضب سے دیر تک اس لفظ کو مکرر کیا تاکہ مخالفوں پر ہیبت طاری ہو اور کوئی دم نہ مار سکے اور اُن سے پہلے عکرمہ رح نے بھی ایسا ہی کیا تھا چنانچہ ابن جریر رح نے تفسیر میں لکھا ہے اخبرنا عباد بن یعنی بن منصور قال سالت عکرمۃ عن قولہ ما کذب الفواد ما رای قال اترید ان اقول لک قد راٰہ نعم قد راٰہ ثم قد راٰہ ثم قد راٰہ حتی انقطع النفس۔ اور تفسیر روح المعانی میں علامۂ الوسی رح نے لکھا ہے فقد کان (الحسن) علیہ الرحمہ یحلف باللہ تعالےٰ لقد رای محمد صلی اللہ علیہ وسلم ربہ یعنی حسن بصری رح قسم کھا کر کہتے تھے کہ حضرت نے اپنے رب کو دیکھا عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذہب جو روایت کے باب میں بنی ہاشم کے خلاف ہے ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو کسی مصلحت سے نہ فرمایا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ فرمایا ہو مگر اُنہوں نے عقول کی رعایت سے بیان نہ کیا ہو کیونکہ ایسے امور کے بیان کرنے میں احتیاط کرنے کا حکم ہے جیسا کہ مقاصد حسنہ میں امام سخاوی رح نے لکھا ہے عن ابن عباس رض عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تحدثوا امتی من احادیثی الا ما یحتملہ عقولہم فیکون فتنۃ علیہم فکان ابن عباس رض یخفی اشیاء من حدیثہ ویفشیہا الی اہل العلم یعنی ابن عباس رض سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری حدیثوں میں سے وہی حدیثیں میری امت سے بیان کرو جن کو اُن کی عقلیں تحمل کر سکیں اسی وجہ سے ابن عباس رض

Marfat.com

بہت سی حدیثیں عام لوگوں سے چھپاتے اور اہل علم پر ظاہر کرتے تھے انتہی۔
یہی وجہ ہے کہ ابن عباس رض کے اکثر اقوال تفاسیر میں باہم متعارض وارد ہیں چنانچہ اسی مسئلہ میں دیکھئے کہ رؤیت قلبی کی بھی روایت اُن سے وارد ہے جیسا کہ در منثور میں ہے واخرج مسلم واحمد عن ابن عباس رض فی قولہ ماکذب الفؤاد ما رأی ولقد رآہ نزلۃ اخری قال رأی محمد ربہ بقلبہ مرتین یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ رؤیت قلبی اور رؤیت عینی ایک نہیں تو ایک قول ضرور واقع کے خلاف ہو گا۔
اس کا جواب یہ ہے کہ رؤیت الٰہی کی حقیقت عقول سے خارج ہے اس لئے ممکن نہیں کہ وہ رؤیت ایسی ہو جیسے ہم اجسام کو دیکھتے ہیں جائز ہے کہ وہاں رؤیت عینی رؤیت قلبی کے مقارن ہوا اور دونوں صادق آجائیں۔ چنانچہ تفسیر روح البیان میں لکھا ہے قال علیہ السلام رایت ربی بعینی و بقلبی رواہ مسلم فی صحیحہ اور اسی میں لکھا ہے۔

کلام سرمدی بے نقل بشنید	خداوند جہاں را بے جہت دید
دراں دیدن کہ حیرت حاصلش بود	دلش در چشم و چشمش در دلش بود

اور یہ بھی لکھا ہے شیخ ابوالحسین نوری را قدس سرہ از معنی این آیہ یعنی افتمارونہ علی مایری پرسیدند جواب داد جائیکہ جبرئیل نگنجید نوری کیست کہ ازاں سخن تواند گفت۔

خیمہ بروں زوز حد و جہات	پردۂ او شد تتق نور ذات
تیرگی ہستی از و دور گشت	پردگی پردۂ آں نور گشت
کیست کزاں پردہ شود پردہ ساز	زمزمۂ گوید ازاں پردہ باز

Marfat.com

الغرض اخفائے راز کے مقام میں رؤیت قلبی کہدیا تاکہ عقول متحمل ہو سکیں اور وہ بھی خلاف واقعہ نہیں رؤیت کی تقریر ایک مناسبت سے ضمناً لکھی گئی اصل کلام اس میں تھا کہ عائشہ رضی معراج جسمانی کے منکر ہیں یا نہیں سو یہ ثابت ہو گیا کہ اُن کو اس کا اقرار ہے اور جو انکار اُن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے بے اصل اور موضوع روایت ہے۔ پھر جو مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اس بات کو تسلیم نہیں کرتیں اور کہتے ہیں کہ رؤیائے صالحہ تھی۔ قابل تسلیم نہیں۔

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۴۸) میں لکھتے ہیں کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔ میں اس کا نام خواب ہرگز نہیں رکھتا اور کشف کے ادنیٰ درجوں میں اُس کو سمجھتا ہوں بلکہ یہ کشف بزرگترین مقام ہے جو درحقیقت بیداری بلکہ اس کثیف بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفیٰ واجلیٰ ہوتی ہے اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے انتہٰی۔

افسوس ہے مرزا صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کی کچھ قدر نہ کی اور اپنے جیسا کثیف سمجھا حالانکہ وہ جسم لطیف درحقیقت نور محض تھا۔ چنانچہ شفا میں قاضی عیاض رحمہ نے کعب احبار اور سعید بن جبیر رحمہما اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ آیہ شریفہ اللہ نور السمٰوٰت والارض مثل نورہ میں نور ثانی سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے اور اسی میں لکھا ہے کہ حقتعالیٰ نے قرآن شریف میں کئی جگہ حضرت کو نور اور سراج فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے قد جاءکم من اللہ نور و کتاب وقولہ تعالیٰ یا ایہا النبی انا ارسلناک شاہدا ومبشرا ونذیرا وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیرا۔

Marfat.com

اور اس کی تصدیق اس سے کھلے طور پر ہوتی ہے کہ حضرت دھوپ یا چاندنی میں نکلتے تو آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا جیسا کہ امام سیوطی رح نے خصائص کبریٰ میں نقل کیا ہے اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یری لہ ظل فی شمس ولا قمر قال ابن سبع من خصائصہ ان ظلہ کان لا یقع علی الارض وانہ کان نورا فکان اذا مشی فی الشمس او القمر لا ینظر لہ ظل قال بعضھم ویشہد لہ حدیث قولہ صلی اللہ علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نوراً یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ دھوپ اور چاندنی میں نہیں پڑتا تھا اس لئے کہ آپ نور تھے اور یہ اثر اُس دعا کا بھی تھا جو حضرت کیا کرتے تھے واجعلنی نوراً ۔

مرزا صاحب مسئلہ معراج میں بو علی سینا کے مقلد ہیں کیونکہ دبستان مذاہب میں اُن کا قول نقل کیا ہے کہ حدیث معراج میں جبرئیل کا جو ذکر ہے اُس سے قوت روح قدسی مراد ہے اور براق سے عقل ہے اور حضرت نے جو فرمایا ہے کہ میرے پیچھے ایک شخص چلا آرہا تھا اُس نے آواز دی کہ ٹھیرو اور جبرئیل نے کہا کہ اُس سے بات نہ کیجئے اور چلے چلئے اُس سے یہ اشارہ ہے کہ قوت وہم پیچھے آرہی تھی جب حضرت اعضا و جوارح کے مطالعہ سے فارغ ہوئے اور ہنوز حواس میں تامل نہ کیا تھا کہ قوت وہم نے آواز دی کہ آگے نہ بڑھئے اس کی وجہ یہ ہے کہ قوت واہمہ متصرف ہے اور غالب ہے ہر وقت عقل کو ترقی سے روکتی رہتی ہے اور جو فرمایا کہ بیت المقدس پہنچے اور موذن نے اذان کہی اور میں آگے بڑھا دیکھا کہ جماعت انبیا اور اولیاء داہنے بائیں کھڑی ہے یہ اشارہ اس طرف ہے کہ حیوانی اور طبعی قوتوں کے مطالعہ سے جب حضرت فارغ ہوئے تو دماغ کے

Marfat.com

قریب پہنچے وہاں قوت ذاکرہ متوجہ اعلام ہوئی اور حضرت تفکر کی طرف بڑھے اور قوائے دماغی مثلاً تمیز حفظ ذکر اور فکر وغیرہ داہنے بائیں موجود تھیں اسی طرح آسمانی معراج کا حال بھی بیان کیا جس کا ماحصل یہ ہے کہ نہ بیت المقدس گئے نہ آسمانوں پر جتنی باتیں قرآن و حدیث میں مذکور ہیں سب کو وہیں مکہ میں بیٹھے ہوئے نمٹا دیا مرزا صاحب بھی یہی کہتے ہیں صرف فرق مراقبہ اور مکاشفہ کا ہے یعنی بو علی سینا اُس کو مراقبہ کہتے ہیں کہ قوائے جسمانی وغیرہ میں اُس وقت حضرت غور فرما رہے تھے اور مرزا صاحب مکاشفہ کہتے ہیں کہ وہیں بیٹھے ہوئے بیت المقدس اور آسمانوں کو کشف سے دیکھ رہے تھے۔ اہل رائے سمجھ سکتے ہیں کہ اگرچہ ان دونوں کو معراج کا انکار ہے مگر جس طرح بو علی سینا نے تمام واقعات کو عقل کے مطابق کر دیا مرزا صاحب نہ کر سکے بھلا کوئی پابند عقل اُس کو مان سکتا ہے کہ آنکھیں جن پر مدار رؤیت ہے تو بند ہوں لاکھوں بلکہ کروڑوں کوس پر کی چیزیں ایسی دکھائی دیں جیسے کوئی آنکھوں سے دیکھتا ہو بلکہ اُس سے بھی اصفی اور اجلی ہرگز نہیں مرزا صاحب جو لکھتے ہیں کہ اس قسم کے کشفوں میں مؤلف خود صاحب تجربہ ہے ایک حد تک درست ہے کیونکہ عام تجربہ ہے کہ جب آدمی آنکھیں بند کر لیتا ہے تو اقسام کے خیالات آنے لگتے ہیں اور اپنے اختیار سے بھی ذہن سے کام لیتا ہے مرزا صاحب کے خیالات چونکہ حد سے بڑھے ہوئے ہیں عرش کو ایک بڑا چمکتا ہوا تخت خیال کرتے ہونگے اور اُس پر رب العالمین بیٹھا ہوا اپنے روشن چہرے سے پردہ اتار کر اپنے سے باتیں کرتا ہوا دیکھ لیتے ہونگے جیسا کہ ضرورۃ الامام صفحہ (۱۳) میں خود تحریر فرماتے ہیں مگر اُس کو کشف سمجھنا غلطی ہے

Marfat.com

اس قسم کے مشاہدات کو عقلا اختراعات ذہنیہ کہتے ہیں جن کو واقع سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اگر مرزا صاحب دعوے کریں کہ یہ خیالات مطابق واقع کے ہوتے ہیں تو جب تک دلائل عقلیہ سے اُسکو ثابت نہ کریں ایک خیالی بات سے اُس کا درجہ بڑھ نہیں سکتا۔ اور اگر اہل کشف کے اقوال پیش کریں تو جس معرکہ میں خدا ورسول کی بات کو وہ نہیں مانتے اہل کشف کا مجرد بیان کون مانے گا اُن کی تصدیق کا درجہ تو خدا ورسول کی تصدیق کے بعد ہے اور اگر کوئی ایسا ہی خوش اعتقاد شخص ہے کہ خلاف عقل بات بھی اہل کشف کی بلا دلیل مان لیتا ہے تو خدا ورسول کی باتیں بلا دلیل مان لینا اس پر کیا دشوار ہے اب دیکھئے کہ جس طرح جسم کے ساتھ آسمانوں پر جانا خلاف عقل ہے کشف سے واقعی حالات معلوم کرنا بھی خلاف عقل ہے پھر جب اہل کشف کی بات پر اسقدر وثوق ہے کہ اُن کے مجرد قول سے کشف مان لیا جاتا ہے تو خدا ورسول کی بات پر مسلمان کو اُس سے زیادہ وثوق چاہیئے یا نہیں۔

مرزا صاحب کو اعلیٰ درجہ کے کشف کا جو دعوی ہے اُس کا کوئی ثبوت نہیں کیونکہ وہ ایک معنوی چیز ہے جو دوسرے کو محسوس نہیں ہوسکتی۔ البتہ آثار سے کسی قدر اُس کا ثبوت ہوسکتا ہے مگر ہم جب یہاں آثار پر نظر ڈالتے ہیں تو بجائے ثبوت کے اُس کا ابطال ہوا جاتا ہے اس لئے کہ مرزا صاحب ہمیشہ پیشگوئیاں کیا کرتے ہیں اور ہمارے علم میں مرزا صاحب نجومی یا کاہن یا رمال نہیں ہیں اس سے ظاہر ہے کہ اُن پیشگوئیوں کا مدار اُن کے کشف پر ہے (یعنی جو کچھ آیندہ ہونے والا ہے کشف کے ذریعہ سے پیش از پیش دیکھکر

Marfat.com

یہ کہدیتے ہیں کہ ایسا ہوگا مثلاً فلاں شخص تین برس کی مدت میں مریگا) پیشگوئیوں کا مدار کشف پر اس وجہ سے ہے کہ بغیر کشف کے رجماً بالغیب وہ حکم لگا دینا ترجیح بلا مرجح ہے ممکن ہے کہ وہ پچاس برس کے بعد مرے پھر خود مرزا صاحب کو اعلیٰ درجہ کے کشف کا دعوےٰ بھی ہے اس صورت میں ضرور تھا کہ ہر پیشین گوئی اُن کی صحیح نکلتی جس سے کشف کی صحت ثابت ہوتی مگر ایسا نہ ہوا بلکہ اُس کے خلاف ثابت ہوا دیکھئے کہ مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب نے رسالۂ الہامات مرزا میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے جن پیشگوئیوں کو معیار اپنی صداقت اور مدار بطالت قرار دیا ہے وہ کل جھوٹی ثابت ہوئیں۔ پھر جب مولوی صاحب اُن کا کذب ثابت کرنے کو قادیان گئے تو بجائے اس کے کہ مرزا صاحب خوش ہوکر اپنے کمالات ظاہر فرماتے اور اُن پیشگوئیوں کا وقوع ثابت کرتے اُسلئے ناراض ہوگئے اور مناظرہ سے گریز کی۔ اُس کے بعد مولوی صاحب موصوف نے وہ رسالہ لکھکر ان پیشگوئیوں کا عدم وقوع اور بطلان بدلائل ثابت کردیا جس کا جواب نہ مرزا صاحب سے ہوا نہ اُن کے ہوا خواہوں سے چنانچہ اسی رسالہ کے عنوان پر یہ عبارت لکھدی کہ اس رسالہ میں مرزا صاحب قادیانی کے الہاموں پر مفصل بحث کرکے اُن کو محض غلط ثابت کیا ہے اُس کے جواب کے لئے طبع اول پر مرزا صاحب کو پانسو روپیہ انعام تھا طبع ثانی پر ہزار کیا گیا اب طبع ثالث پر پورا مبلغ دو ہزار کیا جاتا ہے اگر وہ ایک سال تک جواب دیں تو انعام مذکور اُن کے پیش کش کیا جائیگا انتہےٰ۔

یہ بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اُن الہامات اور پیشگوئیوں کے

Marfat.com

اثبات میں مرزا صاحب ہی کا نفع تھا پھر اُس پر جب انعام بھی ملتا تھا تو چاہئیے تھا کہ سب کام چھوڑ کے اُس رسالہ کے جواب میں مصروف ہو جاتے اور وہ رسالہ بھی کتنا پورے سات جزو کا بھی نہیں پھر جواب میں نہ کسی کتاب کے دیکھنے کی ضرورت ہے نہ اجتہاد کی حاجت ہر پیشین گوئی سے متعلق جواب میں اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ اُس کا وقوع اس طرح ہوا اور اُس کے فلاں فلاں گواہ موجود ہیں جس کے لئے ایک دو ورق سے زیادہ درکار نہیں مگر جواب تو جب لکھا جائے کہ کسی پیشین گوئی کا وقوع بھی ہوا ہو وہاں تو سرے سے وجود ہی ندارد اور جو تقریروں میں ملمع سازیاں کی گئی تھیں اُن کی قلعی مولوی صاحب نے کھول دی اب اُن پیشین گوئیوں کا اثبات حیز امکان سے کسی قدر خارج دکھائی دیتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسری کا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ اس قسم کے یعنی معراج جیسے کشفوں میں خود صاحب تجربہ ہیں غلط محض ہے۔

یہاں یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ الحکم مطبوعہ ۱۱ر صفر ۱۳۲۲ھ نمبر (۱۳) میں مرزا صاحب کی تقریر درج ہے کہ جیسا کہ بُت پوجنا شرک ہے ویسے ہی جھوٹ بولنا بھی شرک ہے بت پوجنے والا اس خیال سے بُت پوجتا ہے کہ یہ میری مرادیں برلاتا ہے ایسا ہی جھوٹ بولنے والا بھی اسی خیال سے جھوٹ بولتا ہے کہ جھوٹ سے میرا کام نکلتا ہے۔ مقدمہ جیت لیتا ہوں بیوپار ہوتا ہے اور آفات وبلا سے بچ جاتا ہوں ان دونوں باتوں میں کچھ فرق ہے انتہیٰ۔

Marfat.com

جب مرزا صاحب جھوٹ کو شرک سمجھتے ہیں تو وہ اُس کے مرتکب کیونکر ہوئے ہونگے اس کا جواب حقیقۃً نہایت دشوار ہے مگر عقلا خود اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ مرزا صاحب جو اپنے کشف کی خبر دیتے ہیں سو وہ کوئی نئی بات نہیں اس قسم کی تعلّیوں کی اُن کی عادت ہے چنانچہ رسالۂ عقائد مرزا میں توضیح المرام وغیرہ رسائل مرزا صاحب سے اُن کے اقوال نقل کئے ہیں کہ میں اللہ کا نبی ہوں رسول ہوں میرا منکر کافر اور مردود ہے میرے معجزات اور نشانیاں انبیا کے معجزات سے بڑھکر ہیں میرے پیشگوئیاں نبیوں کی پیشگوئیوں سے زیادہ ہیں میرے معجزات اور نشانات کے انکار سے سب نبیوں کے معجزات سے انکار کرنا پڑیگا۔ میرے منکروں اور مترددوں کے پیچھے نماز درست نہیں بلکہ اُن پر سلام نہ کرنا چاہیئے۔ اور لکھتے ہیں کہ خدا بے پردہ ہوکر اُن سے ٹھٹھے کیا کرتا ہے وغیرہ ذلک جب مرزا صاحب کی جبلت میں تعلّیاں داخل ہیں جن کا وجود ممکن نہیں تو اُن کا یہ قول کہ معراج کے جیسے کشفوں میں مؤلف صاحب تجربہ ہے کون اعتبار کرے۔ البتہ اہل کشف کی تحقیق قابل تسلیم ہے جن کے کشف کو اہل کشف اور صلحا اور اولیاء اللہ نے تسلیم کرلیا ہے۔ دیکھئے شیخ محی الدین عربی رح فتوحات مکیہ کے تین سو چودھویں ۳۱۴ باب میں لکھتے ہیں وقد اعطتہ المعرفۃ انہ لا یصح الانس الا بالمناسب ولا مناسبۃ بین اللہ وعبدہ واذا ضعف المؤانسۃ فانما ذلک الی وجہ خاص یرجع الی الکون فاعطتہ صلی اللہ علیہ وسلم ہذا المعرفۃ الوحشۃ لانفرادہ وہذا ممایدل ان الاسرا کان بجسمہ صلی اللہ علیہ وسلم لان الارواح لاتتصف بالوحشۃ والاستیحاش فلما علم اللہ ذلک منہ وکیف لایعلمہ وھو الذی خلقہ فی نفسہ وطلب علیہ السلام الدنو منہ بقوۃ المقام الذی ہو فیہ فنودی بصوت یشبہ صوت ابی بکر رض تانیسا لہ بہ

اذ کان انیسہ فی المعہود فحن لذلک وانس بہ فلہذا المعراج خطاب خاص یعطیہ خاصیتہ ہذا المعراج لا یکون الا للرسل فلو عرج علیہ الولی لاعطاہ ہذا المعراج بخاصیتہ ما عندہ وخاصیتہ ما تنضر بہ الرسالۃ فکان الولی اذا عرج بہ فیہ یکون رسولا وقد اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان باب الرسالۃ والنبوۃ قد اغلق فتبین ان ہذا المعراج لاسبیل للولی الیہ البتۃ انتہیٰ۔

ماحصل اس کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج آسمانوں پر وحشت ہوئی اس وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آواز سنائی گئی جس سے حضرت کی وحشت جاتی رہی اس سے ظاہر ہے کہ معراج جسم کے ساتھ تھی کیونکہ ارواح وحشت کے ساتھ متصف نہیں ہوتیں۔ پھر اس جسمانی معراج کا خاصہ یہ ہے کہ اُس میں ایک خاص قسم کا خطاب ہوا کرتا ہے جو رسولوں کے ساتھ خاص ہے۔ اگر کسی ولی کو بھی اس قسم کی معراج ہو تو اُس خاصہ کی وجہ سے لازم آئیگا کہ وہ ولی بھی رسول ہو جائے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ رسالت اور نبوت کا دروازہ بند ہو گیا اس سے ظاہر ہے کہ اس قسم کی معراج جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تھی کسی ولی کو ہرگز نہیں ہو سکتی" کیونکہ اولیاء اللہ کے نزدیک مسلم ہے کہ حضرت کی معراج جسمانی تھی اور وہ حضرت کا خاصہ تھا کہ کسی ولی کو وہ نصیب نہیں ہو سکتا اور جو کوئی نبوت و رسالت کا دعوے کرے وہ جھوٹا ہے مسئلۂ معراج میں مرزا صاحب کی کارسازیاں آپ نے دیکھ لیں۔ اب مسئلۂ قیامت کو دیکھئے کہ کیسی کیسی کارستانیاں کر رہے ہیں۔ ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۵۰) میں تحریر فرماتے ہیں قیامت کے دن بحضور رب العالمین حاضر ہونا اُن کو بہشت سے نہیں نکالتا کیونکہ یہ تو نہیں کہ بہشت سے باہر کوئی لکڑی وغیرہ کا تخت بچھایا جائیگا

Marfat.com

اور خدائے تعالیٰ اس پر بیٹھے گا اور کسی قدر مسافت طے کرکے اُس کے حضور
میں حاضر ہونا ہوگا تا یہ اعتراض لازم آئے کہ اگر بہشتی بہشت میں داخل شدہ تجویز
کئے جائیں تو طلبی کے وقت انہیں بہشت سے نکلنا پڑیگا اور اُس لق و دق
جنگل میں جہاں تخت رب العالمین بچھایا گیا ہے حاضر ہونا پڑیگا ایسا خیال تو سراسر
جسمانی اور یہودیت کی سرشت سے نکلا ہوا ہے اور حق یہی ہے کہ عدالت
کے دن پر ہم ایمان لاتے ہیں اور تخت رب العالمین کے قائل ہیں لیکن جسمانی طور
پر اُس کا خاکہ نہیں کھینچتے اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ اللہ اور رسول
نے فرمایا ہے وہ سب کچھ ہوگا لیکن ایسے پاک طور پر کہ خدائے تعالیٰ کے
تقدس اور تنزہ میں کوئی فرق نہ ہو۔ حق یہ ہے کہ اُس دن بھی بہشتی بہشت میں ہونگے
اور دوزخی دوزخ میں لیکن رحم الٰہی کی تجلی راست بازوں اور ایمان داروں پر
ایک جدید طور سے لذات کاملہ کی بارش کرکے اور تمام سامان بہشتی زندگی کا حسی اور
جسمانی طور پر ان کو دکھا کر اُس نئے طور پر کے دارالسلام میں اُن کو داخل کردیگی۔

حاصل اسکا یہ ہوا کہ نہ نفخ صور ہوگا نہ مُردے زندہ ہونگے نہ حساب و کتاب ہے
نہ صحائف اعمال کی جانچ نہ پل صراط کا معرکہ درپیش ہے نہ کسی قسم کی پریشانی اس روز
ہوگی نہ کسی کی شفاعت کی ضرورت ہے اور ہزارہا آیات و احادیث و آثار میں
جن چیزوں کا ذکر بڑے اہتمام سے خدا و رسول نے کیا ہے سبحان اللہ بے اصل ہے
خالص ایمان اسے کہتے ہیں کہ فقط ایمان ہی ایمان ہے جو اُس آمیزش
و اختلاط سے بھی منزہ ہے جو مومن بہ کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ سے
ہوا کرتا ہے۔ اگر مرزا صاحب یہ فرما دیتے کہ ایسی باتیں ہماری سمجھ میں

Marfat.com

نہیں آتیں اس وجہ سے ہم اُن پر ایمان نہ لائینگے تو مسلمانوں کو بے فکری ہو جاتی اور سمجھ جاتے کہ فی الحقیقت قیامت کا مسئلہ ایسا ہی ہے کہ ہر شخص کی سمجھ سے باہر ہے۔ نزول قرآن کے وقت جب عقلاً اُسکو تسلیم نہ کر سکے تو تیرا سو برس کے بعد مرزا صاحب کا تسلیم نہ کرنا چنداں بعید نہیں مگر افسوس ہے کہ انہوں نے ایمان کا جھگڑا لگا رکھا۔ مرزا صاحب تخت رب العالمین پر ایمان تو لاتے ہیں مگر لکڑی وغیرہ کے تخت پر نہیں لاتے کیونکہ جب جنت کے باہر لق و دق جنگل میں وہ تخت آئیگا تو لکڑی وغیرہ کا ہو جائیگا جو اس قابل نہیں کہ اُس پر ایمان لایا جائے۔ البتہ جب وہ جنت میں پہنچیگا تو ایمان لانے کے قابل ہوگا اس لئے کہ نہ وہ لکڑی کا ہوگا نہ کسی چیز کا۔ اب یہ بات غور طلب ہے کہ وہ تخت کیسا ہوگا کہ تخت تو ہوگا مگر کسی چیز کا نہ ہوگا۔ پھر اگر ایسا تخت ہو سکتا ہے تو جنت کے باہر آنے سے اُس کو کون چیز مانع ہے بہر حال مرزا صاحب کو اگر قرآن پر ایمان لانا منظور ہوتا تو جس قسم کا تخت جنت میں تجویز کر رہے ہیں جنت کے باہر بھی تجویز کر سکتے مگر اُن کو قیامت کا انکار ہی منظور ہے اس لئے اُس کی یہ تمہید کی کہ جب تخت رب العالمین آ ہی نہیں سکتا تو قیامت کے دوسرے واقعات جو اُس روز حق تعالےٰ کے روبرو ہونگے کہاں اس وجہ سے جتنے آیات واحادیث قیامت کے باب میں وارد ہیں نعوذ باللہ سب خلاف واقع ہیں یہاں مرزا صاحب کی اس تقریر کو بھی یاد کر لیجئے کہ قرآن کا ایک نقطہ کم نہیں ہو سکتا۔

اب ہم محشر کا تھوڑا سا حال بیان کرتے ہیں تاکہ اہل ایمان کو اُس کا تذکرہ ہو جائے اور معلوم ہو کہ حشر کا مسئلہ ہمارے دین میں کس قدر مہتم بالشان ہے۔ امام سیوطی رح

Marfat.com

در منثور میں لکھتے ہیں اخرج احمد والترمذی وابن منذر والحاکم وصححہ وابن مردویہ

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان ینظر الی یوم القیٰمۃ کانہ

رای عین فلیقرأ اذا الشمس کورت واذا السماء انفطرت واذا السماء انشقت یعنی فرمایا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کوئی چاہے کہ قیامت کا حال برای العین مشاہدہ کرلے

تو سورۂ اذا الشمس کورت اور اذا السماء انفطرت واذا السماء انشقت کو پڑھے

ان سوروں میں مجملاً قیامت کا بیان ہے کہ اُس روز آسمان پھٹ جائینگے آفتاب

اور تمام تارے تیرہ وتار ہوکر گر جائینگے سمندر خشک ہوجائینگے دوزخ خوب سلگائی

جائیگی مُردے زندہ ہونگے نامۂ اعمال ہرایک کے اُڑ اُڑکر اُس کے ہاتھ میں

آجائینگے۔ چونکہ حشر زمین پر ہوگا اس لئے اُس کی درستی اور صفائی کا یہ اہتمام

اُس روز ہوگا کہ جتنے سمندر اور دریائیں ہیں سب خشک کرکے اور پہاڑوں اور

جھاڑوں کو نکال ڈالکر زمین کی وسعت بڑھادی جائے گی اور ایسی مسطح بنادی جائیگی

کہ کہیں نشیب وفراز باقی نہ رہے اور چونکہ تمام فرشتے بھی زمین پر اُتر آئینگے

اس لئے وہ اور بھی کشادہ کی جائیگی جس میں تمام خلائق کی گنجائش ہو ان تمام

امور کا ذکر بالتفصیل قرآن شریف میں موجود ہے چند آیات یہاں لکھی جاتی ہیں۔

حق تعالےٰ فرماتا ہے ویسئلونک عن الجبال فقل ینسفھا ربی نسفا فیذرھا قاعاً صفصفا

لاتری فیہا عوجا ولا امتا یومئذٍ یتبعون الداعی لا عوج لہ وخشعت الاصوات للرحمٰن

فلاتسمع الا ہمساً ترجمہ پوچھتے ہیں تم سے پہاڑوں کا حال سو کہو اُن سے بکھر دیگا

اُن کو میرا رب اُڑا کر پھر کر دیگا زمین کو پٹپڑا میدان نہ دیکھوگے اُس میں موڑ نہ ٹیلا

اُس دن پیچھے دوڑینگے پکارنے والے کے ٹیڑھی نہیں جس کی بات

Marfat.com

اور دب گئیں آوازیں رحمٰن کے ڈر سے۔ مگر کسی آواز اس آیت میں صراحۃً مذکور ہے کہ پہاڑ زمین سے نکال دئے جائینگے اور زمین مسطح بنا دی جائے گی۔

اور ارشاد ہے قولہ تعالےٰ ویوم نسیّر الجبال وتری الارض بارزۃ وحشرنا ہم فلم نغادر منہم احداً وعرضوا علی ربک صفا لقد جئتمونا کما خلقنٰکم اول مرۃ بل زعمتم ان لن نجعل لکم موعداً۔ ترجمہ اور جس دن ہم چلا وینگے پہاڑ اور تم دیکھو گے زمین کھل گئی اور جمع کرینگے ہم ان کو پھر نہ چھوڑیں اُن میں سے ایک کو اور سامنے لائے جائینگے تمہارے رب کے قطار کرکے آپہنچے تم ہمارے پاس جیسا ہم نے بنایا تھا تم کو پہلے بار بلکہ تم کہا کرتے تھے کہ نہ ٹھیرائینگے ہم تمہارا کوئی وعدہ انتہیٰ۔

اس آیت میں صاف مذکور ہے کہ اُس مسطح اور ہموار زمین پر سب لوگ اکھٹے کئے جائینگے اور وہ حق تعالےٰ کے روبرو حاضر ہونگے اور منکرین حشر کو زجر و توبیخ ہوگی

وقولہ تعالےٰ واذا البحار سجرت بخاری شریف میں ہے قال الحسن سجرت ذہب ماؤہا فلا یبقیٰ قطرۃ یعنی اُس روز سمندر ایسے سوکھ جائینگے کہ اُن میں ایک قطرہ باقی نرہیگا

امام سیوطی رح نے بدور سافرہ فی احوال الآخرہ میں لکھا ہے عن ابن عباس رض فی قولہ تعالےٰ یوم تبدل الارض غیر الارض الآیہ قال یزاد فیہا وینقص منہا ویذہب آکامہا وجبالہا واودیتہا وشجرہا وما فیہا وتمد مد الادیم الحدیث یعنی حق تعالےٰ جو فرماتا ہے یوم تبدل الارض اُس کی تفسیر میں ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ زمین میں کمی و زیادتی ہو جائیگی ٹیلے پہاڑ وادیاں جھاڑ اور جو کچھ اُس میں ہے یہ سب چیزیں نکال دی جائینگی تاکہ ایک سطح ہو جائے پھر کھینچ کر مثل ادیم کے کشادہ کیجائیگی چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے واذا الارض مدت۔ الحاصل زمین جب مسطح اور ایسی

Marfat.com

وسیع کر دی جائیگی کہ تمام جن وانس وملائکہ وغیرہم کی اُس میں گنجائش ہو اُس وقت تمام مُردوں کو حکم ہو گا کہ سب زندہ ہو کر میدان حشر میں آکھڑے ہوں کما قال تعالیٰ ثم نفخ فیہ اخریٰ فاذا ہم قیام ینظرون یعنی دوسرے بار صور پھونکا جائیگا جس سے سب مُردے فوراً اُٹھ کھڑے ہو جائینگے اور دیکھنے لگینگے وقال تعالیٰ یقولون ائنا لمردودون فی الحافرۃ ءاذا کنا عظاما نخرۃ قالوا تلک اذاً کرۃ خاسرۃ فانما ہی زجرۃ واحدۃ فاذا ہم بالساہرۃ ترجمہ کہتے ہیں کفار کیا ہم آوینگے اُلٹے پاؤں یعنی زمین پر جب ہو چکیں بوسیدہ ہڈیاں یہ تو پھر آنا ٹوٹا ہے۔ پھر وہ تو ایک جھڑکی ہے جس سے یکایک میدان میں آجائینگے انتہیٰ **حاصل** یہ کہ کفار قیامت کی نسبت بہت باتیں بناتے اور استبعاد ظاہر کیا کرتے تھے کہ یہ کیسا اور وہ کیونکر ہو گا ارشاد ہوا یہ وہ کچھ نہیں ایک جھڑکی کے ساتھ سب زمین پر آرہینگے۔ امام سیوطی رحمہ نے بالساہرہ کی تفسیر میں لکھا ہے عن الضحاک کانوا فی بطن الارض ثم صاروا علیٰ ظہرہا یعنی سب مُردے زمین کے اندر سے نکل کر اوپر آجائینگے دیکھ لیجئے ان آیات سے مُردوں کا قبروں سے نکلنا اور حق تعالےٰ کے روبرو حاضر ہونا کس قدر ظاہر و واضح ہے۔

مرزا صاحب جو ازالۃ الاوہام میں بار بار لکھتے ہیں کہ یحمل النصوص علی الظواہر سو ان نصوص کو ظاہر پر حمل کرنے سے کون چیز مانع ہے۔ اگر فرمادیں کہ عقل مانع ہے تو کفار بھی یہی کہکر کھلے طور پر ایمان لانے سے منکر ہو گئے تھے۔ پھر ایمان کے دعوے کی کیا ضرورت یہ تو منافقوں کی عادت تھی کہ دل میں تو ایمان نہیں مگر کہتے ضرور تھے کہ ہم مومن ہیں۔ اور جب عقل کو اس قدر غلبہ دیا جاتا ہے کہ خدا کا کلام بھی اُس کے مقابلہ میں ہیچ ہے تو براہین احمدیہ میں کیوں فرمایا تھا کہ عقل مغیبات کے دریافت کا آلہ نہیں بن سکتی

Marfat.com

اور عقل خدا کی حکمتوں کا پیمانہ نہیں بن سکتی۔ اس سے تو ظاہر ہے کہ اس وقت صرف مسلمانوں کو دھوکا دینا منظور تھا۔ یہ تو زمین کا حال تھا اب آسمانوں کا حال سنئے کہ اُس روز کیا ہوگا حق تعالےٰ فرماتا ہے اذا السماء انفطرت۔ اذا السماء انشقت واذا السماء کشطت یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب یعنی آسمان چر جائینگے پھٹ جائینگے ان کا پوست کھینچا جائیگا لپیٹ دئے جائینگے جیسے طومار میں کاغذ لپیٹا جاتا ہے اور تاروں کی نسبت ارشاد ہے اذا الشمس کورت واذا النجوم انکدرت واذا الکواکب انتثرت یعنی آفتاب اور تارے تیرہ و تار ہوکر جھڑ جائینگے اس سے ظاہر ہے کہ آسمانی نظم ونسق درہم وبرہم ہوکر وہ کارخانہ ہی سطے کر دیا جائیگا اور کل ساکنین فلک کا مجمع زمین پر ہو جائیگا کما قال تعالیٰ کلا اذا دکت الارض دکا دکا وجاء ربک والملک صفا صفا وجیٔ یومئذ بجہنم یومئذ یتذکر الانسان وانی لہ الذکری یقول یالیتنی قدمت لحیاتی فیومئذ لایعذب عذابہ احد ولا یوثق وثاقہ احد یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ترجمہ جب پست کرے زمین کو کوٹ کوٹ اور آوے تمہارا رب اور فرشتے آویں قطار قطار اور لائی جاوے اُس دن دوزخ یاد کریگا اُس روز انسان اور کہاں ہے اُس دن سوچنا کہیگا کاش میں کچھ آگے بھیجتا اپنی زندگی میں اور عذاب نہ کرے اُس عذاب کے مانند کوئی اور باندھ نہ رکھے اسکا سا باندھنا کوئی کہا جائیگا مسلمانوں کی روح کو اے نفس مطمئنہ پھر چل اپنے رب کی طرف تو اُس سے راضی اور وہ تجھسے راضی داخل ہو جا میرے خاص بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں انتہی۔

حاصل یہ کہ تمام آسمانوں کے فرشتے زمین پر اتر آئینگے اور ہر ہر آسمان کے فرشتے

Marfat.com

ایک ایک جدا صف باندھکر کھڑے ہو جائینگے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے
اُس وقت مسلمانوں کو جنت میں داخل ہونے کا حکم ہوگا۔ آیۂ موصوفہ وجاء ربک
سے اگرچہ صاف طور پر ظاہر ہے کہ حق تعالے کا عرش زمین کی جانب نزول
فرمائیگا مگر چونکہ ہمارے اذہان اس قسم کے الفاظ سے اسی معنی کی طرف منتقل ہوتے
ہیں جو ہماری بول چال میں جسمانیات سے متعلق ہیں اور حقیقت مجئی جو لائق شان
کبریائی ہے سمجھ میں نہیں آسکتی اس لئے اس مقام میں یہ تاویل کی جاتی ہے کہ
حق تعالے اُس روز خاص طور پر کسی قسم کی تجلی فرمادیگا اور ارشاد ہے ویحمل عرش ربک
فوقھم یومئذ ثمانیۃ یعنی تمہارے رب کے عرش کو اُس روز آٹھ فرشتے اُٹھا دینگے
امام سیوطی رح نے درمنثور میں لکھا ہے عن ابن زید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم یحملہ الیوم اربعۃ ویوم القیامۃ ثمانیۃ یعنی آج عرش کو چار فرشتے اُٹھائے ہوئے ہیں
اور قیامت کے روز آٹھ فرشتے اٹھائینگے۔ اور اس وجہ سے کہ آفتاب چاند اور تارے
ٹوٹ پھوٹ جائینگے زمین پر سوائے خدائے تعالےٰ کے نور کے کوئی نور نہ ہوگا
کما قال تعالےٰ واشرقت الارض بنور ربہا یعنی روشن ہو جائیگی زمین اپنے رب کے
نور سے اور ظاہری قربت کی یہ حالت ہوگی کہ ہر شخص کو دولت ہمکلامی نصیب ہوگی چنانچہ
بخاری شریف میں ہے عن عدی ابن حاتم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما منکم من
احد الا سیکلمہ اللہ یوم القیامۃ لیس بینہ وبینہ ترجمان الحدیث یعنی تم میں سے ہر شخص کے ساتھ
حق تعالےٰ ایسے طور پر کلام کریگا کہ کوئی ترجمان درمیان میں نہ ہوگا۔ علامۂ زمخشری نے
کشاف میں لکھا ہے کہ محشر کا روز جو پچاس ہزار سال کا ہوگا اُس میں پچاس مواطن
ومقامات ہونگے ایک ایک مقام میں ہزار ہزار سال لوگ ٹھیرے رہینگے

Marfat.com

ہر مقام کے حالات و لوازم جداگانہ ہیں جو آیات و احادیث سے ثابت ہیں
اگر وہ تمام ایک جگہ جمع کئے جائیں تو ایک بڑی کتاب ہو جائے چنانچہ امام سیوطیؒ
نے بدور السافرہ فی احوال الآخرہ میں یہی کام کیا ہے اور اس باب میں اور بھی
کتابیں موجود ہیں طالبین حق کو ضرور ہے کہ اُن کتابوں کو جو چھپ گئی ہیں دیکھکر
اپنے اسلامی عقاید کو مستحکم کرلیں کیونکہ علمانے اپنی عمر عزیز کا ایک بیش بہا حصہ
صرف کر کے مختلف مقامات سے آیات و حدیث کو جمع کرنے کی محنت اور تحقیق
کی مشقت جو گوارا کی ہے اُس سے صرف ہماری خیر خواہی مقصود تھی اگر ہم اپنا
تھوڑا سا وقت وہ بھی اپنے ہی نفع کے لئے صرف کر کے اُس کو دیکھیں بھی
نہیں تو کمال درجہ کی بے قدری ہے غرض آیات واحادیث تو اس باب میں بہت
ہیں مگر تھوڑے سے یہاں بقدر ضرورت لکھی جاتی ہیں۔ بخاری شریف میں ہے

عن ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم یقوم الناس لرب العالمین قال یوم
احدہم فی رشحہ الی انصاف اذنیہ یعنی لوگ جو خدائے تعالےٰ کے روبرو کھڑے
ہونگے اُن میں بعضوں کا یہ حال ہوگا کہ آدھے آدھے کانوں تک پسینہ میں ڈوبے
ہوئے ہونگے اور یہ روایت بھی بخاری شریف میں ہے عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یعرق الناس یوم القیمۃ حتے یذہب عرقہم
الی الارض سبعین ذراعاً ویلجمہم حتے یبلغ آذانہم یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ لوگوں کا پسینہ قیامت کے روز اس قدر ہوگا کہ ستّر ہاتھ زمین کے
اندر اتر جائیگا اور پسینہ کی وجہ اس حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے جس کو
امام احمد اور طبرانی نے روایت کی ہے عن ابی امامۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

تدنو الشمس یوم القیٰمۃ علی قدر میل ویزداد فی حرہا کذا وکذا یغلی منہ الہوام کما تغلی القدور

علی الاثافی یعرقون منہا علی قدر خطایاہم ومنہم من یبلغ الی کعبیہ ومنہم من یبلغ الی ساقیہ

ومنہم من یبلغ الی وسطہ ومنہم من یلجمہ العرق یعنی قیامت کے روز آفتاب زمین سے ایک میل کے فاصلہ پر آجائیگا اور اُس کی گرمی اس قدر بڑھ جائیگی کہ حشرات الارض ایسے جوش کھائینگے جیسے دیگ چولھے پر جوش کھاتی ہے لوگوں پر اس کا اثر بقدر گناہ ہوگا بعضوں کو پسینہ ٹخنہ تک پہنچیگا اور بعضوں کو کمر اور بعضوں کو منہ تک پہنچیگا۔ جن کو خدائے تعالیٰ کی قدرت پر ایمان نہیں اس قسم کی باتوں پر وہ ایمان نہیں لاسکتے اور وجہ اُس کی سوائے شقاوت کے اور کوئی نہیں ورنہ یہ امر مشاہد ہے کہ سخت دھوپ میں گرم مزاج لوگ ہلاک ہوجاتے ہیں اور جن کی طبیعت پر برودت غالب ہوتی ہے وہ اس سے انتفاع اور لذت اُٹھاتے ہیں اگرچہ ظاہری اسباب اس کے حرارت وبرودت مزاج ہیں مگر آخری مدار اُن کا تخلیق خالق ہی پر ہوگا پھر اگر خالق اس روز بحسب اعمال پسینہ کی تخلیق مختلف طور پر کرے تو عقل کو اُس میں کیا کلام اُس روز کی حالت کو حق تعالیٰ چند مختصر مگر نہایت پر اثر الفاظ میں بیان فرماتا ہے

یوم یفر المرأ من اخیہ وامہ وابیہ وصاحبتہ وبنیہ لکل امرئ منہم یومئذ شان یغنیہ

ترجمہ جس دن بھاگے مرد اپنے بھائی سے اور اپنے ماں باپ سے اور اپنی زوجہ سے اور اپنے بیٹوں سے ہر شخص کو اُس روز ایک فکر لگا ہے جو اُس کو بس ہے ہر صاحب عقل سلیم اور تخیل صحیح غور کرسکتا ہے کہ اُس روز کیسی حالت ہوگی جس کے یہ آثار ہونگے۔ بخاری مسلم ترمذی وغیرہ میں یہ روایت ہے عن ابی ہریرۃؓ

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا سید الناس یوم القیٰمۃ وہل تدرون مم ذلک

Marfat.com

یجمع اللہ الاولین والآخرین فی صعید واحد یسمعہم الداعی وینفذہم البصر وتدنو الشمس منہم
فیبلغ الناس من الغم والکرب مالا یطیقون ولا یحتملون فیقول بعض الناس لبعض الا ترون
ما قد بلغکم الا تنظرون من یشفع لکم الی ربکم فیقول بعض الناس لبعض ائتوا آدم فیاتون آدم فیقولون
یا آدم انت ابونا انت ابو البشر خلقک اللہ بیدہ ونفخ فیک من روحہ وامر الملئکۃ فسجدوا لک
اشفع لنا الی ربک الا تری الی ما نحن فیہ الا تری الی ما قد بلغنا فیقول لہم آدم ان ربی قد غضب الیوم
غضبا لم یغضب قبلہ مثلہ ولن یغضب بعدہ مثلہ وانہ نہانی عن الشجرۃ فعصیتہ نفسی نفسی
نفسی اذہبوا الی غیری اذہبوا الی نوح فیاتون نوحاً فیقولون یا نوح انت اول الرسل
الی اہل الارض وسماک اللہ عبداً شکوراً اشفع لنا الی ربک الا تری ما نحن فیہ الا تری الی
ما قد بلغنا فیقول لہم نوح ان ربی قد غضب الیوم غضبا لم یغضب قبلہ مثلہ ولن یغضب
بعدہ مثلہ وانہ قد کانت لی دعوۃ دعوت بہا علی قومی نفسی نفسی نفسی اذہبوا الی غیری اذہبوا
الی ابراہیم فیاتون ابراہیم فیقولون یا ابراہیم انت نبی اللہ وخلیل اللہ من اہل الارض
اشفع لنا الی ربک الا تری ما نحن فیہ الا تری ما قد بلغنا فیقول لہم ابراہیم ان ربی تعالی
قد غضب الیوم غضبا لم یغضب قبلہ مثلہ ولن یغضب بعدہ مثلہ وانی قد کنت کذبت
ثلث کذبات نفسی نفسی اذہبوا الی غیری اذہبوا الی موسیٰ فیاتون موسیٰ فیقولون
یا موسیٰ انت رسول اللہ فضّلک اللہ برسالاتہ وبتکلیمہ علی الناس اشفع لنا الی ربک
الا تری الی ما نحن فیہ الا تری الی ما قد بلغنا فیقول لہم موسیٰ ان ربی قد غضب الیوم
غضبا لم یغضب قبلہ مثلہ ولن یغضب بعدہ مثلہ وانی قد قتلت نفسا لم اؤمر بقتلہا
نفسی نفسی اذہبوا الی غیری اذہبوا الی عیسیٰ فیاتون عیسیٰ فیقولون یا عیسیٰ
انت رسول اللہ وکلمۃ القاہا الی مریم وروح منہ وکلمت الناس فی المہد اشفع لنا الی

Marfat.com

ربک الا تری ما نحن فیہ الا تری ما قد بلغنا فیقول لہم عیسٰی ان ربی قد غضب الیوم
غضبا لم یغضب قبلہ مثلہ ولن یغضب بعدہ مثلہ نفسی نفسی نفسی اذہبوا الی غیری
اذہبوا الی محمد فیاتون محمدا فیقولون یا محمد انت رسول اللہ وخاتم الانبیاء وغفر اللہ لک
ما تقدم من ذنبک وما تاخر اشفع لنا الی ربک الا تری الی ما نحن فیہ الا تری الی ما قد بلغنا
فانطلق فآتی تحت العرش فاقع ساجدا لربی ثم یفتح اللہ علی ویلہمنی من محامدہ وحسن الثناء
علیہ شیئا لم یفتح لاحد قبلی ثم یقال یا محمد ارفع راسک سل تعطہ واشفع تشفع فارفع
راسی فاقول یارب امتی امتی فیقال یا محمد ادخل الجنۃ من امتک من لا حساب
علیہ من الباب الایمن من ابواب الجنۃ وہم شرکاء الناس فیما سوی ذلک من الابواب
والذی نفسی بیدہ ان ما بین المصراعین من مصاریع الجنۃ کما بین مکۃ وہجر او کما بین مکۃ
وبصریٰ کذا فی کنز العمال یعنی بخاری مسلم وغیرہ میں روایت ہے ابی ہریرہ رضؓ سے
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے روز میں تمام آدمیوں کا سردار
ہونگا جانتے ہو اس کی کیا وجہ ہے۔ خدائے تعالیٰ تمام اولین و آخرین کو ایک
ایسی زمین میں جمع کریگا کہ پکارنے والے کی آواز سب سن لینگے اور دیکھنے والا
سب کو دیکھ لے اور آفتاب نہایت نزدیک آجائیگا جس سے لوگوں کو اس قدر
غم اور سختی ہوگی کہ برداشت کی طاقت نہ رہے گی اُس وقت لوگ آپس میں ایک
دوسرے سے کہینگے کیا دیکھتے نہیں کیسی حالت گذر رہی ہے کسی ایسے شخص کی
تلاش کرنے کی ضرورت ہے کہ خدائے تعالےٰ سے ہماری شفاعت کرے اور اس
بلا سے ہمیں نجات دے آخر یہ رائے قرار پائیگی کہ آدم علیہ السلام کے پاس جائیں چنانچہ
ان کے پاس جاکر کہینگے حضرت آپ ہمارے اور تمام بشر کے باپ ہو حق تعالیٰ نے

Marfat.com

آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور آپ میں اپنی روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم کیا کہ آپ کو سجدہ کریں۔ اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ کس حالت میں ہم لوگ مبتلا ہیں۔ آدم علیہ السلام کہینگے کہ آج خدائے تعالیٰ ایسا غضبناک ہے کہ ایسا نہ کبھی پیشتر ہوا تھا نہ آئندہ کبھی ہو گا مجھکو اس جھاڑ کے پاس جانے سے منع فرمایا تھا مگر مجھ سے نافرمانی ہوگئی آج مجھے اپنے ہی نفس کی فکر ہے تم لوگ اور کسی کے پاس جاؤ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ تو اچھا ہے وہ سب نوح علیہ السلام کے پاس جائینگے اور کہینگے کہ آپ پہلے رسول ہیں جو اہل زمین کی طرف بھیجے گئے تھے آپکا نام اللہ تعالیٰ نے عبد شکور رکھا اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے کہ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کس حالت میں مبتلا ہیں نوح علیہ السلام کہینگے کہ خدائے تعالیٰ آج ایسا غضبناک ہے کہ نہ کبھی ہوا تھا نہ کبھی ہو گا میرے لئے ایک دعا مقرر تھی جو رد نہ ہو سو وہ دعا میں نے اپنی قوم کے ہلاک کیلئے کی آج مجھے اپنے ہی نفس کی فکر ہے تم اور کہیں جاؤ اگر ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ تو اچھا ہے وہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہونگے اور عرض کرینگے کہ حضرت آپ نبی اللہ اور خلیل اللہ ہیں اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ہم کیسی حالت میں مبتلا ہیں وہ بھی فرمائینگے کہ جیسے آج حق تعالیٰ غضب کی حالت میں ہے نہ ویسا کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہو گا میں نے تین جھوٹ کہے تھے اس لئے مجھے آج اپنے ہی نفس کی فکر ہے کسی اور کے پاس جاؤ اگر موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ تو اچھا ہے وہ سب موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاکر کہینگے اے موسیٰ آپ اللہ کے رسول ہو اور اللہ تعالیٰ نے آپکو اپنی رسالتوں اور کلام سے سب پر بزرگی دی کیا ہماری حالت آپ نہیں دیکھتے

Marfat.com

رحم کیجئے اور اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے وہ بھی فرمائیں گے کہ خدائے تعالے ایسے آج غضبناک ہے نہ کبھی ہوا نہ ہوگا میں نے ایک شخص کو بغیر حکم کے مار ڈالا تھا مجھے آج اپنے ہی نفس کی پڑی ہے تم اور کہیں جاؤ اگر عیسے کے پاس جاؤ تو اچھا ہے وہ سب عیسےؑ کے پاس جا کر کہینگے حضرت آپ اللہ کے رسول اور اُس کے کلمہ ہو جو مریم کی طرف ڈالا تھا اور روح اللہ ہو گہوارہ میں آپ نے لوگوں سے باتیں کی تھیں ہماری حالت پر رحم کرکے اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے وہ بھی یہی کہینگے جیسے آج حق تعالے غضب کی حالت میں ہے نہ ویسا کبھی ہوا تھا نہ ہوگا آج مجھے اپنے ہی نفس کی فکر ہے تم اور کہیں جاؤ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ تو اچھا ہے وہ سب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونگے اور عرض کرینگے کہ حضرت آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیا ہیں اور خدا تعالیٰ نے اگلے پچھلے گناہ آپ کے سب معاف کر دئے دیکھئے کہ ہم کس حالت میں مبتلا ہیں ہماری شفاعت اپنے رب سے کیجئے اس وقت میں عرش کے نیچے جا کر سجدہ میں گرونگا اور محامد وثنائے الٰہی کے وہ الہامی مضامین میرے دل پر منکشف ہونگے جو کسی پر کبھی ہوئے نہ تھے حکم ہوگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سر اُٹھاؤ جو تم چاہو گے وہ دیا جائیگا اور شفاعت کرو گے تو قبول کی جائیگی اُس وقت میں سر اُٹھاؤنگا اور عرض کرونگا اے رب امتی امتی یعنی میری امت کو نجات دے ارشاد ہوگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت سے اُن لوگوں کو جن پر حساب وکتاب نہیں ہے جنت کی سیدھی جانب کے دروازے سے جنت میں داخل کردو اور اُس کے سوا دوسرے دروازوں سے بھی وہ جاسکتے ہیں۔ قسم ہے خدائے تعالیٰ کی جنت کے دروازوں کی مسافت ایک پٹ

Marfat.com

سے دوسرے کنارے تک اتنی ہے جتنی مکہ سے ہجر کی یا مکہ سے بصری کی انتہی۔
یہ حدیث بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکور ہے جس کی صحت میں کوئی کلام نہیں اس سے ثابت ہے کہ قیامت کے روز تمام انبیائے اولوالعزم اپنی اپنی لغزشیں یاد کرکے خائف و ترساں رہینگے۔ اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ خدا نے اُن کو اگلے پچھلے گناہ معاف کرکے بے فکر کر دیا اور اب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ میں ہیں۔ کیا فی الواقع ایسا الہام کرکے خدائے تعالےٰ اُن کو تمام انبیا سے افضل بنا دیا ہوگا میری دانست میں کوئی مسلمان اس کا قائل نہ ہوگا کہ وہ تمام انبیا سے افضل اور بارگاہ کبریائی میں سب سے زیادہ مقرب ہیں۔ بات یہ ہے کہ ایسے الہاموں میں اکثر شیطان دھوکا دیدیا کرتا ہے اور آدمی کو اپنی فضیلت کی خوشی میں کچھ نہیں سوجتا اور سمجھ جاتا ہے کہ سچ مچ خدا ہی کی طرف سے وہ الہام ہے۔ یہ حکایت مشہور ہے کہ کسی زاہد پر شیطان نے وحی کی (بمصداق یوحی بعضہم الی بعض زخرف القول غرورا) کہ میں جبرئیل ہوں اور آپ کے لئے براق لے آیا ہوں چلئے آج آپ کی معراج ہے مگر آنکھوں کو پہلے پٹی باندھ لیجئے چنانچہ اُنہوں نے اس خوشی میں کہ آج اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رتبہ ہوتے ہیں آنکھوں کو پٹی باندھ خدا کا شکر کرتے ہوئے براق پر سوار ہوئے جو در اصل گدھا تھا شیطان نے رسوائی کی غرض سے تمام شہر میں اُن کی تشہیر کرکے کسی ویرانہ میں لیجا کر چھوڑ دیا۔ الغرض شیطان آدمی کا سخت دشمن ہے اقسام کی تدبیریں کرکے رسوا بلکہ خسر الدنیا والآخرہ بنا دیتا ہے۔

یہ بحث عارضی تھی اصل کلام روز قیامت کے احوال میں تھا بخاری شریف میں ہے عن

ابن عباسؓ قال خطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انکم محشورون الی اللہ عز و جل

Marfat.com

عراۃ غرلا کما بدأنا اول خلق نعیدہ وعداً علینا انا کنا فاعلین ثم اول من یکسی یوم القیمۃ ابراہیم الا یجاء برجال من امتی فیؤخذ بہم ذات الشمال فاقول اصحابی فیقال لاتدری ما احدثوا بعدک بخاری صفحہ (۶۹۳) یعنی ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا کہ تم لوگوں کا حشر اللہ تعالے کے روبرو ایسے طور پر ہوگا کہ سب برہنہ اور بے ختنہ ہونگے جیساکہ حق تعالے فرماتا ہے کما بدأنا اول خلق الآیۃ یعنی جیسے اول خلقت میں ہمنے اُن کو پیدا کیا تھا اسی طرح اُن کو دوبارا پیدا کرینگے یہ وعدہ ہمارے ذمہ ہے جس کو ہم پورا کرنے والے ہیں۔ پھر قیامت کے روز پہلے ابراہیم علیہ السلام لباس پہنائے جائینگے۔ میری امت سے چند شخصوں کو بائیں طرف یعنی دوزخ کی جانب لیجائینگے میں کہونگا کہ یہ تو میرے اصحاب یعنی امتی ہیں۔ کہا جائیگا کہ آپ کو معلوم نہیں انہوں نے آپ کے بعد کیسی کیسی نئی باتیں نکالی تھیں انتہی اور بخاری شریف میں ہے عن انسؓ ان رجلا قال یا نبی اللہ یحشر الکافر علی وجہہ یوم القیمۃ قال الیس الذی امشاہ علی الرجلین فی الدنیا قادراً علی ان یمشیہ علی وجہہ یوم القیمۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کیا کافر حشر کے دن منہ کے بل چلیگا فرمایا جس نے دنیا میں اُس کو پاؤں پر چلایا تھا کیا اس بات پر قادر نہیں کہ قیامت میں اُس کو منہ پر چلائے انتہی۔ ان احادیث اور آیۂ موصوفہ سے ظاہر ہے کہ قیامت میں پورا جسمانی کارخانہ قائم ہوجائیگا کیونکہ قبروں سے بے ختنہ اور برہنہ اُٹھنا اور منہ کے بل چلنا اور پسینہ جاری ہونا وغیرہ امور اُس پر دلیل قطعی ہیں اب اگر مرزا صاحب کو خدا و رسول کی بات ماننے میں یہودیت کا خوف ہے تو وہ یہودیت سے بھی بدتر ہے اس لئے کہ کل کفار کا یہی طریقہ رہا کہ خدا اور رسول کی بات پر کوئی نہ کوئی الزام قائم کردیا کرتے تھے

Marfat.com

اس کے بعد اعمال نامے ہر طرف سے اُڑیں گے اور ہر ایک کے ہاتھ میں آجاوینگے
چنانچہ حق تعالےٰ فرماتا ہے واذا الصحف نشرت و قولہ تعالےٰ یومئذٍ تعرضون
لاتخفی منکم خافیہ فاما من اوتی کتابہ بیمینہ فیقول ھاؤم اقرؤا کتابیہ انی ظننت انی
ملٰق حسابیہ فھو فی عیشۃ راضیۃ فی جنۃ عالیۃ قطوفھا دانیۃ کلوا واشربوا ھنیئا
بما اسلفتم فی الایام الخالیۃ واما من اوتی کتابہ بشمالہ فیقول یالیتنی لم اوت کتابیہ
ولم ادر ما حسابیہ ڈ یالیتھا کانت القاضیۃ ط ما اغنی عنی مالیہ ہلک عنی سلطانیہ ط
خذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ ثم فی سلسلۃ ذرعھا سبعون ذراعا فاسلکوہ -
ترجمہ اُس دن سامنے جاؤ گے چھپ نہ رہے گا چھپنے والا سو جس کو ملا نامہ اعمال
سیدھے ہاتھ میں کہیگا لیجو پڑھو میرا نامہ مجھے اعتقاد تھا کہ مجھکو ملتا ہے میرا حساب
سو وہ پسندیدہ عیش میں رہے گا جنت میں جس کے میوے جھک رہے ہیں
کھاؤ خوشگوار جو آگے بھیجا تم نے پہلے دنوں میں اور جسکو ملا نامہ اعمال بائیں
ہاتھ میں کہیگا کاش مجھکو نہ ملتا میرا لکھا اور مجھکو خبر نہ ہوتی کہ کیا حساب ہے میرا
اے کاش موت ہی میرا کام آخر کر دیتی کچھ کام نہ آیا مجھکو میرا مال زائل ہو گئی
مجھسے حکومت کہا جائیگا کہ اُس کو پکڑو پھر طوق ڈالو پھر آگ کے ڈھیر میں اُسکو
بٹھاؤ پھر ایک زنجیر میں جس کا ناپ ستر گز ہے اُس کو جکڑو انتہےٰ -
اور حدیث میں ہے جسکو احمد عبد بن حمید اور ترمذی اور ابن ماجہ اور ابن ابی حاتم
اور ابن مردویہ نے روایت کی ہے عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یعرض الناس ثلث عرضات فاما عرضتان فجدال و معاذیر واما الثالثۃ فعند
ذالک تطائر الصحف فی الایدی فاخذ بیمینہ واخذ بشمالہ کذا فی الدر المنثور للامام السیوطیؒ

Marfat.com

یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اعمال تین بار پیش کئے جائینگے دوبار تو جھگڑے اور عذر خواہیاں رہینگی تیسرے بار اعمال نامے اڑ اڑ کر ہاتوں میں آجائینگے کسی کے داہنے ہاتھ میں اور کسی کے بائیں ہاتھ میں انتہی۔

اور اعمال کے تلنے کا بھی ایک بڑا معرکہ ہے حق تعالےٰ فرماتا ہے والوزن یومئذ الحق وقولہ تعالےٰ فمن ثقلت موازینہ فاولٰئک ہم المفلحون ومن خفت موازینہ فاولٰئک الذین خسروا انفسہم فی جہنم خالدون ترجمہ جن کے بھاری ہوئیں تولیں وہی رستگار ہونگے اور جن کی ہلکی ہوئیں تولیں وہی ہیں جو ہار بیٹھے ہیں جان دوزخ میں رہینگے اور ارشاد ہے قولہ تعالیٰ ونضع الموازین القسط لیوم القیٰمۃ فلا تظلم نفس شیئاً وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بہا وکفیٰ بنا حاسبین ترجمہ اور رکھینگے ہم ترازوئیں انصاف کی قیامت کے دن پھر ظلم نہ ہوگا کسی ایک شخص پر ایک ذرہ اور اگر ہوگا برابر رای کے دانہ کے وہ بھی ہم لے آئینگے اور ہم بس ہیں حساب کرنے والے انتہی

اور حق تعالےٰ فرماتا ہے حتیٰ اذا ما جاؤہا شہد علیہم سمعہم وابصارہم وجلودہم بما کانوا یعملون وقولہ تعالےٰ الیوم نختم علیٰ افواہہم وتکلمنا ایدیہم وتشہد ارجلہم بما کانوا یکسبون یعنی ان کے منہ پر اس روز مہر کردی جائیگی اور ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضا سے گواہی طلب کیجائیگی اور ہر عضو جو کچھ دنیا میں کام کیا تھا پورا پورا کہدیگا اور ارشاد ہے وان منکم الا واردہا کان علیٰ ربک حتماً مقضیاً ترجمہ اور کوئی نہیں تم میں جو نہ پہنچیگا دوزخ پر ہو چکا تمہارے رب پر ضرور مقرر انتہیٰ۔

اور امام سیوطی رہ نے درمنثور میں نقل کی ہے عن ابن مسعود رضہ فی قولہ وان منکم الا واردہا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرد الناس کلہم النار ثم یصدرون عنہا

Marfat.com

باعمالہم فاوّلہم کلمح البرق ثم کالریح کحضر الفرس ثم کالراکب فی رحلہ ثم کشد الرجل ثم کمشیہ
یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کل آدمی دوزخ پر آئینگے اور بقدر اعمال
اُس پر سے گذرینگے بعض برق کی طرح بعض ہوا کی بعض گھوڑے کے دوڑ کی
اور بعض اونٹ کے اور بعض آدمی کے دوڑنے اور چلنے کی طرح انتہٰی۔
اور بخاری شریف میں یہ روایت ہے عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ یوم القیٰمۃ یا آدم یقول لبیک ربنا وسعدیک فینادی
بصوت ان اللہ یامرک ان تخرج من ذریتک بعثا الی النار قال یارب وما
بعث النار قال من کل الف اراہ قال تسع مائۃ وتسعۃ وتسعین صفحہ (۳۶۹)
یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالےٰ قیامت کے روز فرماویگا یا
آدم وہ جواب میں عرض کرینگے لبیک ربنا وسعدیک پھر ندا ہو گی بلند آواز سے
کہ اللہ تعالےٰ تم کو حکم فرماتا ہے کہ اپنی اولاد سے دوزخ کا لشکر جدا کرو عرض کرینگے
کس قدر ارشاد ہو گا ہر ہزار سے ایک کم ہزار انتہٰی۔
پھر وہ مصیبت کا روز معمولی بھی نہ ہو گا کہ چار پہر کسی طرح گذر جائیں بلکہ ابتدائے تخلیق
سے قیامت تک جتنی عمر اس عالم دنیوی کی ہے وہ ایک روز درازی میں گویا
اُس تمام کے برابر اور ہم پہلو ہو گا چنانچہ حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ وہ پچاس
ہزار برس کا دن ہو گا کما قال تعالےٰ سال سائل بعذاب واقع للکافرین لیس لہ
دافع من اللہ ذی المعارج تعرج الملٰئکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین
الف سنۃ فاصبر صبراً جمیلا ترجمہ درخواست کرتا ہے درخواست کرنے والا اس
عذاب کی جو واقع ہونے والا ہے کافروں کے واسطے اللہ کی طرف سے جو

Marfat.com

مرتبوں والا ہے۔ چڑھینگے اُس کی طرف فرشتے اور روح اُس دن جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے سو صبر کرو اچھا صبر انتہیٰ۔

یعنی جتنے فرشتے دنیا میں مختلف کاموں پر مامور ہیں اس روز تمام آسمانوں پر چڑھ جائینگے غرض کہ قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہونا اور اس میں اقسام کے مصائب کا پیش آنا قرآن شریف کی بیسوں آیات اور صدہا احادیث سے ثابت ہے جس کو ذرا بھی ایمان ہو اس میں ہرگز شک نہیں کرسکتا اُس پر بھی جن لوگوں کو شک ہو حق تعالےٰ اُن کو عقلی طریقہ سے سمجھاتا ہے کما قال تعالیٰ یاایہا الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقناکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم من مضغۃ مخلقۃ وغیر مخلقۃ لنبین لکم ونقر فی الارحام مانشاء الی اجل مسمی ثم نخرجکم طفلا ثم لتبلغوا اشدکم ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علم شیئاً وتری الارض ہامدۃً فاذا انزلنا علیہا الماء اہتزت وربت وانبتت من کل زوج بہیج ذلک بان اللہ ہو الحق وانہ یحیی الموتی وانہ علی کل شئ قدیر وان الساعۃ آتیۃ لاریب فیہا وان اللہ یبعث من فی القبور ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولاہدیً ولاکتاب منیر ثانی عطفہ لیضل عن سبیل اللہ لہ فی الدنیا خزی ونذیقہ یوم القیٰمۃ عذاب الحریق ترجمہ اے لوگو اگر تم کو شک ہے جی اُٹھنے میں تو (دیکھو) کہ ہمنے تمکو بنایا مٹی سے پھر نطفہ سے پھر خون بستہ سے پھر مضغہ گوشت سے صورت بنی ہوئی اور نہ بنی ہوئی یہ اس واسطے کہ تم کو ظاہر طور پر معلوم کرادیں۔ اور ٹھیرا رکھتے ہیں ہم رحم میں جو کچھ چاہتے ہیں ایک میعاد مقرر تک پھر تم کو نکالتے ہیں لڑکا پھر جب تک پہنچو اپنی جوانی کے زور کو۔ اور بعضے

Marfat.com

تم میں سے مر جاتے ہیں اور بعضے پھیرے جاتے ہیں ارذل عمر تک تا سمجھ کے پیچھے کچھ نہ سمجھنے لگیں۔ اور تم دیکھتے ہو زمین خشک پر جہاں ہم نے اتارا اس پر پانی تازی ہوئی اور ابھری اور اُگائیں ہر قسم کی رونق کی چیزیں یہ اس واسطے کہ اللہ ہی ہے حق اور وہ جلاتا ہے مردے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اُس میں کچھ شک نہیں۔ اور یہ کہ اللہ اُٹھائیگا قبر میں پڑے ہوؤں کو۔ اور بعض لوگ ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ کے بات میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کتاب روشن کے اپنی گردن موڑ کر کہ گمراہ کریں اللہ کی راہ سے ان کی دنیا میں رسوائی ہے اور چکھادینگے ہم ان کو قیامت کے دن جلن کی عذاب انتہیٰ۔

اس آیۂ شریفہ میں حق تعالےٰ اُن لوگوں کو جو قیامت کے قائل نہیں کئی مثالوں سے سمجھاتا ہے کہ تم اپنی ہی پیدائش کو دیکھ لو کہ کس قدر عقل کے خلاف ہے مٹی سے نباتات اور اُن سے نطفہ اور اُس سے علقہ اور اُس سے مضغہ اور اُس سے آدمی بنتا ہے پھر تم پر کیسے کیسے انقلابات آتے ہیں کبھی لڑکے کبھی جوان کبھی بعد کمال عقل کے بے وقوف محض۔ اور زمین ہی کو دیکھ لو کہ خشک ہونے کے بعد ہمارے حکم سے کیسی لہلہانے لگتی ہے اس سے سمجھ سکتے ہو کہ خدائے تعالےٰ جو ہمیشہ اس عالم میں انقلابات پیدا کیا کرتا ہے اُس انقلاب اخروی پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر کے میدان حشر میں قائم کردے۔ اس پر بھی جو نہ مانے وہ دنیا میں ذلیل اور آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا کیا جائیگا۔ اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ حق تعالےٰ جو فرماتا ہے یاایہاالناس ان کنتم فی ریب

Marfat.com

من البعث سو مرزا صاحب کا شبہ اُس میں داخل ہے یا نہیں۔ اُنہوں نے تحریر سابق میں اپنا اعتقاد بیان کر دیا ہے کہ مرنے کے بعد ایک حالت مستمرہ رہیگی اور کوئی زندہ ہو کر زمین پر نہ آئیگا۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ جن شبہات کے رفع کے لئے یہ آیت نازل ہوئی اُن میں مرزا صاحب کا شبہ اور اعتقاد بھی داخل ہے۔ اب مرزا صاحب کو خدا کا شکریہ بجالانا چاہئیے کہ کس طرح مثالیں دے دے کر حق تعالےٰ نے موت کے بعد زندہ کرنے کا حال بیان فرمایا۔ اگر بیہودیت کا خیال مانع ہے تو اُس کی طرف کچھ توجہ کرنے کی ضرورت نہیں اسلئے کہ شیطان ایسے ہی قیاس کر کے آدم علیہ السلام کے سجدہ سے رکا تھا۔ خدائے تعالےٰ کے ارشاد کے بعد مسلمانوں کو چون وچرا کی کوئی ضرورت نہیں۔ اب اہل انصاف خود ہی غور کرلیں کہ مرزا صاحب جو فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن بحضور رب العالمین حاضر ہونا ان کو بہشت سے نہیں نکالتا معاد جسمانی کا انکار ہے یا نہیں اور یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے مخالف ہے یا نہیں اور اُس مخالفت سے آدمی کا ایمان باقی رہ سکتا ہے یا نہیں۔ خدائے تعالےٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو صاف فرما رہے ہیں کہ حشر زمین پر ہوگا اور اس تصریح کے ساتھ ارشاد ہے کہ اُس دن زمین جھاڑ پہاڑ وغیرہ سے خالی کر دی جائیگی اور دریائیں خشک ہو جائینگے وغیرہ وغیرہ۔

مگر مرزا صاحب ایک نہیں مانتے۔ قرآن وحدیث سے مردوں کا قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف جانا ثابت ہے قولہ تعالیٰ ونفخ فی الصور فاذا ہم من الاجداث الیٰ ربہم ینسلون یعنی صور پھونکے جانے کے ساتھ ہی سب آدمی قبروں سے نکلکر

Marfat.com

اپنے رب کی طرف دوڑینگے " اور نیز میدان حشر میں کھڑے ہونا اور پسینہ کی وہ حالت اور اُن کا ختنہ نہ کئے ہوئے ایسی حالت پر ہونا جیسے دنیا میں پیدا ہوئے تھے ثابت ہے جو صاف طور سے معاد جسمانی پر گواہی دے رہا ہے مگر مرزا صاحب اُس کی تصدیق نہیں کرتے۔ اور معرکہ حساب و میزان و پل صراط اور انبیائے اولوالعزم کی پریشانی اور کرات و مرات نفسی نفسی کہنا دلیل بیّن ہے اس پر کہ اُس وقت کوئی جنت میں نہ ہوگا مگر مرزا صاحب اُس کو رد کرکے کہتے ہیں کہ بہشت سے کوئی نہ نکلیگا۔ دیکھ لیجئے ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ مرزا صاحب صرف مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے کہتے ہیں کہ قرآن پر ہمارا ایمان ہے اور اُس سے ایک نقطہ کم نہیں ہوسکتا۔ فی الحقیقت ایک نقطہ تو کم نہیں کیا مگر جزو کے جزو نکالدئے۔ اب یہاں ایک اور مشکل درپیش ہے کہ مرزا صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ اللہ و رسول نے فرمایا ہے وہ سب کچھ ہوگا لیکن ایسے طور پر کہ خدائے تعالیٰ کے تقدس اور تنزہ میں کوئی منافی نہ ہو۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ لوگ جنت میں بھی ہونگے اور زمین محشر پر بھی۔ محشر کے مصائب اور آفات تو ابھی معلوم ہوئے اب جنت کے بھی تھوڑے احوال سن لیجئے حق تعالیٰ فرماتا ہے جنات تجری من تحتہا الانہار و قولہ تعالیٰ فیہا انہار من ماء غیر اٰسن و انہار من لبن لم یتغیر طعمہ و انہار من خمر لذۃ للشاربین و انہار من عسل مصفی و قولہ تعالیٰ لکم فیہا فاکہۃ کثیرۃ منہا تاکلون و قولہ تعالیٰ و فیہا ما تشتہیہ الانفس و تلذ الاعین و قولہ تعالیٰ لہم فیہا ازواج مطہرۃ و قولہ تعالیٰ و عندہم قاصرات الطرف و قولہ تعالیٰ و حور عین کامثال اللؤلؤ المکنون و قولہ تعالیٰ یحلون فیہا من اساور

Marfat.com

من ذہب ویلبسون ثیابا خضرا من سندس و استبرق متکئین علی الارائک وقولہ تعالیٰ یطاف علیہم بصحاف من ذہب واکواب وقولہ تعالیٰ وکاساً دہاقاً وقولہ تعالیٰ لایرون فیہا شمساً ولا زمہریرا وقولہ تعالیٰ فیہا سرر مرفوعۃ واکواب موضوعۃ ونمارق مصفوفۃ وزرابی مبثوثۃ اس کے سوا اور بہت سی آیتیں ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ جنتیوں کی حالت یہ ہے کہ اُن کے مکانوں کے نیچے پانی اور دودھ اور شراب مصفیٰ شہد کی نہریں بہتی ہونگی۔ مکانات نہایت پر تکلف جن میں بہت ہی پاکیزہ فرش بچھے ہوئے اور مسندیں لگی ہویں اور ایک طرف اونچے اونچے تخت سجے ہوئے اور بی بیاں نہایت پاکیزہ اور شرمگیں اور حوریں نہایت حسین فاخرہ لباس اور اقسام کے زیوروں سے آراستہ نزدیک بیٹھی ہویں اور خود بھی مکلل زیور اور عمدہ عمدہ لباس پہنے ہوئے اور میوہ جات اور طرح طرح کی نعمتیں جن کا شمار نہیں غلمان وخدام شقابوں پر شقابیں لے چلے آرہے ہیں اور چھلکتے پیالوں کا پیہم دور پھر جس چیز کی خواہش ہو فوراً موجود اور ان کے سوا وہ نعمتیں جو نہ کسی کانوں نے سنے نہ آنکھوں سے دیکھیں ہر وقت مہیا پھر نہ اُس میں آفتاب کی گرمی نہ زمہریر کی سردی نہ کسی امر کی فکر نہ اُس سے نکلنے کا اندیشہ نہ موت کا کھٹکا وغیرہ امور۔ جن کو تمام اہل اسلام جانتے ہیں۔ اب دیکھئے مرزا صاحب جو فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز بہشت سے کوئی نہ نکلیگا اور قیامت کے کل مصائب پر بھی ایمان ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اُس روز مصائب قیامت میں بھی سب جنتی مبتلا رہینگے اور عیش وعشرت میں بھی سرگرم اور مشغول رہینگے یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی مگر ابن حزم رہتے

Marfat.com

ملل ونحل میں لکھا ہے کہ انجیل متی کے چودھویں باب میں مذکور ہے کہ مسیح نے کہا
کہ یحییٰ نہ کھانا کھاتے ہیں نہ پانی پیتے ہیں اور میں کھانا بھی کھاتا ہوں اور پانی بھی
پیتا ہوں اس سے ظاہر ہے کہ یحییٰ علیہ السلام مسیح علیہ السلام سے افضل ہیں نصاریٰ
اس کا جواب دیتے ہیں کہ مسیح کا ناسوت کھاتا پیتا تھا اور لاہوت نہ کھاتا تھا
نہ پیتا تھا انتہیٰ ملخصاً

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے یہ مسئلہ وہیں سے نکالا ہوگا
کیونکہ مرزا صاحب کو یہود و نصاریٰ کے عقائد میں مہارت کی وجہ سے یدطولےٰ
ہے اس بنا پر قائل ہونگے کہ اہل محشر کا لاہوت جنت میں اور ناسوت مصائب
میں رہیگا مگر ہمارے دین میں اس کی نظیر نہیں ملتی اس وجہ سے اہل اسلام اس
قسم کے لاہوت وناسوت کے قائل نہیں ہوسکتے۔ مرزا صاحب ہم پر یہود کے
ہم خیال ہونے کا الزام لگاتے ہیں اور خود نصاریٰ کے ساتھ ہیں اور فرماتے
ہیں کہ اگر بہشتی بہشت میں داخل شدہ تجویز کئے جائیں تو طلبی کے وقت انہیں
بہشت سے نکلنا پڑیگا اور اس لق ودق جنگل میں جہاں تخت رب العالمین بچھایا
گیا ہے حاضر ہونا پڑیگا ایسا خیال تو سراسر جسمانی اور یہودیت کی سرشت سے
نکلا ہوا ہے اور حق یہ ہے کہ عدالت کے دن پر ہم ایمان لاتے ہیں اور تخت
رب العالمین کے قائل ہیں لیکن جسمانی طور پر اس کا خاکہ نہیں کھینچتے انتہیٰ۔

خود ہی غور فرمائیں کہ یہ تو ہمنے نہیں کہا کہ لق ودق جنگل میں تخت رب العالمین
بچھیگا جس کا الزام ہم پر لگایا جاتا ہے البتہ ہم اس آیہ شریفہ پر ایمان ضرور رکھتے
ہیں ویحمل عرش ربک فوقہم یومئذ ثمانیہ اور اس قسم کے جتنے امور ہمارے خدا ورسول

Marfat.com

نے فرمادئے ہیں گو یہود کے بھی وہ اعتقاد ہوں اُن سب کو ہم مانتے ہیں کیونکہ ہمارا قرآن تورات و انجیل کا مصدق ہے جیساکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ولما جاءھم کتاب من عند اللہ مصدق لما معھم الایہ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے بعض اقوال کی تصدیق بھی کی ہے چنانچہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے جو بخاری شریف صفحہ (۱۱) میں ہے عن عبد اللہ قال جاء حبر من الاحبار الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا محمد انا نجد ان اللہ یجعل السموات علی اصبع والارضین علی اصبع والشجر علی اصبع والماء علی اصبع والثری علی اصبع وسائر الخلائق علی اصبع فیقول انا الملک فضحک النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی بدت نواجذہ تصدیقا لقول الحبر ثم قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما قدروا اللہ حق قدرہ والارض جمیعاً قبضتہ یوم القیمہ یعنی ایک عالم یہود کا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ ہماری کتاب میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ تمام آسمانوں کو ایک اصبع پر اور زمینوں وغیرہ کو ایک ایک اصبع پر رکھکر فرمائیگا کہ میں ہی بادشاہ ہوں یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے جس سے تصدیق اس عالم کی ہوتی تھی پھر حضرت نے یہ آیت پڑھی وما قدروا اللہ حق قدرہ والارض جمیعاً قبضتہ یوم القیمہ۔

الحاصل ہمارے قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی جن جن باتوں کی تصدیق کی ہے اُن کی تصدیق کرنے میں ہمیں کوئی عار نہیں البتہ اس قسم کے ناسوت ولاہوت کا اعتقاد قابل عار ہے۔

مرزا صاحب یہ جو فرماتے ہیں کہ ہم تخت رب العالمین کا خاکہ جسمانی طور پر

Marfat.com

نہیں کھینچتے اس کا مطلب یہاں معلوم نہیں ہوتا کہ عرش الٰہی کے جسمانی نہونے سے معاد جسمانی کیونکر باطل کیا جاتا ہے اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ حشر جسمانی ہو تو تنزیہ الٰہی میں فرق پڑ جائیگا تو اس اعتبار سے اس عالم جسمانی میں بھی تنزیہ باقی نہ رہنا چاہیئے اس لئے کہ آخر اب بھی استوا علی العرش ثابت ہے جیسے قیامت میں ہوگا چنانچہ حق تعالےٰ فرماتا ہے الرحمن علی العرش استوی اب استوی کے معنی جو کچھ ہوں جیسے اس عالم میں ہے ویسا ہی اُس عالم میں بھی ہوگا پھر جب اُس عالم میں زمین پر حشر جسمانی ہونے سے تنزیہ میں فرق آتا ہی تو اس عالم میں بھی عالم جسمانی زمین پر ہونے سے فرق آنا چاہیئے اور جب اس عالم میں تنزیہ میں فرق نہیں آتا تو وہاں معاد جسمانی سے فرق آنیکی کیا وجہ۔ مرزا صاحب تنزیہ کو پیش کرکے حشر و نشر کا جو انکار کرتے ہیں کس قدر بدنما اور خلاف تدین ہے اب تک تو آیات قرآنیہ کو بیان کرکے اُن میں الٹ پلٹ ہی کیا کرتے تھے اس مسئلہ میں جو دیکھا کہ اگر احادیث کی تکذیب بھی کر دیں تو آیات قرآنیہ اتنی ہیں کہ اُن سے سربر ہونا مشکل ہے اس لئے یہاں وہ طریقہ بھی چھوڑ دیا اور خود مختاری سے ایک نیا عقیدہ گھڑ دیا جس کا کوئی اسلامی فرقہ قائل نہیں گویا وہ کل آیات نعوذ باللہ منسوخ کر دی گئیں۔ تمام اہل اسلام جانتے ہیں کہ کوئی بھی کلام الٰہی کو منسوخ کرنے کا مجاز نہیں جب تک خود خدائے تعالےٰ کسی آیت کو منسوخ نہ کرے پھر مرزا صاحب اس کے کیونکر مجاز ہو سکتے ہیں۔ اس سے تو یہ ظاہر ہے کہ روز افزوں ترقی میں نبوت مستقلہ کی بھی ترقی کا دعوےٰ ہو گیا ہے۔ اگر متبعین کو مرزا صاحب کی تقریر سے

Marfat.com

معاد جسمانی کا انکار ہی تو ظاہر ہے کہ اُنکے نزدیک وہ نبی مستقل بلکہ نبی سے بھی ایک درجہ بڑھکر ہیں اور اُن کی کتاب ازالۃ الاوہام ناسخ قرآن شریف قرار پا چکی ہے نعوذ باللہ من ذلک خدا کرے کہ ایسا نہ ہوا ور یہ حضرات خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے کلمہ گو اور پورے قرآن کے معتقد رہیں۔

مشرکین و فلاسفہ جو قیامت کا انکار کرتے تھے بڑی وجہ اُس کی یہ مشاہدہ تھا کہ جب کوئی چیز فنا ہو جاتی ہے تو پھر وجود میں نہیں آتی اسی وجہ سے وہ کہتے تھے من یعید نا یعنی ہمیں دوبارہ کون پیدا کریگا اور فلاسفہ نے قاعدہ بنا رکھا ہے کہ اعادۂ معدوم محال ہے حق تعالے جواب میں فرماتا ہے کما خلقنا کم اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین یعنی ہم نے جیسے تمہیں پہلے پیدا کیا جب تم کچھ نہ تھے ویسا ہی دوبارہ بھی پیدا کرینگے کیونکہ اعادہ بہ نسبت ابتدائے تخلیق کے بہت آسان ہے اور ارشاد ہے کما قال من یحیی العظام وہی رمیم قل یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ وہو بکل خلق علیم یعنی وہ کہتے ہیں کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کریگا تم کہو کہ جس نے پہلے پیدا کیا تھا وہی اُن کو زندہ کریگا ہر چیز کو پیدا کرنے کا حال وہ خوب جانتا ہے الحاصل جب آدمی کو خدائے تعالےٰ کی قدرت پر ایمان ہو تو اُس کو قیامت کے تسلیم کرنے میں ذرا بھی تامل نہ ہوگا۔

قیامت کے باب میں کم فہم اور جاہلوں کو یہ شبہات ہوتے ہیں کہ آیات و احادیث میں جو قیامت کے احوال مذکور ہیں باہم متعارض ہیں مثلاً کسی آیت میں یہ ہے کہ سب فرشتے اُس روز آسمانوں پر چلے جائینگے اور کسی میں یہ ہے کہ سب زمین پر اتر آئیں گے اور کسی میں یہ ہے کہ آفتاب و ماہتاب سب بے نور ہو کر گر جائینگے

Marfat.com

اور کسی میں یہ ہے کہ زمین سے ایک میل کے فاصلہ پر آفتاب آجائیگا اور کسی میں ہے کہ دوزخ میں دونوں ڈلسے جائینگے جیسا کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم غرض کہ آیات و احادیث کو دیکھنے سے اس قسم کے بہت شبہات پیدا ہوتے ہیں سواُن کو یوں دفع کرنا چاہیے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہوگا جس میں مختلف اوقات میں مختلف کام ہونگے ۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ایک ہی صدی میں کیسے کیسے انقلابات پیدا ہو جاتے ہیں آدمی جب اپنے بزرگوں کے زبانی اُن کے اوائل حالات سنتا ہے اور اپنے زمانے کے حالات کو دیکھتا ہے تو ایک انقلاب عظیم پاتا ہے جس سے متحیر ہو جاتا ہے جب ایک صدی میں یہ کیفیت ہو تو قیامت کے پچاس ہزار برس میں کس قدر انقلابات ہونا چاہئیے اسی وجہ سے ایک وقت وہ ہوگا کہ تمام فرشتے زمین کے آسمانوں پر چلے جائینگے اُس کے بعد جب آسمانوں کا کارخانہ درہم وبرہم ہو جائیگا اور زمین شان و شوکت کے اظہار کی ضرورت ہوگی تو تمام فرشتوں کے صفوف زمین پر آراستہ کیے جائینگے اور آفتاب کا نور زائل کرکے صرف اُس کی گرمی کسی خاص مصلحت کے لحاظ سے باقی رکھی جائیگی پھر کسی وقت دوزخ میں بھی ڈالدیا جائیگا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے روبرو بھی چند شبہات اس قسم کے پیش کئے گئے تھے اُن کا جواب جو اُنہوں نے دیا ہے اُس سے ہمارے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے ۔ بخاری شریف میں ہے عن سعید رضی اللہ عنہ قال رجل لابن عباس انی اجد فی القرآن اشیاء تختلف علیّ قال فلا انساب بینھم یومئذٍ ولا یتساءلون ۔ واقبل بعضھم علی بعض یتساءلون ۔ ولا یکتمون اللہ حدیثا ربنا ما کنا

مشرکین فقد کتموا فی ہذہ الایۃ - وقال والسماء بناہا الی قولہ دحاہا فذکر خلق السماء قبل خلق الارض
ثم قال انکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین الی طائعین فذکر فی ہذہ خلق الارض
قبل السماء وقال وکان اللہ غفوراً رحیما عزیزاً حکیما سمیعاً بصیراً فکانہ کان ثم مضیٰ -
فقال فلا انساب بینہم فی النفخۃ الاولیٰ ثم ینفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن
فی الارض الا من شاء اللہ فلا انساب عند ذالک ولا یتساءلون ثم فی النفخۃ الآخرۃ
اقبل بعضہم علی بعض یتساءلون واما قولہ ما کنا مشرکین ولا یکتمون اللہ فان اللہ
یغفر لاہل الاخلاص ذنوبہم وقال المشرکون تعالوا نقول لم نکن مشرکین فختم علی
افواہہم فتنطق ایدیہم فعند ذلک عرف ان اللہ لا یکتم حدیثا وعندہ یود الذین کفروا
الایہ وخلق الارض فی یومین ثم خلق السماء ثم استویٰ الی السماء فسوّٰہن فی یومین
آخرین ثم دحا الارض ودحیہا ان اخرج منہا الماء والمرعیٰ وخلق الجبال والاکام
وما بینہما فی یومین آخرین فذلک قولہ دحاہا وقولہ خلق الارض فی یومین فجعلت الارض
وما فیہا من شئی فی اربعۃ ایام وخلقت السماء فی یومین - وکان اللہ غفوراً رحیما سمی
نفسہ ذلک وذلک قولہ اے لم یزل کذلک فان اللہ لم یرد شیئاً الا اصاب بالذی
اراد فلا یختلف علیک القرآن فان کلا من عند اللہ یعنی ایک شخص نے ابن عباس
رضی اللہ عنہما سے کہا کہ قرآن شریف میں مجھے کچھ اختلاف معلوم ہوتا ہے حقتعالیٰ
فرماتا ہے کہ قیامت کے روز لوگوں میں نہ نسبی تعلق ہوگا نہ ایک دوسرے
کو پوچھیگا - پھر دوسری آیت میں ہے کہ ایک دوسرے کے پاس جائینگے اور
پوچھینگے - اور ایک آیت میں یہ ہے کہ اللہ سے کوئی بات نہ چھپائینگے - اور
دوسری آیت میں ہے مشرک کہینگے کہ یا اللہ ہم مشرک نہ تھے - اس سے

Marfat.com

چھپانا ثابت ہے۔ اور ایک آیت میں ہے کہ زمین آسمانوں سے پہلے پیدا ہوی اور دوسری آیت میں ہے کہ آسمان زمین سے پہلے پیدا ہوئے اور کان اللہ غفوراً رحیماً وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غفور ورحیم گزشتہ زمانہ میں تھا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نفخۂ اولیٰ کے وقت کوئی کسی کو نہ پوچھیگا پھر نفخۂ آخری کے بعد ایک دوسرے کو پوچھنے لگینگے۔ اور جب خدائے تعالےٰ اہل اخلاص کے گناہ معاف فرمادیگا تو مشرکین آپس میں کہینگے کہ آؤ ہم بھی کہیں کہ ہم مشرک نہ تھے اُس وقت اُن کے مونھوں پر مہر کر دی جائیگی اور ہاتھ اُن کے سب واقعات کہہ سنائینگے کہ ہم نے یہ یہ کام کیا تھا اُس وقت یہ ثابت ہو جائیگا کہ خدائے تعالےٰ سے کوئی کچھ چھپا نہیں سکتا اُس وقت کفار آرزو کرینگے کہ کاش ہم بھی ایمان لائے ہوتے۔ اور حق تعالیٰ نے دو دن میں زمین کو پیدا کیا پھر دو دن میں آسمان بنائے اُس کے بعد دو دن میں زمین سے پانی نکالا اور چراگاہ اور پہاڑ اور ٹیلے وغیرہ بنائے اس حساب سے زمین اور اس کے متعلقات چار دن میں آسمانوں سے پہلے اور بعد بنائے گئے اور آسمان دو دن میں۔ اور کان اللہ غفوراً رحیماً وغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے زمانۂ گذشتہ میں یہ نام اپنے رکھے اور اُس کے بعد ہمیشہ ان صفات کے ساتھ متصف رہے جس پر چاہتا ہے رحم فرماتا ہے اور مغفرت وغیرہ کرتا ہے یہ بیان کر کے ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ قرآن میں اختلاف ہے سارا قرآن اللہ تعالےٰ کے پاس سے اترا ہے ممکن نہیں کہ اُس میں اختلاف ہوا ہو۔

الحاصل جس طریقہ کی تعلیم ترجمان القرآن ابن عباس رضؓ نے کی اُس سے ظاہر ہے کہ

Marfat.com

ظاہری طور پر تعارض اگر معلوم ہو تو ایسے طور پر اٹھایا جائے کہ کسی آیت کی تکذیب ہو اور ہر آیت کے معنی پورے طور پر باقی رہیں نہ یہ کہ کسی غرض سے تعارض پیدا کر کے کلام الٰہی کو بدنام کریں پھر اُس کو اٹھانے کے واسطے ایسی بدنما تاویلیں کریں جن سے خواہ مخواہ دوسری آیتوں کی تکذیب ہو جائے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے درمنثور میں لکھا ہے واخرج نصر المقدسی فی الحجہ عن ابن عمر رض قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن وراء حجرۃ قوم یتجادلون فی القرآن فخرج محمرۃ وجنتاہ کانما تقطران دما فقال یا قوم لا تجادلوا بالقرآن فانما ضل من کان قبلکم بجدالہم ان القرآن لم ینزل لیکذب بعضہ بعضا ولکن نزل لیصدق بعضہ بعضاً فما کان من محکمہ فاعملوا وما کان من متشابہہ فاٰمنوا بہ یعنی ابن عمر رض کہتے ہیں کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ وسلم کے پیچھے چند لوگ قرآن کی آیات میں جھگڑ رہے تھے کہ حضرت برآمد ہوئے غصہ سے چہرہ مبارک اس قدر سرخ تھا کہ گویا خون ٹپکنے کو ہے اور فرمایا کہ تمہارے پیشتر کی اقوام اسی وجہ سے گمراہ ہوئے کہ کتاب الٰہی میں جھگڑنے لگے قرآن اس واسطے نہیں نازل ہوا کہ ایک آیت سے دوسری آیت کی تکذیب ہو بلکہ اس واسطے نازل ہوا کہ ایک آیت دوسری آیت کی تصدیق کرے سو جو محکم ہے اس پر عمل کرو اور جو متشابہ ہے اُس کا صرف یقین کر لو۔

مرزا صاحب یقین کو نزدیک نہیں آنے دیتے بلکہ جن آیتوں کا یقین تھا اُن میں سے نئے نئے شبہات پیدا کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کو ضرور ہے کہ ہمیشہ ان شبہات سے پناہ مانگتے رہیں حق تعالیٰ نے ایسے ہی مواقع کے لئے مسلمانوں کو پہلے ہی تعلیم کر دی چنانچہ ارشاد ہے الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس

Marfat.com

اللّٰھم انا نعوذ بک من ہذا الوساوس والشبہات اور بخاری شریف صفحہ ۶۵۲ میں ہے باب منہ آیات محکمات وقال مجاہد الحلال والحرام واخر متشابہات یصدق بعضہ بعضاً کقولہ تعالےٰ وما یضل بہ الا الفاسقین وکقولہ جل ذکرہ ویجعل الرجس علی الذین لایعقلون وکقولہ والذین اہتدوا زادہم ہدی یعنی آیات محکمات سے مراد حلال و حرام ہے واخر متشابہات یعنی دوسری آیتیں متشابہ ہیں کہ ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ سوائے حلال وحرام کے کل آیات متشابہ ہیں جو ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور امام سیوطی رحمہ نے درمنثور میں ابن عباسؓ کا قول بروایت صحیح نقل کیا ہے قال ابن عباس رضہ وان اللہ لم ینزل شیئاً الا وقد اصاب بہ الذی اراد ولکن اکثر الناس لایعلمون یعنی حق تعالےٰ نے جو کچھ قرآن میں نازل کیا ہے اُس کی مراد نہایت صحیح اور واقعی ہے لیکن بہت لوگ نہیں جانتے غرضکہ آیات واحادیث سے صاف ظاہر ہے کہ آیات کلام اللہ ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور اگر کسی کے سمجھ میں نہ آئے اور تعارض ظاہرا معلوم ہو تو وہ اپنے فہم کا قصور ہے کلام الہی اُس سے بری ہے مگر مرزا صاحب کو عیسویت کے دہن میں کچھ نہیں سوجھتا اور خواہ مخواہ آیات میں تعارض پیدا کر کے معاد جسمانی کی آیتوں پر جن سے قرآن بھرا ہوا ہے حملہ کر رہے ہیں اور صاف طور سے اُس کا انکار ہے۔ مقصود تو یہ ہے کہ مسیح کا زمین پر اترنا ہر طرح سے باطل کردیں مگر ظاہرا چند آیتیں پیش کرتے ہیں کہ وہ متعارض ہیں چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۳۴۹) میں لکھتے ہیں مسیح ابن مریم جس کی روح اُٹھائی گئی بر طبق آیات کریمہ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک فادخلی

Marfat.com

فی عبادی ادخلی جنتی۔ جنتی بہشت میں داخل ہو چکے پھر کیونکر اس غمکدہ میں آجائیں
اور جو شخص بہشت میں داخل کیا جاتا ہے پھر وہ اُس سے کبھی خارج نہیں کیا جاتا
جیساکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لا یمسہم فیہا نصب و ماہم منہا بمخرجین۔ واما الذین
سعدوا ففی الجنۃ خالدین فیہا مادامت السموات والارض الا ماشاء ربک عطاءً غیر مجذوذ
ایساہی قرآن شریف کے دوسرے مقامات میں بھی بہشتیوں کے ہمیشہ بہشت میں
رہنے کا جابجا ذکر ہے اور سارا قرآن شریف اس سے بھرا پڑا ہے جیساکہ
فرماتا ہے ولہم فیہا ازواج مطہرۃ وہم فیہا خالدون۔ اولٰئک اصحاب الجنۃ ہم فیہا
خالدون وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مومن کو فوت ہونے کے بعد
بلا توقف بہشت میں جگہ ملتی ہے جیساکہ ان آیات سے ظاہر ہو رہا ہے قیل
ادخل الجنۃ قال یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین۔ اور دوسری
آیت یہ ہے فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔ اور تیسری آیت یہ ہے
ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون فرحین بما اتٰہم اللہ
من فضلہ۔ اور احادیث میں تو اس قدر اس کا بیان ہے کہ جس کا باستیفا ذکر کرنا
موجب تطویل ہوگا بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا چشم دید ماجرا بیان
فرماتے ہیں کہ مجھے دوزخ دکھلایا گیا تو میں نے اُس میں اکثر عورتیں دیکھیں اور
بہشت دکھلایا گیا تو اکثر اُن میں فقرا تھے۔ انتہیٰ۔

مطلب اس کا یہ ہوا کہ ان تین آیتوں سے ثابت ہے کہ مرتے ہی آدمی
جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور بہت سی آیتوں سے ثابت ہے کہ جو جنت
میں داخل ہو جاتا ہے پھر اُس سے نہیں نکلتا۔ جس سے ثابت ہوا

Marfat.com

کہ قیامت زمین پر نہ ہوگی اور جتنی آیتیں معاد جسمانی زمین پر ہونے کی ہیں جن سے قرآن شریف بھرا ہوا ہے اور صدہا حدیثیں جن سے ہزارہا کتابیں بھری ہیں کوئی اعتبار اور اعتقاد کے قابل نہیں۔

اب ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ صدہا آیتوں کے مقابل دو تین آیتیں مخالف معلوم ہوں تو وہ مخالفت قصور فہم کی وجہ سے سمجھی جائے گی یا واقعی جس سے اُن تمام آیات کثیرہ کی تکذیب کی ضرورت ہو کیا مرزا صاحب کا صدہا آیتوں پر اس غرض سے حملہ کرنا کہ بے کھٹکا عیسیٰ موعود خود بن جائیں عقلا کو یہ سمجھنے کے لئے کافی نہیں کہ صرف دنیاوی غرض سے وہ قرآن کی تکذیب کر رہے ہیں۔ اس لئے وہ اپنے کسی دعوے میں ہرگز صادق نہیں ہو سکتے اور نہ کسی دینی خدمت کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ اب اُن تین آیتوں کے استدلال کا حال بھی دیکھ لیجئے یا ایتھا النفس المطمئنۃ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ ارواح مرتے ہی بلا توقف بہشت میں داخل ہو جاتی ہیں۔

مگر اس سے تو کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا نہ اُس میں موت کا ذکر ہے نہ مرتے ہی جنت میں داخل ہونے کی تصریح بلکہ یہی معلوم ہوا کہ یہ خطاب قیامت کے دن ہوگا جو سیاق آیت سے خود ظاہر ہے کیونکہ پوری آیت شریفہ یہ ہے فیومئذ لا یعذب عذابہ احد ولا یوثق وثاقہ احد یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی اوپر سے قیامت کا ذکر چلا آرہا ہے کما قال تعالے اذا دکت الارض دکا دکا الایۃ اس سے ظاہر ہے کہ فیومئذ سے مراد قیامت ہی ہے اور اسی روز ارواح کو یہ خطاب ادخلی فی جنتی ہوگا۔

Marfat.com

چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رح تفسیر عزیزیہ میں لکھتے ہیں وودراں روز پر
ہول یعنی روز قیامت کہ اول وہلہ ہر ہمہ را از نیکاں وبداں اضطراب وفزع
لاحق گردد مطیعان ونیکان را تسلی بخشند وندا در رسد کہ یا ایتہا النفس المطمئنۃ اور
امام سیوطی رح در منثور میں لکھتے ہیں عن ابن عباس رض فی قولہ ارجعی الی ربک
قال ترد الارواح یوم القیٰمۃ فی الاجساد یعنی ابن عباس رض فرماتے ہیں کہ ارواح
کو ارجعی الی ربک کا خطاب ہوگا وہ قیامت کے روز ہوگا کہ اپنے اجساد میں
داخل ہو کر محشر میں حاضر ہو جائیں۔
اور اسی میں یہ روایت بھی ہے عن سعید بن جبیر رض ثم لیطیر الارواح فیومران تدخل
الاجساد فہو قولہ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ یعنی سعید بن جبیر رض بھی یہی مطلب
اس آیہ شریفہ کا کہتے ہیں کہ قیامت کے روز اجساد میں ارواح کو داخل
ہونے کا حکم ہوگا چنانچہ وہ اڑ اڑ کر اجساد میں داخل ہو جاینگے۔ اور یہ روایت
بھی اس میں ہے وعن ابی صالح رض فی قولہ ارجعی الی ربک قال ہذا عند الموت
رجوعہا الی ربہا خروجہا من الدنیا فاذا کان یوم القیٰمۃ قیل لہا ادخلی فی عبادی
وادخلی جنتی یعنی ابی صالح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ارجعی الی ربک کا خطاب
روح کو موت کے وقت ہوتا ہے اُس کا دنیا سے نکلنا رب کی طرف رجوع ہونا ہے
اور جب قیامت کا روز ہوگا تو ادخلی فی عبادی وادخلی جنتی کہا جائیگا اور اُسی
در منثور میں ہے عن زید ابن اسلم رضی اللہ عنہ یا ایتہا النفس المطمئنۃ الایۃ
قال بشرت بالجنۃ عند الموت وعند البعث ویوم الجمع یعنی زید ابن اسلم رض
یا ایتہا النفس المطمئنۃ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہ خوشخبری روح کو موت کے

Marfat.com

وقت اور قیامت کے روز دی جائے گی کہ جب دخول جنت کا وقت آجائیگا اُسوقت داخل ہوجائے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے واما الذین سعدوا ففی الجنۃ یعنی جتنے سعید لوگ ہیں جنت میں ہیں اس سے یہ مقصود نہیں کہ ہر سعید ازلی نزول آیت کے وقت جنت میں چلا گیا تھا جس سے حقیقی طور پر ظرفیت صادق آئے بلکہ وہ سعداکو بشارت ہے کہ جب جنت میں داخل ہونے کا وقت آجائیگا اُس وقت داخل ہوجائینگے۔ اور تفسیر نیشاپوری میں ہے کہ عبد اللہ ابن مسعود رض کی قرارت ادخلی فی جسد عبدی ہے یعنی قیامت کے روز نفس مطئنہ کو حکم ہوگا کہ میرے بندہ کے جسد میں داخل ہوجا۔ اور امام سیوطی رح نے درمنثور میں لکھا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فادخلی فی عبدی پڑھتے تھے جس کا مطلب وہی ہے کہ جسد میں داخل ہونے کا حکم ہوگا۔ آپنے دیکھ لیا کہ قرآن شریف کی پوری آیت جو ابھی لکھی گئی اُس کے سیاق سے ظاہر ہے کہ قیامت کے روز ادخلی جنتی کا خطاب ہوگا مگر مرزا صاحب پوری آیت نہیں پڑھتے اور صرف ادخلی جنتی سے استدلال کرتے ہیں اس کی مثال بعینہ ایسی ہے کہ ایک شخص نے دعوےٰ کیا کہ نماز کے پاس جانے کا حکم نہیں اور استدلال میں یہ آیت پیش کردی کہ حق تعالےٰ فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلواۃ کسی نے کہا وانتم سکارےٰ بھی تو اسی کے ساتھ مذکور ہے جس سے مطلب ظاہر ہے کہ نشہ کی حالت میں نماز مت پڑھو اُس نے جواب دیا کہ یوں تو سارا قرآن پڑا ہوا ہے مگر آخر لا تقربوا الصلواۃ بھی تو کلام الٰہی ہے۔ اہل ایمان غور کریں کیا اس قسم کا استدلال کرنے والا مسلمان سمجھا جائیگا یا یہ سمجھا جائے گا کہ

Marfat.com

قرآن پر اس کو ایمان ہی نہیں کیونکہ صراحۃً جو قید مذکور ہے اُس کو اپنی بات بنانے کیلئے اُس نے حذف کر دیا۔

اب مرزا صاحب کو بھی دیکھ لیجئے کہ یہی کام کر رہے ہیں یا نہیں حق تعالےٰ پوری آیت میں قیامت کا ذکر فرماتا ہے اور مرزا صاحب اپنی بات بنانے کے لئے اُس کو حذف کر کے ایک حصہ سے استدلال کرتے ہیں اور موت کے ساتھ اس کو خاص کرتے ہیں اب کیونکر کہا جائے کہ مرزا صاحب کو قرآن پر ایمان ہے۔

رسالہ الحق الصریح میں مرزا صاحب کی تحریر جو درج ہے اُس سے ظاہر ہے کہ وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ میں ایک قراءت شاذہ قبل موتہم بھی ہے جو اُن کے مفید مدعا ہے اُس قراءت شاذہ پر استدلال کر کے صفحہ (۸۹) میں لکھتے ہیں کہ فرض کرو کہ وہ قراءت بقول مولوی صاحب ایک ضعیف حدیث ہے مگر آخر حدیث تو ہے یہ تو ثابت نہیں ہوا کہ وہ کسی مفتری کا افترا ہے بلکہ وہ احتمال صحت رکھتی ہے انتہٰے۔

مقصود کہ قرأت شاذہ بلکہ حدیث ضعیف بھی اعتماد کے قابل ہے۔ اس بنا پر ہم بھی کہتے ہیں کہ یہ دو قراءتیں ایسے جلیل القدر صحابیوں کی ایک ابن عباس رض جو ترجمان القرآن ہیں اور دوسرے ابن مسعود رض جن کی فضیلت صحابہ کے نزدیک مسلم ہے۔ گواہ عادل اسبات پر ہیں کہ ادخلی جنتی کا حکم قیامت کے روز ارواح کو اس واسطے ہو گا کہ وہ اپنے اپنے اجساد میں داخل ہو جائیں موت کے وقت اس حکم سے کوئی تعلق نہیں۔ اور قراءت متواترہ کی تفسیر جو ابن عباس رض وغیرہ نے کی ہے وہ بھی اسی کے مطابق ہے۔

Marfat.com

اور سیاق آیت سے بھی ظاہر ہے کہ قیامت کے روز ارواح کو یہ حکم ہوگا۔ اور جتنی آیتیں معاد جسمانی کے باب میں وارد ہیں سب کا مفاد یہ ہے کہ حشر زمین ہوگا اور کل اولین و آخرین انبیا وغیرہم کا میدان حشر میں موجود رہنا صرح ہے کما قال تعالے ان الاولین والآخرین لمجموعون الی میقات یوم معلوم وقولہ تعالے ویوم نبعث من کل امۃ شہیدا ثم جئنا بک علی ہؤلاء شہیدا۔ جن سے ظاہر ہے کہ اُس روز کوئی بہشت میں نہ رہے گا اتنے دلائل کے بعد یہ کہنا کہ بہشتیوں کے بہشت سے نکلنے پر کوئی حدیث نہیں مرزا صاحب ہی کا کام ہے اگر مرزا صاحب کو اتنے دلائل ملتے تو معلوم نہیں کہ کیا حشر برپا کرتے۔ حق تعالے صاف فرماتا ہے یخرجون من الاجداث کانہم جراد منتشر یعنی سب مُردے قبروں سے ایسے نکلینگے جیسے ٹڈے ہیں پراگندہ اور قیامت کے روز کا نام بھی حق تعالے یوم الخروج رکھا ہے کما قال تعالے یوم یسمعون الصیحۃ بالحق ذلک یوم الخروج انا نحن نحیی ونمیت اور معاد جسمانی پر صدہا حدیثیں موجود ہیں جن کا تھوڑا سا حال اوپر معلوم ہوا باوجود اس کے مرزا صاحب کہتے ہیں کہ ایک حدیث بھی نہیں اور اس پر مرزا صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ جھوٹ شرک کے برابر ہے اس سے عقلا سمجھ سکتے ہیں کہ یہ قول انکا دھوکا دینے کی غرض سے ہے یا نہیں۔

ازالۃ الاوہام صفحہ (۵۲۷) میں عیسٰے علیہ السلام کی وفات کے باب میں لکھتے ہیں کہ اگر ہمارے پاس صرف نصوص قرآن کریم ہوتیں تو فقط وہی کافی تھیں۔ اب جس حالت میں بعض حدیثیں بھی ان نصوص کے مطابق ہوں تو پھر گویا

Marfat.com

وہ یقین نور علیٰ نور ہے جس سے انحراف ایک قسم کی بے ایمانی ہے انتہے۔
یہ بات تو انشاء اللہ تعالےٰ آیندہ معلوم ہوجائے گی کہ نصوص قرآنیہ اور احادیث
نبویہ اور اجماع امت یعنے علیہ السلام کی وفات کے باب میں ہمارے مفید ہیں
یا مرزا صاحب کے مگر یہاں صرف یہ بتلانا منظور ہے کہ معاد جسمانی کے باب میں مرزا صاحب صدہا آیات و احادیث
سے جو عمداً انحراف کر رہے ہیں انہیں کے اقرار کے مطابق وہ بے ایمانی کر رہے ہیں یا نہیں دراصل وہ
دھوکا دینا چاہتے ہیں کہ ادخلی جنتی سے جب مرتے ہی جنت میں داخل ہونا ثابت
ہوجائے تو پھر عدم خروج کے دلائل بہت ہیں مگر یاد رہے کہ جب تک وہ
قطعی طور پر یہ ثابت نکریں کہ مرتے ہی آدمی جنت میں داخل ہوجاتا ہے بلکہ
اُس کے بعد جب تک اُن تمام نصوص قطعیہ کا جواب نہ دیں جن سے معاد
جسمانی اور حشر کا زمین پر ہونا ثابت ہے عدم خروج کی آیتیں اُن کو مفید نہیں
ہوسکتیں۔ اصل مغالطہ کا منشا یہ ہے کہ مرنے کے بعد بعضے روحانی طور پر جنت
میں داخل ہوجاتے ہیں اسی کو اُنہوں نے دخول حقیقی قرار دیا ہے جس کے
بعد خروج ممکن نہیں حالانکہ وہ دخول حشر اجساد و احیائے عظام کے بعد
ہوگا جیسا کہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور دخول روحانی وہ مانع خروج نہیں
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا روحانی طور پر جنت کی سیر کی ہے
جس کا حال انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ معلوم ہوگا۔ اگر مرزا صاحب یہ فرق
کر دیتے کہ شہدا وغیرہم کے ارواح جنت میں داخل ہوتے ہیں۔ مگر
قیامت کے روز وہ اجساد میں داخل اور نئے سرے سے زندہ ہوکر
قبروں سے نکلیں گے۔ اس کے بعد جب داخل جنت ہونگے تو پھر کبھی نہ نکلیں گے

Marfat.com

تو کوئی جھگڑا ابھی نہ تھا تمام آیات واحادیث حشر جسمانی کے مسلم رہتے اور پورے قرآن پر ایمان بھی ہوجاتا مگر عیسٰے علیہ السلام کے زمین پر آنے کے خوف سے اُنہون نے اُس کو گوارا نکیا اور اسکی کچھ پروا نکی کہ صدہا آیات واحادیث کا انکار لازم آجاتا ہے اور استدلال میں بھی چال نکالی کہ ایک احتمالی پہلو جو نصوص قطعیہ کے مخالف ہے پیش کرکے نہایت دھٹائی سے کہدیا کہ قرآن سے ثابت ہے کہ بہشتی مرتے ہی بہشت میں داخل ہوجاتا ہے اور پھر نہیں نکلتا۔

مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۴۳۰) میں لکھتے ہیں یاد رکھنا چاہئے کہ روحانی علوم اور روحانی معارفت صرف بذریعۂ الہامات ومکاشفات ہی ملتے ہیں اور جب تک ہم وہ درجہ روشنی کا نہ پالیں تب تک ہماری انسانیت کسی حقیقی معرفت یا حقیقی کمال سے بہرہ یاب نہیں ہوسکتی صرف کوے کی طرح یا بھیڑی کے مانند ایک نجاست کو ہم حلوا سمجھتے رہیں گے اور ہم میں ایمانی فراست نہیں آئیگی صرف لونبڑی کی طرح داؤپیچ یاد ہونگے انتہٰی۔

اب اہل انصاف خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ جس فراست سے قرآن کی صدہا آیتوں اور حدیثوں کا ابطال ہو اُس کا نام ایمانی فراست ہوگا یا بحسب اقرار مرزا صاحب بے ایمانی اور داؤپیچ کا بھی حال معلوم ہوگیا کہ ایک آیت کا احتمالی پہلو پیش کرکے صدہا نصوص قطعیہ کو رد کردیا اور پھر فرماتے ہیں کہ حق یہی ہے کہ عدالت کے دن پر ہم ایمان تولاتے ہیں لیکن۔ اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ اللہ ورسول نے فرمایا ہے

Marfat.com

وہ سب کچھ ہو گا لیکن سبحان اللہ کیا ایمان و یقین ہے یہ ایمان کا طریقہ تو مرزا صاحب نے ایسا نکالا کہ آدمی تمام دنیا کے مذاہب و ادیان کی تصدیق کر سکتا ہے مثلاً نصاریٰ سے کہدے کہ ہم تثلیث کو مانتے تو ہیں لیکن۔ اور اس لیکن کے تحت میں منافیات تثلیث کو داخل کر دے۔ جتنے مشرکین تھے خدائے تعالیٰ کی خالقیت والوہیت کو یقینی طور پر مانتے تھے کما قال تعالیٰ ولئن سالتہم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ مگر اس کے ساتھ مانعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ کا (لیکن) لگا رہتا تھا۔ اور منافق تو اس لیکن کو ظاہر بھی نہیں کرتے تھے صرف اُس کی کیفیت اُن کے دل میں رہتی تھی باوجود اس کے اُن کا آمنا کہنا بیکار کر دیا گیا اور آخران المنافقین فی الدرک الاسفل من النار کے مستحق ٹھیرے اب اس لیکن کے مطلب پر بھی غور کر لیجئے جب یہ تصریح مرزا صاحب نے کر دی کہ بہشتی مرتے ہی بہشت میں داخل ہو جاتے ہیں اور پھر اُس سے نہیں نکلتے اس کے بعد اگر پوچھا جائے کہ قرآن میں تو یہ ہے کہ سب روحیں اجساد میں داخل ہو کر قیامت کے روز قبروں سے زمین پر نکلیں گے تو یہی جواب ہو گا کہ اس پر ایمان تو ہے لیکن بہشت سے نہیں نکلینگے اور اگر کہا جائے کہ قرآن سے ثابت ہے کہ اولین وآخرین اُس روز سب زمین پر ہونگے تو یہی جواب ہو گا کہ اُس کا یقین تو ہے لیکن بہشت سے کوئی نہ نکلیگا اور اگر کہا جائے کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ حشر میں ہر شخص پریشان رہیگا اور انبیا تک نفسی نفسی کہیں گے تو جواب یہی ہو گا کہ یہ صحیح ہے لیکن جنت کے عیش وعشرت سے کوئی نکالا نہیں جائیگا۔ غرض کہ جتنی آیات واحادیث اس باب میں وارد ہیں سب کی فوراً تصدیق کی جائے گی مگر لفظ لیکن اسکے ساتھ

Marfat.com

لگا رہے گا۔ اسیکے مناسب یہہ حکایت ہے کسی مولوی صاحب نے ایک صاحب سے پوچھا جن کو سیادت کا دعوے تھا کہ آپ کون سے سید ہیں حسنی یا حسینی انھوں نے کہا میں سید ابراہیمی ہوں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص فرزند ابراہیم علیہ وعلی ابیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں ہوں۔ مولوی صاحب نے احادیث اور انساب اور تواریخ کی کتابیں پیش کیں کہ حضرت ابراہیم کا انتقال حالت طفولیت میں ہوگیا ہے سید صاحب نے یہ سُنکر فرمایا وہ سب صحیح ہے لیکن بندہ تو سید ابراہیمی ہے۔ اب ہر شخص غور کرسکتا ہے کہ باوجود اس لاکن کے یہ کہنا کہ خدا و رسول نے قیامت کے باب میں جو کچھ فرمایا وہ سب کچھ ہوگا اور اُس پر ہمارا یقین اور ایمان ہے کہ کیا دھوکی کی ٹٹی نہیں ہے اس سے بڑھکر اور کیا داؤ پیچ ہوسکتے ہیں۔ جن کو تھوڑی سی بھی فراست ہو اسکو بخوبی معلوم کرسکتے ہیں۔

ان مقامات میں جو جو آیات و احادیث وارد ہیں مرزا صاحب کو ایک قدم بڑہنے نہین دیتین اور یہہ وہی نقشہ ہے جو انہون نے ازالۃ الاوہام صفحۂ (۴۶۴) میں عیسیٰ علیہ السلام کے وفات کے باب میں کھینچا ہے کہ ہمارے مخالفین قرآن کریم کے سامنے جاتے ہین تو قرآن کریم کہتا ہے چل دور ہو میرے خزانۂ حکمت میں تیرے خیال کے لئے کوئی مؤید بات نہیں پھر وہاں سے محروم ہو کر حدیثوں کی طرف آتے ہیں تو حدیثیں کہتی ہیں کہ اے سرکش قوم یکبارگی نظر سے ہیں دیکھ اور مؤمن ببعض اور کافر ببعض نہو تا تجھے معلوم ہو کہ ہیں قرآن کے مخالف نہیں اسنتہٰے۔

Marfat.com

اس کا تصفیہ تو اپنے مقام پر انشاء اللہ تعالیٰ ہو جائیگا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے باب میں آیات واحادیث اُن کو رد کرتے ہیں یا اُن کے مخالفین کو مگر یہاں تو ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب قرآن کی جس آیت کے سامنے جاتے ہیں وہ صاف کہتی ہے کہ چل دور ہو تیرے خیالی اور اختراعی باتوں سے میں بری اور بیزار ہوں پھر وہاں سے محروم ہو کر حدیثوں کی طرف آتے ہیں تو ان کا تو ایک لشکر کثیر شمشیر بکف ہے کہ جتنی باتیں تیری معارض قرآن ہیں سب واجب القتل ہیں مگر مرزا صاحب عیسویت پر عاشق دل دادہ ہیں وہ کب کسی کی مانتے ہیں اُن کا عشق اس سے ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کا قیامت کے روز بھی زمین پر اترنا ناگوار ہے اگر نصوص قطعیہ کے مطابق زمین پر حشر ہو اور عیسیٰ علیہ السلام بھی وہاں موجود ہوں تو یہ تو نہ ہو گا کہ قتل دجال وغیرہ کی ضرورت ہو گی جس سے مزاحمت کا اندیشہ ہو۔ پھر جب مرزا صاحب کا اُس میں کوئی ذاتی ضرر متصور نہیں تو ناحق آیات واحادیث کثیرہ سے مخالفت پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی اگرچہ اُنہوں نے یہ سوچا ہے کہ بطور ترقی یہ کہا جائے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام اس عالم میں تو کیا قیامت کے روز بھی زمین پر نہیں اتر سکتے مگر یہ بات ضرورت سے زیادہ ہے اور اس قابل نہیں کہ اس کے لحاظ سے اتنی آیات واحادیث سے مخالفت کی جائے۔ در اصل یہ بھی اُسی عشق کا ایک شعبہ ہے اور اس قسم کی صدہا باتیں ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ بمصداق حدیث شریف حبک للشئ یعمی ویصم عیسویت کے شوق میں ان کو نہ قرآن کریم کی مخالفت کی پروا ہے نہ حدیث شریف کی جب ان کو

Marfat.com

اس درجہ کا عشق ہے تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جو امور ان کے مقصود کے مزاحم اور مانع ہوں تو ان کو کس نظر سے دیکھتے ہونگے۔ عشاق تو ناصح خیر خواہ کو بھی دشمن سمجھتے ہیں چہ جائیکہ موانع اور وہ امور جو مقصود کی طرف جانے سے روک دیں اُن کا بس چلیں تو روکنے والوں کو بلا تامل قتل ہی کر ڈالیں۔ جیسا محمد ابن تومرث نے کیا تھا جس کا حال اسی کتاب میں معلوم ہوا۔ اب غور کیا جائے کہ مرزا صاحب کی اس عاشقانہ رفتار میں جگہہ جگہہ آیات واحادیث جو مزاحمت کر رہی ہیں کس قدر اُن کے دل آزار اور ناگوار خاطر ہونگی جبھی تو وہ بے باکانہ حملے پر حملے کئے جاتے ہیں نہ کسی آیت کو وہ چھوڑتے ہیں نہ حدیث کو۔ انا ولا غیری کی نشا میں سرشار ہیں اور ہر معرکہ میں زبان آوری کے جوہر دکھاتے اور دشمنوں کو تہ تیغ کرتے ہوئے مقصود کی طرف بڑھے جارہے ہیں۔ اس وقت مرزا صاحب کا کوئی دشمن سوا آیات واحادیث کے نظر نہیں آتا جو دائیں بائیں طرف سے اُن پر حملہ آور ہو اگر اہل اسلام مخالفت کر رہے ہیں تو وہ وکالۃً ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب کے مسیح بن جانے سے نہ اُن کے کسی منصب پر اثر پڑتا ہے نہ کوئی نقصان ہے۔

اس مشاہدہ سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب نے جو خواب دیکھا تھا کہ ایک لمبی تلوار جس کی نوک آسمان تک پہنچی ہے اُن کے ہاتھ میں ہے اور داہنے بائیں چلا رہے ہیں اور ہزار ہا دشمن اُس سے مارے جارہے ہیں۔ اُس کی تعبیر یہی ہے کہ ہزار ہا آیات واحادیث کا خون کرینگے جس کا وقوع ہو گیا۔ اور غزنوی صاحب نے جو حسن ظن سے تعبیر دی تھی اُسکو مشاہدہ غلط ثابت کر رہا ہے

Marfat.com

اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں خواب کی تعبیر میں اکثر غلطی ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ خود مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۱۱) میں لکھتے ہیں جو وحی یا کشف خواب کے ذریعہ سے کسی نبی کو ہووے اُس کی تعبیر میں غلطی بھی ہوسکتی ہے انتہٰے۔

جب بقول مرزا صاحب ایسے قابل وثوق خواب میں غلطی ہو جو نبی نے دیکھا ہو اور بذریعہ وحی ہو تو دوسرے خواب اوروں کے اور اُن کی تعبیر کس حساب وشمار میں۔ یہ بات بھی لائق توجہ ہے کہ جو تعبیر ہم نے بیان کی ہے اُس پر ایک بہت بڑا قرینہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کی تلوار کی نوک آسمان تک پہنچی ہے۔ جس سے اشارہ ہے کہ آسمانی کتاب اور آسمانی نبوت کے مکاشفات اور اخبار پر اسی تلوار سے حملہ ہوگا واللہ اعلم بالصواب۔ جب اُس رؤیا کی تعبیر حسب مشاہدہ اور قرینہ قویہ یہ ثابت ہوئی تو مرزا صاحب کا یہ قول جو ازالۃ الاوہام صفحہ (۶۵) میں لکھا ہے کہ حدیثوں میں یہ بات لکھی گئی ہے کہ مسیح موعود اُس وقت دنیا میں آئیگا کہ جب علم قرآن زمین پر سے اُٹھ جائیگا یہ وہی زمانہ ہے جس کی طرف اشارہ ہے لوکان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من فارس یہ وہی زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا انتہٰے۔

یعنی اس وقت علم قرآن کو خود نے ثریا سے لایا ہے (رؤیائے مذکورہ کے خلاف ہے اس لئے کہ تلوار کی نوک آسمان اور ثریا تک پہنچنے کا مطلب تو یہی ہے کہ اگر قرآن ثریا پر بھی جائے تو اُس تلوار سے اُس کا کام وہیں تمام کردیا جائے۔ کیونکہ تلوار کی نوک سے تلوار ہی کا کام لیا جاتا ہے۔

Marfat.com

جب الہامات وغیرہ سے ظاہر ہو گیا کہ قرآن و حدیث کو وہ تہ تیغ کر رہے ہیں اور یہ اصول قرار دیا ہے کہ تفسیر و حدیث و آثار صحابہ وغیرہ کوئی قابل اعتبار نہیں اور اس پر قرآن کے معارف دانی کا دعوے ہے تو جو معارف مرزا صاحب ایجاد کرتے ہیں وہ ضرور ایسے ہونگے کہ نہ کسی مسلمان نے اُن کو سُنا ہوگا نہ اُن کے آباو اجداد نے سو ایسے معارف سننے والے بھی ایسے ہی ہونا چاہیئے کہ جن کو دین بطور وراثت باپ دادا سے پہنچا نہ ہو کیونکہ جہاں دین نیا ہو تو دیندار بھی نئے ہی ہونگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے معارف بیان کرنے والوں کی نسبت صاف فرما دیا ہے کہ اُن کو جھوٹے اور دجال سمجھو چنانچہ امام سیوطی رح درمنثور میں لکھتے ہیں کہ امام احمد رح وغیرہ نے روایت کی ہے

عن ابی ہریرۃ رضہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سیکون فی امتی دجالون

کذابون یا تونکم ببدع من الحدیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباؤکم فایاکم وایاہم لایفتنونکم یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت میں بہت سے دجال جھوٹے ہونگے جو مسلمانوں کے روبرو ایسی نئی نئی باتیں پیش کرینگے کہ نہ اُنہوں نے سنیں نہ اُن کے باپ دادا نے ایسے لوگوں سے بچتے رہو کہیں وہ فتنہ میں نہ ڈال دیں انتہٰی ۔

مرزا صاحب کی کارروائیاں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہر دو پیش نظر ہیں اہل ایمان تھوڑی توجہ کریں تو قیاس سے صحیح نتیجہ نکال لے سکتے ہیں کہ وہ کیسے شخص ہیں ۔ کیا اب بھی مسلمانوں کو مرزا صاحب کے معاملہ میں کوئی شک کا موقع اور عذر باقی ہے ۔ اب حدیث کو دیکھئے کہ امام سیوطی رح

Marfat.com

نے اُس کو روایت کی ہے جن کی جلالت شان یہ ہے کہ مرزا صاحب خود ازالۃ الاوہام کے صفحہ (۱۵۱) میں لکھتے ہیں کہ امام شعرانی صاحب نے ان لوگوں کے نام لئے ہیں جن میں سے ایک امام محدث جلال الدین سیوطی رح بھی ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ورق جلال الدین سیوطی رح کا دستخطی اُن کے صحبتی شیخ عبد القادر شاذلی کے پاس پایا جو کسی شخص کے نام خط تھا جس نے اُن سے بادشاہ وقت کے پاس سفارش کی درخواست کی تھی سو امام صاحب نے اُس کے جواب میں لکھا تھا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تصحیح احادیث کے لئے جن کو محدثین ضعیف کہتے ہیں حاضر ہوا کرتا ہوں۔ چنانچہ اس وقت تک چھتر دفعہ حالت بیداری میں حاضر خدمت ہو چکا ہوں اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میں بادشاہ وقت کے پاس جانے کے سبب سے اس حضوری سے رک جاؤنگا تو قلعہ میں جاتا اور تمہاری سفارش کرتا۔" چونکہ مرزا صاحب نے بلا جرح واعتراض بطیب خاطر اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ اس لئے ہم حتی الوسع امام سیوطی رح کی کتابوں سے احادیث نقل کیا کرتے ہیں تاکہ مرزا صاحب کو اُن کے مان لینے میں تامل نہ ہو۔ اور جس کتاب سے حدیث مذکورۂ بالا کو امام سیوطی رح نے نقل کیا ہے وہ امام احمد رح کی مسند ہے جن کی شاگردی پر اکابر محدثین کو ناز ہے اور خود مرزا صاحب ضرورۃ الامام صفحہ (۲) میں حدیث من مات بغیر امام مات میتۃ جاہلیۃ کو انہیں کی اسی مسند سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ایک متقی کے دل کو امام الوقت کے طالب بنانے کے لئے کافی ہو سکتی ہے کیونکہ جاہلیت کی موت ایک ایسی جامعہ شقاوت ہے

Marfat.com

جس سے کوئی بدی اور بدبختی باہر نہیں سو بموجب اس نبوی وصیت کے ضروری ہوا کہ ہر ایک حق کا طالب امام صادق کی تلاش میں لگا رہے انتہیٰ۔

اس کے بعد اپنے امام الوقت ہونے کی تقریر کرکے یہ نتیجہ نکالا کہ جو اپنے کو امام نہ مانے وہ اُس شقاوت میں گرفتار ہوگا جس سے کوئی بدی اور بدبختی باہر نہیں نہ فسق نہ کفر یعنی فاسق و کافر ہوگا۔ اب دیکھئے کہ مسند موصوف کو بقول مرزا صاحب کس درجہ قوت ہے کہ اُس کی حدیث پر عمل نہ کرنے والا فاسق بلکہ کافر ہو جاتا ہے پھر اسی کتاب کی وہ حدیث واجب العمل کیوں نہ ہو جس سے نئی غیر معروف باتیں بنانے والے دجال و کذاب ثابت ہوتے ہیں۔

من مات بغیر امام کی حدیث میں چونکہ مرزا صاحب کا نام نہیں ہے اس لئے اُس سے خاص مرزا صاحب کا امام زماں ہونا ثابت نہیں ہوسکتا بخلاف اس کے جو شخص ایسی نئی باتیں بیان کرے جو مسلمانوں نے اور اُن کے آبا و اجداد نے نہیں سنی اُسکو دجال و کذاب و فتنہ پرداز سمجھنا بحسب اقرار مرزا صاحب صراحۃً اس حدیث سے لازم اور واجب ہے خدا کرے مرزا صاحب ایسی نئی باتیں بنانا چھوڑ دیں اور مسلمانوں کے معتمد علیہ بن جائیں۔

یہاں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ حدیث شریف تو صراحۃً بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ نئی باتیں بنانے والا دجال و کذاب ہے اور مرزا صاحب کی تقریر سے مستفاد ہے کہ نصوص کیسے ہی صراحت سے وارد ہوں مگر مرزا صاحب کے قول کے مقابلے میں وہ سب ترک کر دی جائیں۔ چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۹۰۴) میں فرماتے ہیں۔ صرف الہام کے ذریعہ ایک مسلمان اسکے معنی آپ سمجھ

کھولتا ہے کہ ابن مریم سے اس جگہہ درحقیقت ابن مریم مراد نہیں ہے تب بھی بمقابل اُس کے آپ لوگوں کو یہ دعوے نہیں پہنچتا کہ ابن مریم سے مراد درحقیقت ابن مریم ہی ہے کیونکہ مکاشفات میں استعارات غالب ہوتے ہیں اور حقیقت کے پھیرنے کے لئے الہام الٰہی قرینۂ قویہ کا کام دے سکتا ہے اور آپ حسن ظن کے مامور ہیں انتہٰی۔

دیکھ لیجئے کہ ابتدائے اسلام سے آج تک کسی نے کہا نہ سنا کہ عیسیٰ علیہ السلام مرکر زمین میں دفن ہوگئے اور اُن کا ہم نام یا مثیل پیدا ہوکر پادریوں کا جواب دیگا اور پادری لوگ ہی دجال ہیں۔ اسی طرح قیامت کا جنت میں ہونا وغیرہ امور جو مرزا صاحب سنا رہے ہیں ایسے ہیں کہ کسی مسلمان نے نہیں سُنے اور آیات واحادیث میں کھلے الفاظوں میں موجود ہے کہ قیامت زمین پر ہوگی اور عیسےٰ ابن مریم علیہ السلام قبل قیامت زمین پر آئیں گے ایسے موقع میں۔ مرزا صاحب پر حسن ظن کیا جائے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی جائے کہ جو شخص نئی باتیں بنائے وہ دجال وکذاب سمجھا جائے۔ ہمارے کہنے کی یہاں کوئی ضرورت نہیں۔ ہر شخص اپنے معتقد علیہ کی بات کو خود مان لے گا وماعلینا الا البلاغ۔

اگر مرزا صاحب کے مخترعات پر حسن ظن ضرور ہے تو ابو منصور کے کشف مذکور کے الہامات کیوں قابل حسن ظن نہوں آخر اُس کا بھی دعوے الہام ہی سے تھا کہ حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر الخ کے معنی یہ نہیں جو ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتے ہیں بلکہ وہ بزرگوں کے نام تھے جن کی حرمت وتعظیم کی ضرورت تھی

Marfat.com

اس وجہ سے مردار اور خون اور گوشت خنزیر وغیرہ کی حرمت ثابت نہیں علی ہذا القیاس جتنے مدعیان الہام گذرے ہیں سب کا یہی دعوے تھا کہ ہمارے الہام حجت ہیں اور اسی قسم کی دلائل انہوں نے بھی قائم کئے ہونگے کہ کلام خدا ورسول کو پھیرنے کے لئے الہام الٰہی قرینہ تویہ کا کام دے سکتا ہے اور آپ حسن ظن کے مامور ہیں۔ انہی وجوہات سے ہزاروں اُن کے بھی پیرو ہو گئے تھے مگر درحقیقت وہ جھوٹے تھے جن کے کذاب و دجال ہونے کے قائل غالباً مرزا صاحب بھی ہونگے۔ اب ان صدہا تجربوں کے بعد بھی اگر مرزا صاحب کے الہاموں پر حسن ظن کیا جائے تو یہ مقولہ صادق آ جائیگا من جرب المجرب حلت به الندامة مگر یہ ندامت قیامت کے روز خدا اور رسول کے روبرو کچھ مفید نہ ہو گی۔

غرض کہ مرزا صاحب نے جو کہا تھا کہ آدمی مرتے ہی جنت میں چلا جاتا ہے اور استدلال میں یہ آیت پیش کی تھی ادخلی جنتی سو اُس کا حال معلوم ہو گیا کہ اس آیت کو اُس سے کوئی تعلق نہیں بلکہ سیاق آیت سے ظاہر ہے کہ قیامت کے روز یہ ارشاد ہو گا جس پر دوسرے آیات بھی ناطق ہیں اور اگر موت کے وقت کہا بھی جاتا ہو تو بطور بشارت ہے کہ وقت پر داخل ہو جائے۔

اور اس آیۂ شریفہ سے یہی استدلال کرتے ہیں قولہ تعالے قیل ادخل الجنۃ قال یلیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین یہ ایک شخصی واقعہ ہے جس کو حق تعالےٰ نے وجاء رجل من اقصے المدینۃ یسعیٰ الی قولہ تعالےٰ قیل ادخل الجنۃ میں ذکر فرمایا ہے ماحصل اس کا یہ ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام نے

Marfat.com

اہل انطاکیہ کی طرف اپنے حواریین سے تین شخصوں کو بھیجا تھا کہ ان کو توحید کی دعوت کریں انھوں نے ان سب کو مار ڈالا اس اثنا میں ایک بزرگ جن کا نام حبیب تھا وہ بھی آئے اور اُس قوم کو نصیحت کرکے اپنا ایمان ظاہر کیا انہوں نے ان کو بھی شہید کر ڈالا حق تعالے اُس بزرگ کا حال بیان فرماتا ہے۔

قیل ادخل الجنۃ قال یالیت قومی یعلمون بما غفر لی ربی وجعلنی من المکرمین یعنی اُس شخص سے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو اُس نے کہا کاش میری قوم جانتی کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور عزت دی۔ اس واقعہ پر مرزا صاحب استدلال کرتے ہیں کہ مرتے ہی جنتی جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اُس میں صرف اسی قدر ہے کہ اُس شخص سے کہا گیا تھا کہ جنت میں داخل ہو جا یہ تو نہیں کہا گیا ابھی داخل ہو جا اگر فی الحقیقت اُن کے داخل ہو جانے کا حال بیان کرنا مقصود ہوتا تو ادخلناہ فی الجنۃ ارشاد ہوتا یعنی ہم نے اُس کو جنت میں داخل کر دیا کیونکہ یہاں اس بزرگ کی جان بازی کے معاوضہ میں اپنے کمال فضل کا حال بیان کرنا مقصود ہے فن بلاغت میں بلاغت کے معنی یہ لکھتے ہیں کہ کلام مقتضائے حال کے مطابق ہو کما قال فی التلخیص البلاغۃ فی الکلام مطابقتہ لمقتضی الحال مع فصاحتہ اب دیکھئے کہ اگر وہ بزرگ داخل جنت ہو گئے ہوتے تو مقتضائے حال لفظ ادخلناہ تھا نہ قیل ادخل الجنۃ اور جب قیل ادخل ارشاد ہے۔ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ صرف بشارت مقصود تھی ورنہ کلام مطابق مقتضائے حال نہ ہوگا حالانکہ کلام آلہی میں یہ بات محال ہے۔ اگر کہا جائے کہ حق تعالے کا فرمانا بھی دخول جنت کے لئے کافی ہے

Marfat.com

تو ہم کہیں گے کہ لفظ قیل ادخل سے دو احتمال پیدا ہوتے ہیں ایک فوراً داخل ہو جانا دوسرا وقت معین پر یعنی قیامت کے روز داخل ہونے کی بشارت اس صورت میں وہ احتمال لینا جو مخالف قرآن ہے ہرگز جائز نہیں پھر ایسا احتمال پہلو اختیار کرنیکی ضرورت ہی کیا تھی صاف ارشاد ہو جاتا کہ ہم نے اُس کو جنت میں داخل کر دیا جس سے کوئی احتمال ہی باقی نہ رہتا اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ دخول روحانی تھا جو عارضی طور پر ہوا کرتا ہے۔ غرض کہ اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ مرتے ہی ہر شخص جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور پھر اس سے نہیں نکلتا۔

اور یہ آیہ شریفہ بھی استدلال میں پیش کرتے ہیں و لاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یعنی شہیدوں کو مُردے مت سمجھو وہ اللہ کے پاس زندہ ہیں۔

اس میں تو جنت کا نام بھی نہیں رہا اللہ کے پاس زندہ رہنا سو اُس میں جنت کی کیا خصوصیت دیکھ لیجئے فرشتے زندہ ہیں اور جنت میں نہیں ہیں اور اگر کہا جائے کہ فرشتے آسمانوں میں ہیں اور جنتیں بھی وہیں ہیں جس سے یہ لازم آتا ہے کہ کل آسمانی فرشتے جنت میں ہیں تو پھر یہ کہنا کہ جنت میں داخل شدہ خارج نہیں ہو سکتا صحیح نہیں اس لئے کہ فرشتے زمین پر برابر اترتے رہتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے تنزل الملٰئکۃ والروح اس صورت میں ممکن ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی اُن فرشتوں کے ساتھ اتر آئیں۔ غرض کہ زندگی کے واسطے جنت کی ضرورت نہیں اگر قبر ہی میں خاص طور پر زندہ رہیں تو احیاء کہ

Marfat.com

عند ربہم جب بھی صادق آئیگا اور قرب کے لئے نہ آسمانوں کی ضرورت ہے نہ جنت کی حق تعالٰے فرماتا ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید وقولہ تعالٰی فلولا اذا بلغت الحلقوم وانتم حینئذ تنظرون ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون یعنی جب روح حلق کو پہنچ جاتی ہے اور تم دیکھتے رہتے ہو اور ہم تم سے زیادہ تر نزدیک اُس کے رہتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ عند کا مضمون ہر وقت صادق ہے۔

اس میں کلام نہیں کہ شہدا کو خاص طور پر تقرب ہے مگر اس سے ثابت یہ نہیں ہو سکتا کہ ہمیشہ کے لئے وہ جنت میں داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ اس قسم کا داخل ہونا بعد حشر کے ہوگا جیسا کہ حق تعالٰے فرماتا ہے وسیق الذین اتقوا ربہم الی الجنۃ زمراً حتٰے اذا جاؤہا وفتحت ابوابہا وقال لہم خزنتہا سلام علیکم طبتم فادخلوہا خالدین ترجمہ جو لوگ متقی ہیں ان کی گروہ گروہ جنت کی طرف جائینگے۔ جب وہ لوگ وہاں پہنچینگے اور دروازے کھولے جائینگے تو دربان کہینگے سلام ہے تم پر خوش رہو اور داخل ہو اور ہمیشہ اسی میں رہو۔ اگر کہا جائے کہ اس آیت میں تو قیامت کا ذکر نہیں ہے تو ہم کہینگے کہ اُس میں موت کا بھی ذکر نہیں ہے ظاہر آیت سے صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ متقی لوگ جنت میں داخل ہونگے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرما دی ہے کہ قیامت کے روز وہ داخل جنت ہونگے۔ چنانچہ امام سیوطی رحمہ نے در منثور میں لکھا ہے۔ اخرج النسائی والحاکم وابن حبان عن ابی ہریرۃ وابی سعید رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مامن عبد یصلی الصلوات الخمس ویصوم رمضان ویخرج الزکوٰۃ ویجتنب الکبائر السبع

الا فتحت لہ ابواب الجنۃ الثمانیۃ یوم القیٰمۃ یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص پانچ وقت کی نماز پڑھے اور رمضان کے روزہ رکھے اور زکواۃ دے اور ساتوں گناہ کبیرہ سے بچے تو قیامت کے روز اُس کے لئے جنت کے دروازے کھولے جائینگے انتہے۔

اب غور کیا جائے کہ اگر وہ لوگ جنت میں داخل شدہ تجویز کئے جائیں تو قرآن وحدیث کے مطابق پھر دوبارہ اُن کو اُس روز داخل جنت ہونا پڑیگا اور وہ کس قدر خلاف عقل ہے کیونکہ عقلا جانتے ہیں کہ تحصیل حاصل محال ہے۔

الحاصل آیۂ شریفہ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ شہدا قیامت سے پہلے جنت میں داخل ہوجاتے ہیں البتہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شہدا کی ارواح جنت میں داخل ہوجاتی ہیں۔

چونکہ مرزا صاحب کی عادت ہے کہ جو احادیث اُن کے مقصود کے مضر ہوتی ہیں اُن کو نظر انداز کیا کرتے ہیں چنانچہ حشر اجساد کے باب میں جتنی حدیثیں وارد ہیں سب کو نظر انداز کر دیا اور ایک کا بھی جواب نہ دیا اسی طرح ہم کو بھی اس مقام میں احادیث سے تعرض کرنیکی ضرورت نہ تھی مگر اپنے ہم مشربوں کے خیال سے اُن احادیث کا بھی مطلب بیان کر دیتے ہیں جو اس باب میں وارد ہیں۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ دخول جنت روحانی طور پر بھی ہوا کرتا ہے جیسا کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے منجملہ اُن کے ایک یہ ہے جو بخاری و مسلم اور مسند امام احمد رحمہ میں ہے عن انس رضہ وجابر رضہ قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخلت الجنۃ فاذا انا بقصر من ذہب فقلت لمن ہذا القصر قالوا لشاب من قریش فظننت انی انا ہو قلت ومن ہو قالوا عمر ابن الخطاب فلولا علمت من غیرتک لدخلتہ حم ق ت کذا فی کنز العمال یعنی فرمایا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہ میں جنت میں داخل ہوا دیکھا کہ ایک محل سونے کا بنا ہوا ہے میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے لوگوں نے کہا ایک جوان قریشی کا ہے میں نے خیال کیا کہ شاید وہ میرا ہو گا مگر پھر پوچھا کہ وہ کون شخص ہے کہا عمر ابن الخطابؓ اگر تمہاری غیرت کا خیال نہ ہوتا تو میں اُس محل میں چلا جاتا انتہٰی۔

اور ایک حدیث یہ بھی ہے جو بخاری میں مذکور ہے عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینا انا اسیر فی الجنۃ اذا انا بنہر حافتاہ قباب الدر المجوف قلت ماھذا یا جبرئیل قال ھذا الکوثر الذی اعطاک ربک فاذا طینہ مسک اذفر رواہ البخاری۔ کذا فی المشکوٰۃ یعنی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار میں جنت میں سیر کر رہا تھا ایک نہر پر جا نکلا جس کے کنارے مجوف موتی کے قبہ تھے میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ کیا ہے کہا یہ وہی کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو دیا ہے دیکھا تو اُسکا کیچڑ مشک اذفر ہے انتہٰی۔

اگرچہ ان حدیثوں میں خواب کی تصریح نہیں ممکن ہے کہ شب معراج حالت بیداری ہی میں تشریف لے گئے ہوں مگر علی سبیل التنزل دخول روحانی میں تو کلام ہی نہیں جب سے یہ ثابت ہے کہ دخول روحانی مانع خروج نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح شہدا بھی روحانی طور پر جنت میں داخل ہوا کرتے ہیں چنانچہ اس روایت سے ظاہر ہے جس کو امام سیوطی رح نے درمنثور میں مسند امام احمد ابن حنبل اور ابو داؤد اور مستدرک حاکم وغیرہ سے نقل کیا ہے اخرج احمد وابو داؤد والحاکم وغیرہم عن ابن عباس رض قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اصیب اخوانکم باحد جعل اللہ ارواحھم فی اجواف طیر خضر ترد انہار الجنۃ وتاکل ثمارھا وتاوی الی قنادیل من ذہب معلقۃ فی

Marfat.com

ظل العرش الحدیث یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ تمہارے بھائی جب احد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالے ان کی روحوں کو سبز سبز پرندوں میں کیا وہ جنت کے نہروں پر جاتے ہیں اور میوے کھاتے ہیں اور سونے کی قنادیل میں رہتے ہیں جو عرش کے سایہ میں لٹکی ہوئی ہیں انتہٰی۔

شہدا کا روحانی اور عارضی طور پر جنت میں جانا اس سے بخوبی ثابت ہے کہ انکی روحیں پرندوں میں رکھی گئیں اور مقام اُن کا قنادیل قرار دیا گیا نہ حور و غلمان سے اُن کو تعلق ہے نہ تخت و تاج سے کام نہ لباس و زیور سے آرائش نہ اُن کے لئے فرش و فروش حالانکہ یہ امور جنتیوں کے لئے لازم ہیں جس کا حال ابھی معلوم ہوا صرف پرندوں کی طرح کھا پی لیتے ہیں اور خاص قسم کا تقرب بھی حاصل ہے مگر وہ خصوصیات جو وقت پر ہونے والی ہیں کہاں جس دخول کے بعد ہمیشہ رہنا ہوگا وہ دخول جسمانی ہے جس کی نسبت اس آیہ شریفہ میں اشارہ ہے کما خلقنا کم اول خلق نعیدہ یعنی جس طرح ہم نے پہلے تمہیں پیدا کئے اسی خلق پر دوبارہ پیدا کرینگے اور ظاہر ہے کہ دخول روحانی میں یہ بات نہیں ہے اور بخاری شریف صفحہ (۶۹۳) میں یہ روایت ہے عن ابن عباس رض قال خطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انکم محشورون الی اللہ عز وجل عراۃ غرلا کما بدأنا اول خلق نعیدہ وعداً علینا انا کنا فاعلین یعنی خطبہ میں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگوں کا حشر خدائے عز وجل کی طرف ہوگا برہنہ اور بے ختنہ یعنی ابتدائے پیدائش کے مطابق چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے جیسے ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اسی طرح پھر اعادہ کرینگے یعنی پہلی حالت پر دوبارہ پیدا کرینگے یہ وعدہ ہم پر لازم ہے جسکو ہم پورا کرنے والے ہیں انتہٰی۔

Marfat.com

اسی اعادہ کے بعد فادخلوہا خالدین کہا جائیگا جس کا حال ابھی معلوم ہوا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شہدا جب ہمیشہ رہنے کے واسطے جنت میں دوبارہ داخل ہونگے تو پرندوں کی شکل پر نہ رہینگے بلکہ بمصداق ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم شکل انسانی میں ہونگے جو احسن صور ہے۔

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ ہر دخول جسمانی بھی مانع خروج نہیں چنانچہ معراج شریف کا واقعہ اسلامی دنیا میں مثل آفتاب روشن اور اعلان کر رہا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم بیداری میں جسم اطہر کے ساتھ جنتوں میں تشریف لے گئے تھے اور واپس تشریف لانے کو کوئی چیز مانع نہ ہوسکی۔ اگر کوئی منصف مزاج دیدۂ عقل کو سرمۂ بصیرت بخش شریعت غرا سے منور کرکے دیکھے تو معلوم ہو کہ یہ دونوں گھر یعنی دار الدنیا اور دار الجنان ایک ہی خالق کے مخلوق ہیں جس کو جب تک جہاں چاہے رکھے اور جس کو چاہے ایک گھر سے دوسرے گھر میں لے جائے مختار ہے اور عادت اللہ بھی جاری ہوچکی ہے کہ بجسب ضرورت مُردے زندہ ہوچکے ہیں جس پر کئی آیات بینات متفق اللفظ والمعنی گواہی دے رہے ہیں جس کا حال انشاءاللہ تعالے معلوم ہوگا اور یہ بھی ثابت ہے کہ شہدا کی ارواح اس عالم میں آیا کرتی ہیں چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو فرشتوں کے ساتھ اُڑتے ہوئے دیکھا کما ذکر السیوطی رح فی کنز العمال عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفت جعفرا فی رفقۃ من الملئکۃ یبشرون اہل بیتہ بالمطر (عد) وعن البراء رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

ان اللہ قد جعل لجعفر جناحین مضرجین بالدم یطیر بہما مع الملئکۃ (قط فی الافراد ک)
اس کے بعد یہ بات ہر صاحب فہم کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ اگر بقول مرزا صاحب عیسے علیہ السلام کی وفات تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کر بھی لی جائے تو بحسب وعدۂ خدا و رسول اُن کا زندہ ہو کر اپنی خدمت بجا لانے کے واسطے چند روز کے لئے آجانا کونسی بڑی بات ہے۔ اگر مرزا صاحب اپنی عیسویت کے خیال کو علیحدہ رکھکر خدائے تعالیٰ کی قدرت اور ایفائے عہد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخبر صادق ہونے پر غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ عیسے علیہ السلام کا زمین پر آنا کسی حالت میں مستبعد اور خلاف عقل نہیں۔

غرض کہ یہ بات بدلائل ثابت ہو چکی کہ دخول جنت دو قسم پر ہے ایک روحانی اور قبل حشر اجساد دوسرا جسمانی اور بعد حشر پہلا مانع خروج نہیں مگر مرزا صاحب نے اس کے خلاف میں دوسرا اقسام کا اختراع کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ

جنت اور دوزخ تین درجوں پر منقسم ہے پہلا درجہ قبر کا دوسرا درجہ حشر اجساد کے بعد اور جنت عظمیٰ یا جہنم کبریٰ میں داخل ہونے سے پہلے حاصل ہوتا ہے اور بوجہ تعلق جسد کامل قویٰ میں ایک اعلیٰ درجہ کی تیزی پیدا ہوتی ہے۔ تیسرا درجہ یوم الحساب کے بعد ا نتہے۔

اس تقریر میں مرزا صاحب حشر اجساد کا نام جو لے رہے ہیں اُس میں بڑی دوراندیشی سے کام لیا جارہا ہے۔ کیونکہ اگر اُس کا نام بھی نہ لیں تو لوگ بالکل کافر بنا دینگے مگر اس زمانہ میں ایسی احتیاط کی ضرورت نہیں ایسے بزرگوار لوگ جو کچھ فرما دیتے ہیں وہ بات چل ہی جاتی ہے اور کسی قسم کے شبہ تک

Marfat.com

نوبت ہی نہیں آتی آخر اس حدیث شریف کا صادق ہونا بھی ضرور ہے عن انس رضؓ

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من اشراط الساعۃ ان یرفع العلم ویظہر الجہل (حم ق ت ہ) یعنی بخاری مسلم اور مسند امام احمد رحؒ اور ابن ماجہ میں روایت ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کی علامتوں سے ایک یہ ہے کہ علم اُٹھ جائیگا اور جہل ظاہر ہوگا انتہےٰ ۔

اگرچہ علم کے اُٹھ جانے کے کئی معنی ہوسکتے ہیں مگر مشاہدہ جو ہو رہا ہے اُسکے لحاظ سے یہہ معنی بھی صادق آتے ہیں کہ جب قرآن کے اصلی معنی لوگون کے خیال سے جاتے رہیں تو جو حقیقی اور واقعی علم ہے وہ بے شک اٹھ جائیگا مثلاً قیامت کا علم وہی ہے جو آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ مردے زندہ ہوکر قبرون سے زمین پر آجائینگے پھر جب یہ علم جاتا رہے اور اُسکی جگہہ یہ ذہن نشین ہو کہ مُردے اندر ہی اندر سوراخ کی راہ سے جنت میں گھس جا بیٹھیں گے جیسا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں تو علم کے اُٹھنے میں اور جہل مرکب کے ظاہر ہونے میں کیا شک ہے ۔ ہرچند یہ پر آشوب و فتن زمانہ ایسا ہی ہے مگر ایمان والوں کو بفضلہ تعالےٰ کچھ خطر نہیں چنانچہ حدیث شریف ہے

عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تکرہوا الفتنۃ فی آخر الزمان فانہا تبیر المنافقین رواہ ابو نعیم کذا فی کنز العمال یعنی آخر زمانہ والوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم لوگ کسی فتنہ کو مکروہ نہ سمجھو وہ صرف منافقوں کو تباہ کریگا انتہےٰ ۔

یعنی جہل مرکب کے گڑھوں میں گر کے تباہ اور ہلاک ہونگے غرض کہ ہم لوگونکو

Marfat.com

چاہیے کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر طور پر فرما دیا ہے اُسی پر مضبوط ایمان رکھیں اور رجان سے زیادہ تر عزیز سمجھیں پھر کبھی فتنہ گر کے فتنہ سے کچھ خوف نہیں۔

مرزا صاحب کا مذہب ابھی معلوم ہوا کہ آدمی مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاتا ہے پھر تخت رب العالمین بھی اتر آئے تو وہ حصار جنت سے حساب وکتاب کے واسطے باہر نہ نکلیگا اس صورت میں جو تحریر فرماتے ہیں کہ حشر اجساد کے بعد اور جنت عظمےٰ میں داخل ہونے کے پہلے تعلق اجساد کا متوسط درجہ قرار دیا گیا ہے تو یہ ترقی معکوس سمجھ میں نہیں آتی البتہ پہلا درجہ جو قبر کو قرار دیا ہے اُس کو مجازاً جنت تسلیم کرسکتے ہیں کیونکہ حق تعالےٰ فرماتا ہے النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب یعنی دکھاتے ہیں ان کو صبح وشام دوزخ کی آگ اور قیامت کے روز کہا جائیگا کہ فرعون کے لوگوں کو داخل کرو سخت عذاب میں اور بخاری شریف میں ہے عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مات احدکم فانہ یعرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی فان کان من اہل الجنۃ فمن اہل الجنۃ وان کان من اہل النار فمن اہل النار یعنی جب کوئی مرجاتا ہے تو خواہ وہ جنتی ہو یا دوزخی اس کا مقام صبح وشام اُسکو دکھایا جاتا ہے۔ یہ آیت وحدیث اس بات پر دلیل قطعی ہے کہ ہر شخص اپنی ہی قبر میں رہتا ہے اور وہیں اپنا مقام دیکھا کرتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ قبر جنت کا کوئی درجہ نہیں بلکہ اُس سے خارج ہے ہاں اگر اس لحاظ سے کہ جنت وہاں سے نظر آتی ہے اُسکو جنت کہیں تو مجازاً

Marfat.com

ممکن ہے مگر پچاس ہزار برس کا قیامت کا دن جس میں انبیا بھی نفسی نفسی پکاریں گے اسکو جنت کا ایک درجہ وہ بھی متوسط قرار دینا سخت حیرت انگیز ہے نہ قرآن اُس کی تصدیق کرتا ہے نہ حدیث بلکہ دونوں اعلان کے ساتھ اسکی تکذیب کر رہے ہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ اس آیۂ شریفہ سے وہ تقریر اور بھی مستند ہوگئی جس میں بیان کیا گیا تھا کہ دخول جنت و دوزخ قیامت پر منحصر ہے اور مرزا صاحب کی اُس تقریر کی بھی حقیقت کھل گئی جو ازالۃ الاوہام صفحہ (۳۶۰) میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص ایمان اور عمل کی ادنیٰ حالت میں فوت ہوتا ہے تو تھوڑی سی سوراخ بہشت کی طرف اُس کے لئے نکالی جاتی ہے پھر لوگوں کی دعاؤں وغیرہ سے وہ سوراخ بڑھکر ایک وسیع دروازہ ہو جاتا ہے جس سے وہ بہشت میں چلا جاتا ہے اس سے ثابت ہے کہ بہشت میں داخل ہونے کے لئے ایسے زبردست اسباب موجود ہیں کہ قریباً تمام مومنین یوم الحساب سے پہلے اُس میں پورے طور پر داخل ہو جائینگے اور یوم الحساب اُن کو بہشت سے خارج نہ کریگا انتہےٰ ملخصاً۔

یہ امر پوشیدہ نہیں کہ روح ایسی لطیف چیز ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے سوراخ سے بھی وہ نکل جاتی ہے چنانچہ رحم کا منہ باوجودیکہ نہایت سختی سے بند ہو جاتا ہے جس کی تصریح طب جدیدہ میں کی گئی ہے مگر روح اُس سے بھی نکل کر جنین میں داخل ہو ہی جاتی ہے۔ پھر اُس سوراخ سے نکل جانا جو قبر سے بہشت کی طرف اسی کے واسطے نکالا جاتا ہے کیا مشکل اُس کے نکلنے کے لئے نہ بڑے دروازے کی ضرورت ہے نہ اس قدر مہلت درکار ہے کہ سوم دہم چہلم سہ ماہی برسی وغیرہ میں جو دعائیں اور کار خیر ہوتے ہیں بتدریج اُس سوراخ کو بڑا بڑا کر وسیع کر دیں جس سے وہ نکلکر جنت میں داخل ہوسکے کیونکہ بقول مرزا صاحب روح تو مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاتی ہے

Marfat.com

چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۳۶۴) میں فرماتے ہیں ہر ایک مومن جو فوت ہوتا ہے اسکی روح خدائے تعالےٰ کے طرف اُٹھائی جاتی ہے اور بہشت میں داخل کی جاتی ہے جیساکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یاایتہا النفس المطمئنۃ الایہ بظاہر مرزا صاحب کے ان دونوں کلاموں میں تعارض سا معلوم ہوتا ہے کہ روح مرتے ہی جنت میں داخل ہوجاتی ہے۔ اور لوگونکی (دعا) وغیرہ سے سوراخ کشادہ ہونے کے بعد ایماندار جنت میں چلا جاتا ہے مگر اُس کے جواب کی طرف اُنہوں نے اشارہ کردیا کہ روح تو مرتے ہی جنت میں پہنچ جاتی ہے اور ہمیشہ رہنے کے لئے جنت میں داخل ہونا جوا جیائے جسم پر موقوف ہے جیساکہ قولہ تعالےٰ قال من یحیی العظام واہی رمیم قل یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ سے ثابت ہے سو اُسکے لئے مہلت درکار ہے جس میں دروازہ اتنا وسیع ہو کہ لاش اُس سے نکل جائے چنانچہ مرتے ہی داخل ہونے کے باب میں تصریح کرتے ہیں کہ روح داخل ہوتی ہے اور مہلت اور وسعت باب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ شخص ایماندار داخل ہوتا ہے اس تقریر سے تعارض تو دفع ہوگیا لیکن اس پر ایک نیا شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ شخص جنت میں داخل ہونے کو جاتا ہے اور جنت آسمان پر ہے جیسے مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۴۲۶) میں تحریر فرماتے ہیں کہ عیسےٰ علیہ السلام فوت ہونے کے بعد اُن کی روح آسمان کی طرف اُٹھائی گئی اور ہر مومن کی بھی اُٹھائی جاتی ہے اور بہشت میں داخل کی جاتی ہے انتہےٰ۔

اور نیز جنتونکا آسمان پر ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو ضرور تھا کہ مردے آسمانوں پر جاتے ہوئے دکھائی دیتے کیونکہ یہ دخول اس وجہ سے جسمانی ہے کہ روح تو مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاتی ہے اور اس دخول کے لئے دعاؤں وغیرہ کا

Marfat.com

وغیرہ کا انتظار رہتا ہے جس سے سوراخ اس قابل ہو کر لاش اُس سے نکل جائے اس صورت میں ضرور تھا کہ مردے قبروں سے نکلتے ہوئے نظر آتے شاید اس کا یہ جواب دیا جائیگا کہ وہ اس طرف سے نہیں جاتے بلکہ زمین کے اندر ہی اندر سوراخ کرکے دوسری طرف سے نکل جاتے ہیں تو اُس کے ماننے میں بھی تامل ہے کیونکہ ایسا سوراخ جس سے مردہ جاسکے کسی قبر میں دیکھا نہیں گیا اگرچہ یہ ممکن ہے کہ مردہ نکلتے ہی وہ سرنگ پاٹ دی جاتی ہو لیکن اس کے ماننے کے بعد بھی ایک اور دشواری درپیش ہے کہ جغرافیہ سے ثابت ہے کہ اگر ہندوستان کی زمین میں سوراخ آرپار کر دیا جائے تو وہ امریکہ کے کسی حصہ میں نکلیگا پھر اگر ہندوستان کے مُردے اس سوراخ کی راہ سے اُس طرف زمین پر نکل کر آسمان کی طرف جائیں تو امریکہ والوں کی شکایت گورنمنٹ میں ضرور پیش ہوتی کہ ہندوستان سے صدہا بلکہ ہزارہا مردے ہر روز چلے آتے ہیں کوئی کفن پہنا ہوا ہے کوئی برہنہ ہیبت ناک کسی کے گھر میں نکلتے ہیں کسی کی زراعت وغیرہ میں غرض علاوہ خوف ودہشت کے مالی نقصان بھی ہوتا ہے۔ حالانکہ ابتک کوئی اس قسم کی شکایت کسی اخبار میں دیکھی نہیں گئی یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے مرزا صاحب ہی کی تحقیق سے استفادہ کیا گیا ہے۔ انہوں نے ازالۃ الاوہام صفحہ (۴۷۳) میں لکھا ہے کہ عیسٰے علیہ السلام اپنے وطن گلیل میں مر گئے اور رسالۃ الہدیٰ میں لکھتے ہیں کہ اُن کی قبر کشمیر میں ہے اور اُسکو اپنے کشف اور گواہوں سے ثابت کیا ہے اگر سوراخ کی راہ سے مردے دوسری طرف سے نہ نکلتے تو عیسٰی علیہ السلام گلیل میں بیت المقدس کے پاس مر کر کشمیر میں کیوں آتے اہل اسلام بخوبی جانتے ہیں کہ ہمارے دین میں بلکہ کل ادیان سماویہ میں قیامت کا

Marfat.com

مسئلہ کیسا مہتم بالشان ہے جس میں صدہا آیات واحادیث وارد ہیں جن سے ظاہر ہے کہ جس طرح توحید ورسالت پر ایمان ضروری ہے قیامت کے وقوع پر بھی ضروری ہے اور کسی مسلمان کو ابتدا سے آج تک اُس میں خلاف نہیں مگر مرزا صاحب نے صرف اتنی بات بتلانے کے لئے کہ (عیسے علیہ السلام اس عالم میں تو کیا قیامت میں بھی زمین پر نہیں آسکتے) ایسے مشہور ومعروف اور ضروری مسئلہ کا انکار ہی کردیا پھر جن مسائل میں چند آیات واحادیث وارد ہوں اُن کے اصل معنی سے انکار کردینا کونسی بڑی بات ہے۔ اگر مرزا صاحب کو ذرا بھی خوف خدا اور قیامت کے دن کا خیال ہوتا تو قرآن وحدیث کے معنی اپنے دل سے تراش کر لکھنے پر اُن کے ہاتھ یاری نہ دیتے کیونکہ حقتعالیٰ فرماتا ہے فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ہذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمناً قلیلاً فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون۔ ادنی تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ جو بات ہذا من عند اللہ کہنے میں ہے وہی بات کسی آیت کا مضمون خلاف مقصود الٰہی بیان کرنے میں ہے۔ دیکھ لیجئے کہ اگر کوئی کہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے احل اللہ لکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر سو جس طرح یہ شخص ملحد اور بے دین سمجھا جائیگا اسی طرح وہ شخص بھی سمجھا جائیگا جو آیۂ شریفہ حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر سے مراد یہ بیان کرے کہ میتۃ اور دم اور لحم خنزیر عرب میں معزز لوگ تھے اُس میں تعظیم وحرمت کرنیکا اس میں حکم ہے مردار وغیرہ کی حرمت سے اسکو کوئی تعلق نہیں مرزا صاحب کی غرض جس آیت سے متعلق ہوتی ہے اُس کے معنی میں اس قسم کی تحریف کرنے سے ذرا بھی خوف نہیں کرتے مثلاً قولہ تعالےٰ احیی الموتیٰ باذن اللہ کے معنی یہ بتلاتے ہیں کہ مسمریزم کی وجہ سے قریب الموت شخص کو حرکت ہوجاتی تھی

Marfat.com

اور عزیر علیہ السلام کے قصہ میں حق تعالیٰ فرماتا ہے فاماتہ اللہ مائۃ عام مرزا صاحب اُس کا مطلب بتاتے ہیں کہ سو برس تک خدائے تعالیٰ نے ان کو سلا دیا تھا۔ اسیطرح بیسوں آیات و احادیث کے معنی انہوں نے بدل ڈالے۔ اسی پر قیاس کیا جائے کہ جب ایک ضعیف اور موہوم غرض کے مقابلہ میں اُنہوں نے قیامت کا انکار کر دیا تو جس سے بہت بڑی بڑی غرضیں اُن کی متعلق ہونگی اُس کا کیا حال ہوگا۔ اسی وجہ سے احیائے اموات کے بارہ میں جو آیات وارد ہیں ان کی تحریف معنی میں بہت زور لگایا کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات تسلیم کرنے کے بعد بھی یہ احتمال لگا ہوا ہے کہ ممکن ہے کہ خدائے تعالیٰ اُن کو زندہ کر کے زمین پر بھیجے اسی وجہ سے ازالۃ الاوہام صفحہ (۶۲۵) میں لکھتے ہیں

اس میں شک نہیں کہ اس بات کے ثابت ہونے کے بعد کہ درحقیقت حضرت مسیح ابن مریم اسرائیلی نبی فوت ہوگیا ہے ہر ایک مسلمان کو ماننا پڑیگا کہ فوت شدہ نبی ہرگز دنیا میں دوبارہ نہیں آسکتا کیونکہ قرآن اور حدیث دونوں بالاتفاق اس بات پر شاہد ہیں کہ جو شخص مرگیا پھر دنیا میں ہرگز نہیں آئیگا۔ اور قرآن کریم انہم لا یرجعون کہکر ہمیشہ کیلئے ان کو رخصت کرتا ہے۔

مرزا صاحب کے مبالغہ کی بھی کوئی حد ہے بھلا قرآن و حدیث نے کب گواہی دی تھی کہ مرا ہوا آدمی دنیا میں ہرگز نہیں آئیگا۔ اُن کو ضرور تھا کہ کوئی اتفاقی گواہی پیش کر دیتے۔ باوجودیکہ اُن کی عادت ہے کہ ادنیٰ احتمال کا موقع بھی ملتا ہے تو سیاق وسباق کو حذف کر کے کوئی آیت یا حدیث استدلال میں پیش کر دیا کرتے ہیں جیسے فادخلی جنتی وغیرہ میں معلوم ہوا مگر اس دعوے پر اُنہوں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی اس ظاہر ہے کہ کوئی احتمالی دلیل بھی اُن کو نہیں ملی اب سوائے اس کے کہ جرأت سے

Marfat.com

کام لیں کوئی تدبیر نہ تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ جرأت سے بھی بہت کام چل جاتے ہیں جیسے پیش گوئیوں میں کہدیتے ہیں کہ اگر فلاں کام نہ ہو تو میرا منہ کالا کیا جائے گلے میں رسا ڈالا جائے وغیرہ وغیرہ حالانکہ نہ وہ کام ہوتا ہے نہ منہ کالا ہوتا ہے کوئی پہلو نکال کر عمر بھر بحث کرتے رہتے ہیں جیسے کہ انہم کے رجوع الی الحق وغیرہ میں آپ نے دیکھ لیا۔ اسی طرح یہاں بھی جرأت سے کام لیکر کہدیا کہ قرآن و حدیث بالاتفاق شاہد ہیں کہ مرا ہوا دنیا میں ہرگز آ نہیں سکتا۔ حالانکہ قرآن شریف کے متعدد مقاموں میں یحیی الموتی واحیاھم وغیرہ الفاظ صراحۃً مذکور ہیں جن کا حال انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ معلوم ہوگا۔

اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب خود خدائے تعالیٰ احیائے اموات کا ذکر قرآن میں فرمادے اور اس کے مقابلہ میں کوئی کہے کہ وہ ہو نہیں سکتا تو مسلمان اس کی تکذیب کریگا یا نعوذ باللہ قرآن شریف پر کسی قسم کا الزام لگائیگا؟ رہا یہ کہ مرزا صاحب اس باب میں تاویلات سے کام لیتے ہیں کہ احیا سے مراد مثلاً مسمریزمی حرکت ہے اور موت سے مراد نیند ہے جیسا کہ عزیر علیہ السلام کے قصہ میں فرماتے ہیں کہ فاماتہ اللہ مائۃ عام سے مراد نوم اور غشی ہے سو یہ بات دوسری ہے کہ قرآن کو ماننا منظور نہیں اور جو فرماتے ہیں کہ قرآن کریم انہم لایرجعون کہکران کو ہمیشہ کے لئے رخصت کر رہا ہے سو مرزا صاحب نے اس استدلال میں بھی وہی طریقہ اختیار کیا جو یا ایہا الذین آمنوا لاتقربوا الصلوٰۃ میں کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس آیۂ شریفہ سے انہوں نے وہ حصہ حذف کر دیا جو ان کو مضر تھا پوری آیت یہ ہے فمن یعمل من الصالحات وھو مومن فلا کفران لسعیہ وانا لہ کاتبون وحرام علی قریۃ اہلکنٰھا انہم لایرجعون۔ یعنی جو شخص نیک کام کرے اور ایمان بھی رکھتا ہو تو اس کی کوشش اکارت ہونے والی نہیں

Marfat.com

اور ہم اس کے نیک اعمال سب لکھتے جاتے ہیں اور جن بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا تو ممکن نہیں کہ وہ لوگ قیامت کو ہماری حضوری میں لوٹ کر نہ آئیں '' اس آیت کے کئی معنی ہیں اگر پہلی آیت سے اُس کا ربط ہو تو یہ مطلب ہو گا کہ اعمال صالحہ ہم کسی کے ضائع نہ کرینگے اُن کے اعمال ہم لکھ رکھتے ہیں اگر وہ مر بھی جائیں تو ہمارے پاس ان کا آنا ضرور ہے اُس روز اُن کو اُن اعمال کا بدلہ دیا جائیگا اور اگر پہلی آیت سے ربط نہ ہو تو یہ معنی ہونگے کہ جس بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا وہ ہمارے قبضہ سے باہر نہیں جا سکتی ممکن نہیں کہ وہ لوگ ہماری طرف رجوع نہ کریں۔ مطلب یہ کہ اُن کی ہلاکی ستمگاری کا باعث نہیں ہمارے پاس وہ ضرور آئینگے اور اُن پر حرام ہے کہ نہ آئیں پھر اُس روز اُن کے اعمال کی سزا دی جائے گی اب دیکھئے کہ مطلب تو یہ تھا کہ خدا کی طرف اُن کا رجوع نہ کرنا حرام اور محال ہے اور مرزا صاحب کہتے ہیں کہ وہ دنیا کی طرف رجوع نہیں کر سکتے۔ اگر لایرجعون سے مراد دنیا کی طرف رجوع نکرنا ہو تو مطلب یہ ہو گا کہ دنیا کی طرف اُن کا رجوع نہ کرنا حرام اور محال ہے یعنی ضرور رجوع کرینگے اس سے تو مرزا صاحب کا مقصود ہی فوت ہو گیا اور بجائے نہ آنے کے آنا ضروری ٹھیرا اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ لایرجعون سے مراد ان کا دنیا میں نہ آنا ہے تو اُس سے بھی کوئی ہرج نہیں اس لئے کہ یہ کس نے کہا کہ فوت شدہ دنیا میں آیا کرتے ہیں اُن میں یہ طاقت کہاں کہ پھر لوٹ کر آجائیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ خدا جس کو چاہے دوبارہ دنیا میں وہ ضرور آئیگا کیونکہ خدائے تعالیٰ کے ارادہ کے خلاف کوئی چیز ظہور میں نہیں آسکتی۔ مرزا صاحب اس کے قائل نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا انکار کوئی مسلمان نہیں کر سکتا اُس کے نزدیک قیامت میں زندہ کرنا

Marfat.com

اور قیامت کے پیشتر کسی کو زندہ کرنا ایک ساں ہے اور جب حق تعالٰے نے متعدد مقام میں قرآن شریف میں خبر دی ہے کہ ہم نے بہتوں کو اس عالم میں زندہ کیا جس کا حال انشاء اللہ تعالٰے معلوم ہوگا تو ہم اُس کا ہرگز انکار نہیں کر سکتے مگر مرزا صاحب داؤ پیچ کر کے اُس کا انکار کرتے ہیں اور احیائے موتے کو محال سمجھتے ہیں جس سے اُن پر یہ بات صادق آتی ہے جو ازالۃ الاوہام میں خود فرماتے ہیں ہم کرمّے کی طرح یا بھینڈی کے مانند ایک نجاست کو حلوا سمجھتے رہینگے اور ہم میں ایمانی فراست نہیں آئیگی صرف لومڑی کی طرح داؤ پیچ یاد ہونگے!!

غور کرنے سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ دنیا کا انتظام چونکہ ایک نسق پر رکھا گیا ہے جو ہمیشہ جاری ہے اس لئے ایک بڑا فرقہ دہریہ اس بات کا قائل ہوگیا کہ عالم کا کام بطور خود جاری ہے اس کے لئے خالق کی کوئی ضرورت نہیں چنانچہ حق تعالٰے فرماتا ہے وقالوا ما ہی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما یہلکنا الا الدہر یعنی کفار کہتے ہیں کہ ہماری تو یہی دنیا کی زندگی ہے اور بس ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور زمانہ ہم کو ایک وقت خاص تک زندہ رکھکر مار دیتا ہے حقتعالٰے نے اُن کے خیالات فاسدہ کو دفع کرنے کے لئے انبیا کو بھیجا چنانچہ جب اُنہوں نے معجزے اور خوارق عادات دیکھے اور بچشم خود دیکھ لیا کہ عادت مستمرہ کے خلاف بھی ایسے کام کلی طور پر ہوتے ہیں جن کو عقل محال سمجھتی ہے تو اُن کو یقین ہوگیا کہ کوئی زبردست قدرت والا بھی ہے کہ ایسے مستحکم عادتی کارخانہ کو درہم وبرہم کر کے محال کو واقع کر دکھاتا ہے اس بنا پر بحسب توفیق وہ خالق عالم کے قائل ہوگئے اور نبوت کی بھی تصدیق کی

Marfat.com

اور جن کی طبیعتوں پر تعصب غالب تھا وہ اس دولت سے محروم رہے۔ الحاصل حق تعالیٰ نے عادت مستمرہ کے خلاف بھی کام کئے جس سے اس کی قدرت اور خالقیت پورے طور پر ذہن نشین ہو گئی اگر خدائے تعالیٰ عادت مستمرہ کے خلاف کوئی کام کر کے نہ دکھاتا تو دہریہ کو قائل کرنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ اس لئے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ افلاک کی حرکات سے طبائع میں امتزاجات پیدا ہوتے ہیں جن کے خاص خاص طور پر واقع ہونے سے حیات اور موت کا وقوع ہوتا ہے اس میں خالق کے فعل کی کوئی ضرورت نہیں اگر احیائے اموات کے جیسے خوارق عادات کا وقوع نہ ہوتا تو صرف باتوں سے وہ خالق کو ماننا اور اپنے آپ کو اس کی بندگی اور عبودیت میں دیکر عمر بھر کی آزادیوں سے دست بردار ہو جانا کبھی گوارا نہ کرتے ان کے بعد جو ان کے خلف اور قدم بقدم ان کے پیرو تھے اس قسم کی جتنی باتیں قرآن میں ہیں سب کی تصدیق انہوں نے کی اور جن کی طبیعتوں میں انحراف آگیا وہ اس کے ماننے میں حیلے کرنے لگے چنانچہ مرزا صاحب اس موقع میں یہ تعارض کا حیلہ پیش کرتے ہیں کہ اگر مردوں کا زندہ ہونا مان لیا جائے تو انہم لا یرجعون کے مخالف ہوگا۔ ادنیٰ تامل سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ ان آیات میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ جہاں لا یرجعون ارشاد ہے اس سے آدمی کی بے بسی ثابت کرنا منظور ہے کہ جب ہم اس کو مار ڈالتے ہیں تو اس میں یہ قدرت نہیں کہ اپنی زائل شدہ حیات کو پھر حاصل کر سکے بلکہ ہمارے قبضۂ قدرت سے وہ نکل نہیں سکتا اور جہاں یہ ارشاد ہے کہ ہم نے مردوں کو زندہ کیا اس سے بھی کامل درجہ کی قدرت ہی کا اظہار مقصود ہے کہ جو تمہاری عقلوں میں محال دکھائی دیتا ہے اس کو ہم نے واقع کر دکھایا۔ اب دیکھئے کہ دونوں آیتوں کے مضمون میں کس قدر توافق ہے حاصل مطلب دونکا یہی ہوا کہ ہم ہر طرح

Marfat.com

قادر ہیں نہ کوئی زندہ ہماری قدرت سے خارج ہو سکتا ہے نہ مردہ زندہ کو جب ہم مردہ کر دیتے ہیں تو وہ زندہ نہیں ہو سکتا اور جب مردہ کو زندہ کرتے ہیں تو وہ انکار اور سرتابی نہیں کر سکتا۔

مرزا صاحب جو تعارض پیدا کر رہے ہیں اگر اسی کا نام تعارض ہو تو اس قسم کا تعارض بہت سی آیتوں میں پیدا ہو جائیگا مثلاً حق تعالےٰ فرماتا ہے ان الذین کفروا سواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم فہم لایؤمنون جس کا مطلب یہ ہے کہ کفار ایمان نہ لائینگے حالانکہ ہزار ہا کفار اس آیت کے نزول کے بعد ایمان لائے اور لاتے جاتے ہیں دیکھئے انہم لایرجعون میں جو بات ہے وہی انہم لایؤمنون میں بھی ہے اگر انہم لایرجعون سے رجوع اموات غیر ممکن ثابت ہوتا ہے تو انہم لایؤمنون سے بھی کفار کا ایمان لانا غیر ممکن ہو جائیگا مگر جب ہمیں معلوم ہو گیا کہ بمصداق یہدی من یشاء الی صراط مستقیم کے حق تعالےٰ جسکو چاہتا ہے راہ راست پر لاتا ہے اسیوجہ سے کفار ایمان لاتے ہیں تو اس کا بھی ہمیں یقین ہو گیا کہ وہ جس مردہ کو چاہتا ہے زندہ کر سکتا ہے جس کے وقوع پر یحیی الموتٰی وغیرہ آیات گواہ صادق ہیں۔

اصل یہ ہے کہ اکثر محاورات قرآنیہ وغیرہ میں عام طور پر کوئی بات کہی جاتی ہے مگر بلحاظ قرائن اُس کی تخصیص پیش نظر رہا کرتی ہے اس کی نظیریں قرآن شریف میں بکثرت موجود ہیں ایک وہی آیت ہے جو ابھی مذکور ہوئی اور ایک آیت یہ ہے والملآئکۃ یسبحون بحمد ربہم ویستغفرون لمن فی الارض الا ان اللہ ہو الغفور الرحیم یعنی فرشتے اللہ کی تسبیح اور حمد کیا کرتے ہیں اور زمین میں رہنے والوں کے گناہوں کی مغفرت اور معافی مانگا کرتے ہیں اگر اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ تمام اہل زمین کے حتّٰی کہ مشرکین کیلئے بھی

Marfat.com

استغفار کیا کرتے ہیں تو یہ صحیح نہیں۔ اگر وہ ایسا کرتے تو حق تعالیٰ ان کو منع فرما دیتا جیسا کہ مسلمانوں کو منع فرما دیا کما قال تعالیٰ ما کان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ یعنی نبی اور مسلمانوں کو زیبا نہیں کہ مشرکین کی مغفرت کی دعا مانگیں اس سے ظاہر ہے کہ فرشتے صرف مسلمانوں کی مغفرت کی دعا کیا کرتے ہیں ورنہ صحابہؓ ضرور عرض کرتے کہ جب فرشتوں کو مشرکین کی مغفرت مانگنے کی اجازت ہے تو ہمیں بطریق اولیٰ اُس کی اجازت ہونی چاہیئے اس لئے کہ ہم پر تو بہت سے مشرکوں کی قرابت کا حق بھی ہے حالانکہ یہ درخواست کبھی پیش نہ ہوئی اس سے ثابت ہے کہ صحابہؓ نے من فی الارض سے مراد عام اہل زمین نہیں سمجھا بلکہ بقرینۂ آیۂ شریفہ وما کان للنبی والذین اٰمنوا اسکی تخصیص مسلمانوں ہی کے ساتھ کی۔ اسی طرح انہم لا یرجعون سے مراد کل مردے نہیں بلکہ جن مردوں کا زندہ ہونا دوسری آیتوں سے ثابت ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے من فی الارض سے مشرکین مستثنیٰ ہیں۔

اسی طرح یہ آیۂ شریفہ ہے یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العالمین یعنی اے بنی اسرائیل میری اُس نعمت کو یاد کرو جو تم کو دی تھی اور یہ کہ فضیلت دی تھی تمکو تمام عالموں پر۔ یہ بات ظاہر ہے کہ تمام عالموں میں تمام انبیا اور تمام ملائکہ بھی داخل ہیں پھر کیا ممکن ہے کہ بنی اسرائیل کو ان تماموں پر فضیلت دی گئی تھی ہرگز نہیں۔ غرض کہ جس طرح دوسری آیتوں سے ملائکہ وغیرہ عالمین سے مستثنیٰ ہیں اسی طرح دوسری آیتوں سے زندہ شدہ مردے لا یرجعون کے حکم میں داخل ہو نہیں سکتے۔

اسی طرح یہ آیۂ شریفہ ہے قال فخذ اربعۃ من الطیر فصرھن الیک ثم اجعل علی کل جبل منھن جزءا۔ ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ پرندوں کو ٹکڑے کرکے پہاڑوں پر رکھدو

Marfat.com

جس کی نسبت آیۂ شریفہ میں علی کل جبل مذکور ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ کل جبل میں تمام روئے زمین کے پہاڑ شامل ہیں مگر بقرینہ عقل کل جبل سے مراد چند مخصوص پہاڑ تھے اسی طرح بقرینہ عقل لایرجعون سے مراد وہی مردے ہیں جن کا زندہ ہونا مشیت الٰہی میں نہیں اس لئے کہ جب خدائے تعالےٰ نے چند مردوں کو زندہ کرنے کا حال بیان فرمایا اور عقل بھی اس قدرت الٰہی کو جائز رکھتی ہے تو عقل گواہی دیتی ہے کہ جس طرح خدائے تعالےٰ نے خبر دی ہے بیشک وہ مردے زندہ ہوئے تھے اس لئے لایرجعون کے حکم سے وہ خارج ہیں۔

اسی طرح یہ آیۂ شریفہ ہے وبدأ خلق الانسان من طین ثم جعل نسلہ من سلالۃ من ماء مھین یعنی انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا پھر مٹی کی نچوڑ سے یعنی مٹی سے جو ایک حقیر پانی ہے ان کی نسل چلائی اسی طرح خلقناکم من تراب ثم من نطفۃ جس سے ظاہر ہے کہ کل انسان نطفہ سے پیدا ہوئے حالانکہ اس سے عیسیٰ علیہ السلام مستثنےٰ ہیں جس پر یہ آیۂ شریفہ دال ہے ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون یعنی مثال عیسیٰ علیہ السلام کی آدم علیہ السلام کی سی ہے کہ اُن کو مٹی سے بنایا پھر کُن سے پیدا ہو گئے جس طرح اس آیۂ شریفہ کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام آیۂ خلق الانسان من سلالۃ کے حکم میں داخل نہیں اور نطفہ سے اُن کی تخلیق نہیں سمجھی جاتی اسی طرح وہ مردے جو زندہ کئے گئے لایرجعون کے حکم میں شریک نہیں اور حق تعالیٰ فرماتا ہے لاتحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنھم بمفازۃ من العذاب ولھم عذاب الیم یعنی جو لوگ خوش ہوتے ہیں اپنے کئے پر اور چاہتے ہیں کہ تعریف ہو بن کئے پر سو نہ جانو کہ وہ عذاب سے خلاصی پائیں گے بلکہ انکو عذاب دردناک ہوگا۔ بخاری شریف میں ہے کہ مروان نے ابن عباسؓ سے پچھوایا کہ اگر یہی بات ہو تو ہم سب معذب ہونگے اس لئے کہ یہ صفت ہم سب

Marfat.com

میں موجود ہے ابن عباسؓ نے فرمایا مالکم ولہذہ انما دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یہود فسالہم عن شیٔ فکتموہ ایاہ واخبروہ بغیرہ فاروہ ان قد استحمدوا الیہ بما اخبروہ عنہ فیما سالہم وفرحوا بما اوتوا من کتمانہم الحدیث رواہ البخاری یعنی تم لوگوں کو اس سے کیا تعلق اس سے مراد وہ یہود ہیں جن سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پوچھا تھا انہوں نے اصل معاملہ چھپا کر کوئی اور بات بتلادی اور اسی پر خوش ہو کر اپنی تعریف چاہی اس سے ظاہر ہے کہ الذین عام ہے مگر مراد اس سے چند مخصوص لوگ تھے۔

الحاصل اس کے نظائر بکثرت ہیں کہ دوسری آیتوں وغیرہ سے حکم عام کی تخصیص ہوا کرتی ہے یہاں تک کہ یہ مشہور ہے وان من عام الا خص منہ البعض اب اہل انصاف غور فرمائیں کہ جب انہم لا یرجعون کا حکم اُن زندہ شدہ مردوں پر شامل ہی نہیں تو تعارض کیسا اس سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب زبردستی تعارض پیدا کر کے اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں اور اگر ظاہری تعارض کے لحاظ سے تاویل کی ضرورت ہے تو صرف لا یرجعون میں تاویل کیوں نہیں کیجاتی جو کسی طرح بے موقع نہیں بلکہ بحسب محاورات قرآنیہ شائع وذائع ہے جس کا حال معلوم ہوا کہ خود خدائے تعالےٰ کو یہ تاویل منظور ہے پھر ایسی تاویل کو چھوڑ کر بدنما تاویلیں کرنا جن کے سننے سے مسلمانوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کا کلام بگاڑا جاتا ہے کس قدر ایمان سے دور ہے۔

اس تقریر سے اُن استدلالوں کا جواب بھی ہو گیا جو مرزا صاحب کی جانب سے پیش ہوتے ہیں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وکم اہلکنا قبلہم من القرون انہم الیہم لا یرجعون وقولہ تعالےٰ ولا یستطیعون توصیۃ ولا الی اہلہم یرجعون کیونکہ زندہ شدہ مردے خود بخود رجوع نہیں کر سکتے بلکہ حق تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا اور اگر مطلق رجوع مراد لی جائے تو دوسری آیتوں کی شہادت سے وہ لا یرجعون میں داخل ہی نہیں اور جس طرح فہم لا یومنون سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ کوئی

Marfat.com

کا فر ایمان لایا ہی نہیں اسیطرح لایرجعون سے بھی یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ کوئی مردہ زندہ ہوا ہی نہیں۔

اور اس آیۂ شریفہ سے جو استدلال کیا جاتا ہے انکم یوم القیٰمۃ تبعثون کہ اس وعدہ میں کبھی تخلف نہ ہوگا معلوم نہیں یہ کس بنا پر ہے یہ تو کسی نے نہیں کہا کہ قیامت میں مُردے نہ اُٹھیں گے البتہ مرزا صاحب اس کے قائل ہیں کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ مُردے سوراخ کی راہ سے جنت میں گھس جاتے ہیں اور پھر نہیں نکل سکتے جس سے ظاہر ہے کہ بعث و نشر کی ضرورت ہی نہیں۔

شاید ان حضرات نے ہمارا مذہب یہ سمجھا ہے کہ زندہ شدہ مردوں کو کبھی موت نہیں جس سے یہ لازم آئے کہ اُن کے بعث کی ضرورت نہیں دراصل ہمارا مذہب یہ نہیں بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ جن مردوں کو حق تعالےٰ نے زندہ کیا اُس سے صرف قدرت نمائی مقصود تھی پھر جب تک چاہا ان کو زندہ رکھا اور مثل دوسروں کے وہ بھی مر گئے اور قیامت میں سب کے ساتھ ان کا بھی حشر ہوگا اور یوم القیٰمۃ تبعثون کے حکم میں شریک ہو جائینگے۔

اس استدلال میں لطف خاص یہ ہے کہ انکم یوم القیٰمۃ تبعثون میں مخاطبوں کی تخصیص ہے اور اُس سے استدلال یہ ہو رہا ہے کہ گزشتہ بعض افراد قبل قیامت زندہ نہیں کئے گئے۔ گو خدائے تعالےٰ نے اُن کی زندگی کی خبر دی ہے۔

اور اس حدیث شریف سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ بعد شہادت جابر رضی اللہ عنہ نے حق تعالےٰ سے درخواست کی کہ پھر دنیا میں رجوع کرنے کی اجازت ہو تاکہ دوبارہ درجۂ شہادت حاصل کریں اس پر ارشاد ہوا انی قضیت انہم لایرجعون اور ایک روایت میں ہے قد سبق القول منی انہم لایرجعون یعنی میں پہلے فیصلہ کر چکا ہوں کہ وہ لوگ نہ لوٹینگے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک حق تعالےٰ نے یہی قاعدہ اس عالم میں مقرر فرمایا ہے

Marfat.com

کہ کوئی مرا ہوا زندہ نہیں ہوتا اور یہی عادۃ اللہ اور سنۃ اللہ ہے جس کی نسبت ارشاد ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا مگر یہاں یہ دیکھنا چاہیے کہ کسی مصلحت سے عادت کو کبھی بدل دینا ممکن ہے یا نہیں ہم دیکھتے ہیں کہ حق تعالےٰ نے قرآن شریف میں بہت سے واقعات بیان کئے ہیں جن سے ثابت ہے کہ اکثر عادتوں کے خلاف بھی کیا ہے مثلاً تمام روئے زمین پر وقت واحد میں ایسا طوفان ہو جانا کہ کل پہاڑ تک غرق ہو جائیں بالکل خلاف عادت ہے اور نوح علیہ السلام کے وقت ایسا ہی ہوا کہ طوفان سے کل آدمی اور حیوان مر گئے عادۃً آگ ہر چیز کو جلا دیتی ہے مگر ابراہیم علیہ السلام پر سرد ہو گئی لاٹھی سانپ بن جانا اور اُس کے مارنے سے دریا پھٹ کر اُس میں راستے ہو جانا اور ایک مار سے پتھر میں بارہ چشمے جاری ہو جانا خلاف عادت ہے مگر موسیٰ علیہ السلام سے وہ سب وقوع میں آئے مچھلی کے پیٹ میں آدمی کا زندہ رہنا خلاف عادت ہے مگر یونس علیہ السلام اُس میں ایسے رہے جیسے کوئی گھر میں رہتا ہے بغیر مرد کے عورت کو اولاد ہونا محال سمجھا جاتا ہے حالانکہ عیسےٰ علیہ السلام کی پیدائش ایسی ہی ہوئی۔

چاند کا شق ہونا خلاف عقل و خلاف عادت ہے باوجود اس کے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو واقع کر دکھایا جس کے مرزا صاحب بھی قائل ہیں ان کے سوا صدہا خوارق عادات قرآن و حدیث سے ثابت ہیں جن سے ظاہر ہے کہ خدائے تعالیٰ کسی خاص مصلحت سے عادت کے خلاف بھی کرتا ہے اور یہ بھی ضرور نہیں کہ ہر کسی کی درخواست پر عادت بدل دیا کرے۔

چونکہ جابر رضی اللہ عنہ کی درخواست میں کوئی عمومی مصلحت نہ تھی بلکہ تلذذ کی وجہ سے انکا ذاتی شوق تھا کہ زندہ ہو کر پھر راہ خدا میں شہید ہوں اگر یہ درخواست منظور ہو جاتی

Marfat.com

تو ہر شہید یہی تمنا کرتا اور خلاف عادت اللہ عادت ہو جاتی جس سے اعلیٰ درجہ کا خارق عادت عادتی امور میں داخل ہو جانیکا سخت اندیشہ تھا اور اُس سے بڑا مقصود فوت ہوجاتا کہ اعلیٰ درجہ کا خارق مدعادات میں شریک ہو جاتا حالانکہ وہ ممکن نہیں کیونکہ حق تعالےٰ فرماتا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا غرض کہ مصلحت الٰہی مقتضی نہ ہوئی کہ وہ زندہ کئے جائیں اس لئے صاف جواب ملگیا کہ یہ امر عادتا اور قانون فطرت کے خلاف ہے اس لئے یہ درخواست منظور نہیں ہوسکتی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدائے تعالےٰ کو خرق عادت پر قدرت نہیں یا کبھی نہیں کیا اس کی مثال یوں سمجھنا چاہیئے کہ بادشاہ مقتدر اپنے ملک میں کوئی دستور مقرر کردے تو کسی کو یہ حق نہیں کہ اُس دستور کے خلاف درخواست کرے مگر اس سے یہ لازم نہیں کہ کیسی ہی خاص مصلحت اور ضرورت ہو بادشاہ خلاف قانون نہ کریگا بلکہ عند الضرورت اپنے شاہی اقتدار سے کسی فقرہ کے خلاف عمل کرنا انسب سمجھا جائیگا اور کسی کو پوچھنے کا حق نہ ہوگا کہ خلاف قانون کیوں کیا گیا۔

الحاصل جابر رضی اللہ عنہ کی درخواست منظور نہ ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ خدائے تعالےٰ نے بطور خرق عادت کسی مردہ کو زندہ کیا ہی نہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ خود اپنے کلام پاک میں خبر دے رہا ہے کہ کئی مردوں کو ہم نے زندہ کیا۔

ایک قادیانی صاحب نے القول العجیب میں لکھا ہے کہ اگر ان چاروں مقاموں میں یعنی فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ وغیرہ میں حقیقی احیائے موتے مراد ہوتا تو خدائے علیم الموات کے ترکہ کی تقسیم کے احکام تفصیلاً نہ فرماتا اور عورتوں کے شوہر مرنے پر عدت اور خانہ نشینی کی ہدایت نہ فرماتا بلکہ نکاح ثانی کا حکم نہ بھیجتا بلکہ یوں حکم کرتا کہ خبردار میت کے مال کی طرف ہاتھ نہ بڑھاؤ ہم اُس کو قریب میں واپس کرنے والے ہیں اور عورتوں کو تاکیدی

Marfat.com

ارشاد ہوتا کہ زنہار غیر سے نکاح نہ کر لینا عنقریب ہم تمہارے خاوندوں کو تمہاری طرف لوٹانے والے ہیں اور اس قسم کی بہت سی تفریعات ولوازم لکھے جن کا مطلب یہ ہوا کہ خدائے تعالے نے احیائے اموات کی خبریں جو قرآن شریف میں دی ہیں کہ عزیر علیہ السلام وغیرہ کو ہم نے زندہ کیا تھا اگر اُن کا یقین کر لیا جائے تو یہ کہنا پڑیگا کہ اب نہ کسی کا مال متروکہ بعد موت تقسیم ہو سکے نہ عورتوں کو نکاح ثانی کی اجازت ملے۔ کیونکہ عزیر علیہ السلام زندہ ہوئے تھے۔ اگر یہ استدلال صحیح ہو جائے تو بڑی دقتیں لاحق ہونگی جن میں سے ایک یہ ہے کہ موت سے پہلے موت کا سامنا ہو جائیگا اس لئے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اہلکنا القرون الاولیٰ یعنی پہلے زمانہ والوں کو ہم نے ہلاک کیا اس لئے اب نہ کسی کو کھانا سوجھے نہ پینا نہ نکاح وغیرہ اس لئے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ پہلے لوگوں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور یہ بھی کہنا پڑیگا کہ آگ سرد ہے اس لئے کہ ابراہیم علیہ السلام کے حق میں سرد ہو گئی تھی مگر کوئی عقلمند اس قسم کے استدلال کو جائز نہ رکھیگا اس لئے کہ گزشتہ کا خاص کوئی واقعہ بیان کرنا اسکو مقتضی نہیں کہ ہر وقت اس قسم کے واقعات ہوا کریں خصوصاً ایسے واقعات کا جن کا خارق عادت ہونا مسلم ہے کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں کہ حق تعالیٰ کی عادت ہے کہ ہر مردہ کو زندہ کیا کرتا ہے غرضکہ احیائے اموات کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے تقسیم میراث وغیرہ کی اجازت ہے اگرچیکہ اس میں بھی شک نہیں کہ حق تعالےٰ اپنی قدرت کاملہ سے اب بھی مُردوں کو زندہ کر سکتا ہے مگر ہمارے دین میں احتمال پر واقعی آثار مرتب نہیں ہو سکتے اسی وجہ سے گو ہر وقت آدمی کو موت کا احتمال لگا ہوا ہے مگر اس احتمال پر یہ حکم نہیں ہو سکتا کہ اُس کا مال ترکہ میں تقسیم کر دیا جائے یا اُس کی عورت عدت میں بیٹھے اور نکاح ثانی کر لے۔ غرضکہ جب تک آدمی نہ مرے نہ اُس کا مال ترکہ ہو سکتا ہے نہ اُس کی عورت بیوہ اسیطرح جب تک مردہ زندہ نہ ہو نہ اُس کے مال سے ورثہ محروم ہونگے

Marfat.com

نہ اُس کی عورت عدت و نکاح سے ممنوع۔

مرزا صاحب جو کہتے ہیں کہ کوئی مردہ اس عالم میں زندہ نہیں ہوسکتا سو علاوہ اس کے کہ قرآن شریف کی کئی آیتیں اس دعوے کی تکذیب کر رہی ہیں احادیث اور واقعات سے بھی اس کا ردہو رہا ہے چنانچہ ان روایات سے ظاہر ہے۔ علامہ قسطلانی رح نے مواہب لدنیہ ج ۲ میں اور ملا علی قاری نے شرح شفائے قاضی عیاض رح میں دلائل بیہقی سے نقل کی ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا رجلا الی الاسلام فقال لا اومن بک حتی تحیی لی ابنتی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارنی قبرہا فاراہ ایاہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا فلانۃ فقالت لبیک وسعدیک فقال صلی اللہ علیہ وسلم اتحبین ان ترجعی فقالت لا واللہ یا رسول اللہ انی وجدت اللہ خیرا لی من ابوی و وجدت الآخرۃ خیرا من الدنیا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دعوت اسلام کی اُس نے کہا کہ جب تک میری لڑکی کو آپ زندہ نہ کروگے میں ایمان نہ لاؤنگا آپ نے فرمایا اس کی قبر کہاں ہے اس نے قبر دکھلادی حضرت نے اُس لڑکی کا نام لیکر پکارا اُس نے جواب دیا حضرت نے فرمایا کیا تو اس بات کو پسند کرتی ہے کہ پھر دنیا میں لوٹے اُس نے قسم کھا کر کہا یا رسول اللہ میں یہ نہیں چاہتی میں نے خدا کو اپنے ماں باپ سے اور آخرت کو دنیا سے بہتر پایا۔

روی ابن عدی وابن ابی الدنیا والبیہقی وابو نعیم عن انس قال کنا فی الصفۃ عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتتہ عجوز عمیاء مہاجرۃ معہا ابن لہا قد بلغ فلم یلبث ان اصابہ وباء المدینۃ فمرض ایاما ثم قبض فغمضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وامرہ ای انسا بجہازہ فلما اردنا ان نغسلہ قال یا انس ائت امہ فاعلمہ فاعلمتہا فجاءت حتی جلست عند قدمیہ فاخذت بہما ثم قالت اللہم انی اسلمت الیک طوعا وخلعت الاوثان زہدا وہاجرت الیک رغبۃ اللہم لا تشمت بی عبدۃ الاوثان ولا تحملنی فی ہذہ المصیبۃ ما لا طاقۃ لی بحملہ فواللہ ما انقضی کلامہا حتی حرک قدمیہ والقی

الثوب عن وجہہ وطعم وطعمنا معہ وعاش حتٰی قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہلکت امہ ذکرہ الزرقانی

فی شرح المواہب اللدنیہ یعنی انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر تھے کہ ایک نابینا بڑھیا ہجرت کر کے اپنے جوان فرزند کے ساتھ حاضر خدمت ہوئیں تھوڑے دن نہیں گذرے تھے کہ اُن کا لڑکا وبا سے بیمار ہوا اور چند روز میں انتقال کیا حضرت نے اسکی آنکھیں بند کر کے انس کو اسکی تجہیز و تکفین کا حکم دیا جب ہم نے اُس کے غسل کا ارادہ کیا تو حضرت نے فرمایا کہ اُس کی ماں کو خبر کردو چنانچہ سنتے ہی وہ آئیں اور اپنے لڑکے کے پیروں کے پاس بیٹھکر اُس کے دونوں قدم پکڑیں اور کہنے لگیں یا اللہ میں خوشی سے اسلام لائی تھی اور بے رغبتی سے بتوں کو چھوڑ دیا تھا اور کمال رغبت سے تیری طرف ہجرت کی تھی یا اللہ ایسا مت کر کہ بت پرست دشمن ہنسیں اور اس مصیبت میں وہ بار مجھ پر مت ڈال جسکے اٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں انس کہتے ہیں کہ ہنوز یہ کلام پورا نہیں ہوا تھا کہ اُس لڑکے نے پاؤں ہلائے اور کپڑا منہ سے ہٹا دیا اور ہمارے ساتھ اُس نے کھانا کھایا اور حضرت کی وفات کے بعد تک زندہ رہا اور اس اثنا میں اُس کی ماں کا بھی انتقال ہوگیا۔

در منثور میں امام سیوطیؒ نے لکھا ہے واخرج ابن ابی الدنیا فی کتاب من عاش بعد الموت عن معاویۃ بن قرۃ قال سالت بنو اسرائیل عیسٰی فقالوا ان سام بن نوح دفن ہہنا قریبا فادع اللہ یبعثہ لنا فہتف فخرج اشمط یعنی بنی اسرائیل نے عیسے علیہ السلام سے درخواست کی کہ سام بن نوح کی قبر یہاں سے قریب ہے اُن کے زندہ ہونے کی دعا کیجئے آپ نے اُن کو پکارا اور وہ قبر سے نکل آئے اس حالت میں کہ دو موبہ تھے یہاں ایک بات اور بھی معلوم ہوئی کہ ابن ابی الدنیا رح نے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو مرنے کے بعد زندہ ہوئے۔

اور یہ روایت بھی در منثور میں ہے واخرج اسحٰق بن بشر وابن عساکر من طریق

Marfat.com

عن ابن عباس رض قال کانت الیهود یجتمعون الی عیسٰے ۔ الی ان قال فمر ذات یوم بامرأۃ قاعدۃ عند قبر وهی تبکی فسالها فقالت ماتت ابنۃ لی ولم یکن لی ولد غیرها فصلی عیسٰی رکعتین ثم نادی یافلانۃ قومی باذن الرحمن فاخرجی فتحرک القبر ثم نادی الثانیۃ فانصدع القبر ثم نادی الثالثۃ فخرجت وهی تنفض راسها من التراب الحدیث یعنی ابن عباس رض سے روایت ہے کہ ایک روز عیسٰی علیہ السلام کا گذر ایک عورت پر ہوا جو قبر کے پاس روتی بیٹھی تھی آپ نے حال دریافت فرمایا اُس نے کہا کہ میری ایک لڑکی تھی جس کے سوا میری کوئی اولاد نہیں وہ مرگئی آپ نے دو رکعت نماز پڑھکر اُسکو پکارا کہ خدا کے حکم سے کھڑی ہوجا اور نکل آ اس کے ساتھ ہی قبر کو حرکت ہوئی پھر دوسرے بار پکارا جس سے قبر شق ہوئی پھر تیسرے بار کے پکارنے پر وہ لڑکی سر سے مٹی جھٹکتی ہوئی نکل آئی۔

اور یہ روایت بھی درمنثور صفحہ ۳۶ ج (۲) میں ہے جسکی تخریج ابن جریر اور ابن عساکر نے ابن عباس رض سے کی ہے یہ روایت طولانی ہے ماحصل اس کا یہ ہے کہ ایک شاہزادہ مرگیا تھا اُس کے باپ نے عیسٰے علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ زندہ کیا جائے آپ نے دعا کی اور وہ زندہ ہوگیا اور یہ روایت بھی درمنثور صفحہ ۳۵ جلد ۲ میں ہے

واخرج احمد فی الزهد عن خالد الحذاء قال کان عیسٰے بن مریم اذا سرح رسلہ یحیون الموتی یقول لهم قولوا کذا وکذا فاذا وجدتم قشعریرۃ ودمعۃ فادعوا عند ذالک یعنی عیسٰے علیہ السلام جب اپنے رسولوں کو بھیجتے تو ان کو مردوں کے زندہ کرنے کی تدبیر بتلادیتے کہ یہ کلمات کہا کرو اور جب جسم پر رونگٹے کھڑے ہوجائیں اور اشک بہنے لگیں تو اسوقت دعا کرو ۔

اور یہ روایت بھی درمنثور صفحہ (۳۵) جلد (۲) میں ہے واخرج احمد فی الزهد عن ثابت قال انطلق عیسٰے علیہ السلام یزور اخالہ فاستقبلہ انسان فقال ان اخاک قدمات فرجع فسمعت بنات اخیہ برجوعہ عنهن فاتین وقلن یا

Marfat.com

یارسول اللہ رجوعک اشد علینا من موت ابینا قال فانطلقن فارینی قبرہ فانطلقن

حتے ارینہ قبرہ قال فصوت بہ فخرج الحدیث یعنی عیسے علیہ السلام اپنے کسی بھائی کی ملاقات کو گئے ایک شخص نے کہا کہ اُن کا انتقال ہوگیا آپنے لوٹنا چاہا آپ کے بھتیجیوں کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو کہنے لگیں کہ آپ کا واپس جانا ہمارے باپ کے انتقال سے زیادہ ہم پر شاق ہے فرمایا آپنے باپ کی قبر دکھلاؤ وہ ساتھ ہوئیں اور قبر کی نشاندہی کی آپنے صاحب قبر کو پکارا چنانچہ وہ قبر سے نکل آئے۔

بہجۃ الاسرار صفحہ (۱۳۶) میں شیخ نورالدین علی اللخمی نے لکھا ہے کہ شیخ ابوبکر شبلیؒ ایک بار اکیلے بیٹھے ہوئے تھے سو سے زیادہ پرندے وہاں اتر آئے شیخ کو اُن کی آوازوں سے تشویش ہوئی اور غصے سے اُن کی طرف دیکھا فوراً سب مر گئے شیخ کو اُن پر رحم آیا اور کہا الٰہی میرا مقصود یہ نہ تھا فوراً زندہ ہوکر اڑ گئے۔

اور اسی صفحہ (۱۹۵) میں لکھا ہے کہ ایک روز بطیحہ میں سات شخصوں نے بہت سے پرندوں کا شکار کیا مگر سب مردار ہوگئے تھے شیخ عثمان بطایحیؒ نے اُن سے کہا اس شکار سے تمہیں کیا فائدہ نہ خود کھا سکتے ہو نہ کسی کو کھلا سکتے ہو اُن لوگوں نے کہا کیوں فرمایا اس لئے کہ وہ تو سب مردار ہیں کسی نے بطور استہزار کہا کہ اگر آپ سے ہوسکتا ہے تو زندہ کر دیجئے آپنے کہا بسم اللہ اللہ اکبر اللھم احیہا یا محی العظام وہی رمیم یہ کہتے ہی وہ سب زندہ ہوکر اُڑ گئے۔

اور اسی صفحہ (۲۲۵) میں ہے ایکبار شیخ احمد رفاعی رضی اللہ عنہ تشریف رکھتے تھے ایک شخص نے آکر کہا میری خواہش یہ ہے کہ یہ مرغابیاں جو اڑ رہی ہیں اُن میں سے ایک اور دودھ و پیاز اور ٹھنڈا پانی میرے روبرو ہو آپنے قبول کیا چنانچہ وہ سب چیزیں فراہم ہوگئیں جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو آپ نے اُس مرغابی کی ہڈیاں لیکر کہا اذہبی بسم اللہ الرحمن الرحیم

Marfat.com

کہتے ہی وہ زندہ ہوکر اڑ گئی۔

اور اُسی صفحہ (۶۵) میں ہے کہ ایک عورت نے اپنے لڑکے کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دیا آپنے اُسکو مجاہدہ اور سلوک میں مشغول فرمایا ایک روز وہ عورت آئی اور دیکھا کہ حضرت کے روبرو مرغ کا گوشت ہے اور اپنے لڑکے کے روبرو سوکھی جو کی روٹی یہ اُس کو ناگوار ہوا حضرت نے اُس مرغ کی ہڈیوں پر ہاتھ رکھکر فرمایا اٹھ اللہ کے حکم سے وہ فوراً زندہ ہوکر اُٹھ کھڑا ہوا پھر اُس عورت سے فرمایا جب تیرے لڑکے میں یہ بات پیدا ہو گی اُس وقت وہ مرغ کھا سکتا ہے۔

اور اسی صفحہ (۱۵۷) میں شیخ علی بن ہیتی رح کے حال میں لکھا ہے کہ کسی گاؤں میں ایک شخص قتل ہوا تھا اور قاتل کا نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے قریب تھا کہ دو گاؤں کے لوگوں میں کشت و خون ہو شیخ رح وہاں چلے گئے اور مقتول کے سر کے بال پکڑ کر پوچھا کہ تجھے کس نے قتل کیا وہ اُٹھ بیٹھا اور شیخ کی طرف دیکھکر آواز بلند فصیح زبان سے کہا کہ فلاں شخص نے مجھے قتل کیا چنانچہ سب نے سنا اور اسی کے قول پر فیصلہ ہوگیا۔

اور اسی صفحہ (۲۳۷) میں لکھا ہے کہ ایکبار سید احمد رفاعی رح اپنے مریدوں کے ساتھ دریا کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے آپنے فرمایا کہ اسوقت مچھلی کا گوشت کھانا جی چاہتا ہے یہ کہتے ہی اقسام کی مچھلیاں کنارے پر آگئیں اور کثرت سے شکار ہوا اور کڑاہیوں میں تلی گئیں جب سب کھانے سے فارغ ہوے اور چند قتلے باقی رہ گئے اس طور پر کہ کسی کا سر ہے تو کسی کی دم وغیرہ اس وقت ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت شخص متمکن کی کیا صفت ہے فرمایا کہ تمام خلائق میں اُسکو عام تصرف دیا جائے اُس نے کہا اس کی علامت کیا ہے فرمایا اگر وہ ان مچھلیوں سے کہدے کہ چلی جائیں تو وہ چلی جاویں پھر اُن قتلوں کی طرف

Marfat.com

خطاب کر کے فرمایا اے مچھلیو اللہ کے حکم سے تم اٹھو اور چلی جاؤ یہ کہتے ہی وہ سب زندہ ہو گئیں اور دریا میں کود پڑیں۔

یہ روایتیں بہجۃ الاسرار میں ہیں چونکہ اس کے مصنف شیخ نور الدین علی رح محدثین سے ہیں اس لئے ہر روایت کو بطرز حدیث بسند متصل بیان کیا۔ فتح المبین صفحہ (۱۱) میں فیما یتعلق بتریاق المحبین میں صاحب بہجۃ الاسرار کے حال میں لکھا ہے قال الامام الذہبی المشہور الذی ہو من اعظم علماء الحدیث واکابرہم الذی یقال عنہ انہ محک الرجال ومعیارہم العارف باحوال رجال الحدیث والروایۃ فی کتابہ طبقات المقربین فی ترجمۃ مصنف البہجۃ ما نصہ علی بن یوسف بن جریر اللخمی الشطنوفی الامام الاوحد المصری نور الدین شیخ القراء بالدیار المصریۃ ابو الحسن تصدر للاقراء والتدریس بالجامع الازہر وقد حضرت مجلس اقرائہ واستانست بسمتہ وسکونہ۔ دیکھئے امام ذہبی جیسے شخص مصنف بہجۃ الاسرار کو الامام الاوحد یعنی امام یگانۂ روزگار کہتے ہیں اور اُن کی مجلس کی حضوری کو باعث فخر سمجھتے ہیں تو کس درجہ کے معتمد علیہ شخص ہونگے۔

اور نیز فتح المبین صفحہ (۱۱۵) میں محمد بن محمد الجزری صاحب حصن حصین کا قول نقل کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کتاب بہجۃ الاسرار میں نے مصر میں کامل پڑھی اور شیخ عبد القادر جو اکابر مشائخین مصر سے تھے ان سے اُس کی اجازت لی" اس سے بہجۃ الاسرار کی جلالت شان معلوم ہوتی ہے کہ محدثین اسکو سبقاً سبقاً پڑھا کرتے تھے اور مثل صحاح ستہ کے اُسکی بھی اجازت لیا کرتے تھے۔ جب نقاد حدیث نے اس کتاب کے مصنف کو امام اوحد کہدیا اور محدثین کے درس و تدریس میں وہ کتاب رہی تو اب کسکی مجال ہے کہ اُسکی روایتیں میں چون و چرا کر سکے۔

امام یافعیؒ نے روض الریاحین صفحہ (۱۹۳) میں لکھا ہے کہ شعبی رح کا چشمدید واقعہ ہے کہ ایک جماعت یمن سے جہاد کیلئے آئی اُن میں سے ایک شخص کا گدھا مر گیا ہر چند رفقانے اُنکی

Marfat.com

سواری کے لئے اپنے گدھے پیش کئے مگر انہوں نے قبول نہ کیا اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا کی کہ الٰہی تیری راہ میں تیری رضامندی کے لئے میں جہاد کے واسطے نکلا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور تمام مردوں کو تو قبروں سے اٹھائیگا الٰہی میں تجھ سے یہ طلب کرتا ہوں کہ میرے گدھے کو زندہ کر دے یہ کہکر گدھے کو مارا وہ کان جھٹکتا ہوا فوراً کھڑا ہو گیا وہ اس پر سوار ہوئے اور اپنے رفقا سے جا ملے۔

اور اسی صفحہ (۲۰۹) میں لکھا ہے کہ ایک روز چند پرندے بریان شیخ مفرج رح کے دستر خوان پر لائے گئے آپ نے ان سے کہا کہ اڑ جاؤ وہ سب زندہ ہو کر اڑ گئے۔

فتاوائے حدیثیہ میں مذکور ہے کہ علامہ ابن حجر ہیتمی مکی رح سے سوال کیا گیا کہ کرامت معجزہ کے درجے کو پہونچ سکتی ہے یا نہیں اور ان دونوں میں کیا فرق ہے انہوں نے جواب دیا کہ اہل سنت وجماعت کے کل فرقے یعنی فقہا اصولیین اور محدثین وغیرہم سب کرامت کے وجود کے قائل ہیں معتزلہ اس کے قائل نہیں۔ پھر اہل سنت کے دلائل احادیث سے بیان کئے اور لکھا کہ کرامت اور معجزے میں کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ معجزہ دعوے نبوت کی تصدیق کے لئے ہے اور کرامت ولی سے صادر ہوتی ہے جو نبوت کا دعوے کر ہی نہیں سکتا کیونکہ یہ دعوے کرتے ہی ولایت کرامت اسکی سلب ہو جائیگی اور وہ کافر ہو جائیگا اسکے بعد کئی واقعات احیائے اموات کے بیان کئے جو بطور کرامت اولیاء اللہ سے صادر ہوئے ہیں چنانچہ چند واقعات کا ترجمہ بیان کیا جاتا ہے۔

ایک یہ کہ عبد اللہ تستری جہاد کے لئے جارہے تھے رستہ میں ان کی سواری کا گھوڑا مرگیا انہوں نے دعا کی کہ الٰہی یہ گھوڑا مجھے اس وقت تک عاریت دے کہ میں اپنی بستی تستر کو پہنچ جاؤں اسیوقت گھوڑا کھڑا ہو گیا اور اس سفر میں پوری رفاقت دی اور

Marfat.com

جب تستر کو پہنچے تو خوگیر اتارتے ہی وہ مرگیا۔

اور ایک اعرابی کے اونٹ کے زندہ ہونے کا واقعہ بھی اسی قسم کا نقل کیا ہے اور لکھا ہے
عن سہل التستری انہ قال الذاکر اللہ علی الحقیقۃ لوہم ان یحیی الموتے یفعل سہل تستری کہتے ہیں حقیقی طور
پر جو اللہ تعالےٰ کا ذکر کیا کرے اگر وہ مردہ کو زندہ کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔

اور لکھا ہے کہ شیخ اہدل ابوالغیث رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک بلی پلی ہوئی تھی خادم نے اُسکو مار ڈالا
اور جب شیخ نے اُس کا حال کئی روز کے بعد پوچھا تو اپنی لاعلمی ظاہر کی شیخ نے حسب عادت
بلی کو پکارا فوراً زندہ ہوکر آگئی۔

اور لکھا ہے کہ شیخ ابویوسف دہانی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی مرید کا انتقال ہوا جس سے اُس کے
قرابت دار نہایت مغموم تھے آپ وہاں تشریف لیگئے اور قم باذن اللہ تعالےٰ اس سے کہا فوراً
وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور ایک مدت تک زندہ رہا۔

نفحات الانس صفحہ (۲۶۰) میں مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے عین القضاۃ ہمدانی کے حال میں لکھا ہے
کہ آپ سے اعلیٰ درجہ کے خوارق عادات مثل احیا و اماتت ظہور میں آئے چنانچہ ایک روز سماع
کی مجلس میں ابوسعید ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بیت پڑھی جسپر آپ کو وجد ہوا ابوسعید نے کہا مجھے مرنیکی
آرزو آتی ہے۔ آپ نے کہا مرجاؤ وہ فوراً بیہوش ہوکر گرے اور مرگئے مفتی شہر بھی اُس مجلس میں
حاضر تھے پوچھا کہ آپ نے زندہ کو تو مار ڈالا کیا مُردہ کو بھی زندہ کرسکتے ہو کہا کون مردہ ہے کہا
فقیہہ محمود آپ نے کہا الٰہی فقیہہ محمود کو زندہ کردے اُسی ساعت وہ زندہ ہوگئے۔

یہ چند واقعات جو دو چار کتابوں سے لکھے گئے ان کو مشتے نمونہ از خروارے
سمجھنا چاہیئے اگر تمام کتب سیر و تواریخ وغیرہ میں تلاش کئے جائیں تو اور بہت سے واقعات
مل سکتے ہیں اور یہ تو ابھی معلوم ہوا کہ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ جو اکابر محدثین سے ہیں اُنہوں نے

Marfat.com

ایک کتاب ہی مستقل زندہ شدہ مردوں کے حال میں لکھی ہے اس سے ان کا یہی مقصود تھا کہ احیائے اموات کا ذکر قرآن شریف میں جو کئی جگہ واقع ہے مختلف اوقات اور متعدد مقامات میں اُس کا وقوع معلوم ہونے سے کوئی استبعاد باقی نہ رہے۔ حق تعالیٰ ان علماء کی سعی مشکور فرمادے کہ ہم آخری زمانے والے مسلمانوں کے ایمان کو مستحکم کرنیکی غرض سے کیسی کیسی محنتیں گوارا کرکے ایک ذخیرہ معلومات کا ہمارے لئے فراہم کردیا جس کی شکرگذاری ہم پر واجب ہے۔

ان تمام واقعات کو دیکھنے سے ظاہر ہے کہ حدیث شریف میں جو وارد ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اس سے یہی مراد نہیں کہ صرف زبانی وعظ ونصیحت علما کا کام ہے بلکہ مقتضائے کمال تشبہ یہ ہے کہ جسطرح انبیا نے احیائے اموات وغیرہ کا خوارق عادات سے کام لیا تھا سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس باب میں بھی اُن سے پیچھے نہ رہے چنانچہ علماء باللہ قدس اللہ اسرارہم نے اسکو بھی کردکھایا۔

ہمیں اس کا یقین ہے کہ یہ تو کیا اگر کئی مجزان واقعات کے پیش کئے جائیں تو بھی مرزا صاحب اور اُن کے پیرو ایک نہ مانیں گے اور جس طرح مرزا حیرت صاحب کو حضرت امام حسینؓ کے واقعۂ شہادت کی روایات اور تواتر کا انکار ہے ہمارے مرزا صاحب بھی انکار ہی فرماتے رہینگے اسلئے یہاں ہمارا روئے سخن مرزا صاحب کی طرف نہیں ہے بلکہ ہم اُن حضرات کو توجہ دلاتے ہیں کہ جو فقہا اور محدثین اور اولیاء اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں ورنہ مخالفین اہل سنت وجماعت کے روبرو ان حضرات کے اقوال پیش کرنا ایسا ہے جیسے پادریوں کے مقابلہ میں قرآن وحدیث کو پیش کرنا جس سے سوائے تضیع اوقات کے کوئی فائدہ متصور نہیں معتزلہ اور اُن کے ہمخیال لوگوں کو اصل کرامت ہی کا انکار ہے اور ہونا بھی چاہئیے اس لئے کہ مادرزاد نابینا مثلاً اگر خط وخال وحسن وجمال اور جملہ الوان وانوار کا انکار نکرے تو

کیا کرے اُس کی عقل میں صلاحیت ہی نہیں کہ ان چیزوں کا تصور کر سکے۔ اسی طرح معتزلہ نے دیکھا کہ آخر ہم بھی مسلمان ہیں اور کبھی کرامت کی صورت بھی نہ دیکھی اس لئے اُن کی عقلوں نے اصل کرامت ہی کا انکار کر دیا انہوں نے یہ نہیں خیال کیا کہ اس میں اپنا ہی قصور ہے کرامت کا مدار تو کمال ایمان پر ہے اور وہاں نفس ایمان میں کلام ہے۔ کیا یہ مقتضائے ایمان ہے کہ کھلی کھلی آیات واحادیث کو اپنی سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے نہ مان کر اُن میں اقسام کی تاویلیں کیجائیں۔ کرامت کا درجہ تو فقط ایمان لانے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا جب تک ایسی حالت نہ پیدا ہو جس سے خالق کی خوشنودی کے مستحق ہوں پھر ایسا عظیم الشان درجہ بغیر تمام آیات و احادیث پر ایمان لانے کے کیوں کر حاصل ہو سکتا ہے۔

الحاصل جس طرح معتزلہ کے انکار کرامت سے اہل سنت وجماعت کرامت کا انکار نہیں کر سکتے اسی طرح مرزا صاحب کے انکار احیائے اموات سے وہ لوگ اس کا انکار نہیں کر سکتے معتزلہ کو تو صرف قیاس ہی نے روکا تھا اُس میں اُن کی کوئی ذاتی غرض نہ تھی مرزا صاحب کی تو ذاتی غرض بھی اس انکار سے متعلق ہے ایسے موقع میں اُن کی بات کیونکر قابل اعتبار ہو سکے۔

حق تعالیٰ نے عزیر یا ارمیا علیہ السلام کے مر کے زندہ ہونے کا واقعہ جو قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے مرزا صاحب اُس کی نسبت ازالۃ الاوہام صفحہ (۶۶۵) میں لکھتے ہیں قصہ عزیر وغیرہ جو قرآن میں ہے اس بات کے مخالف نہیں کیونکہ لغت میں موت بمعنی نوم وغشی بھی آیا ہے دیکھو قاموس اور جو عزیر کے قصہ میں ہڈیوں پر گوشت چڑھانے کا ذکر ہے وہ حقیقت میں ایک الگ بیان ہے جس میں یہ بتلانا منظور ہے کہ رحم میں خدائے تعالیٰ ایک مردہ کو زندہ کرتا ہے اور اُس کی ہڈیوں پر گوشت چڑھاتا ہے اور پھر اُس میں جان ڈالتا ہے ماسوا اس کے کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں ہو سکتا کہ عزیر دوبارہ زندہ ہو کر پھر بھی فوت ہوا پس اس سے

Marfat.com

صاف ثابت ہوتا ہے کہ عزیر کی زندگی دوم دنیوی نہیں تھی ورنہ اُس کے بعد ضرور اسکی موت کا ذکر ہوتا

یہ قصہ قرآن شریف میں اس طرح مذکور ہے قولہ تعالےٰ اوکالذی مرعلی قریۃ وہی خاویۃ علیٰ عروشہا

قال انّٰی یحیی ہٰذہ اللہ بعد موتہا فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ قال کم لبثت قال لبثت یوما او بعض

یوم قال بل لبثت مائۃ عام فانظر الی طعامک وشرابک لم یتسنہ وانظر الی حمارک ولنجعلک

آیۃ للناس وانظر الی العظام کیف ننشزہا ثم نکسوہا لحما فلما تبین لہ قال اعلم ان اللہ

علیٰ کل شئے قدیر حاصل مضمون اس آیۂ شریفہ کا جو احادیث سے ثابت ہے جنکو ابن جریر رح

نے اپنی تفسیر میں اور امام سیوطی رح نے درمنثور میں اور دوسرے مفسرین نے ذکر کیا ہے یہ ہے

اور سیاق وسباق سے بھی ظاہر ہے کہ جب بیت المقدس میں بنی اسرائیل کے نوخیز اور نئے

خیال کے لوگ خدا ورسول سے بے خوف ہوگئے اور فسق وفجور حد سے زیادہ ہوگیا ارمیا علیہ السلام

پر وحی ہوئی کہ اب یہ بستی غارت اور ویران کردی جائیگی۔ ہرچند اُنہوں نے لوگوں کو

بہت کچھ سمجھایا اور وعظ ونصیحت کی مگر جب ایمان ہی نہو تو کیا اثر ہوسکتا ہے۔ غرض کہ

کسی نے نہ مانا آخر بخت نصر نے اُس پر چڑھائی کی اور قتل عام کرکے اُسکو ایسا تباہ کیا کہ تمام

مکانات وعمارات منہدم کردئے جس سے پوری بستی ایک تودۂ خاک مثل پہاڑ نظر آتی

تھی۔ ارمیا علیہ السلام وہاں سے جاتے ہوئے کسی پہاڑ کے کنارے کھڑے ہوگئے اور

کمال افسوس سے کہا کہ اب یہ بستی کہاں آباد ہوسکتی ہے کما قال تعالےٰ اوکالذی مرعلی قریۃ

وہی خاویۃ علی عروشہا قال انی یحیی ہٰذہ اللہ بعد موتہا اور ایک روایت میں ہے کہ عزیر علیہ السلام

کا اس پر گذر ہوا اور اُنہوں نے یہہ کلمہ کہا۔ بہرحال خدائے تعالےٰ کو منظور ہوا کہ نبی وقت

کا استبعاد دفع کردے۔ ملک الموت کو حکم ہوا کہ اُن کی روح قبض کرلیں۔ چنانچہ

روح قبض کرلی گئی جس کی خبر حق تعالےٰ قرآن شریف میں دیتا ہے کہ فاماتہ اللہ اور اُنکا

Marfat.com

لاشہ وہیں پڑا رہا یہاں تک کہ جب ستر برس گذرے تو کسی بادشاہ کو حکم ہوا کہ بیت المقدس کو پھر آباد کرے چنانچہ تیس سال میں وہ بالکل آباد ہو گیا اُس وقت جبکہ پورے سو برس اُنکی موت سے گذرے تھے حق تعالیٰ نے اُن کو زندہ کیا کما قال تعالیٰ فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ اور زندہ ایسے طور پر کئے گئے کہ جو خدشہ اُن کے دل میں تھا اُس کا جواب ساتھ ہی ہو جائے یعنی ابتدا آنکھیں بنائی گئیں اور پہلے پہل جس پر نظر پڑی وہ بیت المقدس تھا جسکی آبادی محال سمجھی گئی تھی دیکھا کہ اُس کی اب یہہ حالت ہے کہ پہلے سے بھی زیادہ خوش نما اور خوش منظر ہے کیونکہ کل عمارتیں جدید بنی ہوی تھیں جن میں نام کو کہنگی نہ تھی۔ جب انہوں نے اپنے سوال کا جواب عملی طور پر پالیا تو ارشاد ہوا کہ اب بتاؤ کہ تم یہاں کتنے روز رہے کما قال تعالیٰ قال کم لبثت کہا ایک روز یا اس سے بھی کم قولہ تعالیٰ قال لبثت یوماً او بعض یوم اس لئے کہ اس عالم سے غائب ہونے کا وقت صبح کا تھا اور اب غروب کا وقت ہے فرمایا یہ نہیں بلکہ سو برس گذر چکے ہیں قولہ تعالیٰ قال بل لبثت مائۃ عام اب غور کرو کیا ممکن ہے کہ اتنی مدت کھانے پینے کی چیزیں از قسم فواکہ محفوظ رہ سکیں دیکھو یہ چیزیں بلا تغیر تمہارے سامنے رکھی ہیں اور گدھا بھی بحال خود موجود ہے۔ یہ وہی اشیاء ہیں جو تمہارے ساتھ تھیں کما قال تعالیٰ فانظر الی طعامک و شرابک لم یتسنہ وانظر الی حمارک اس سے اُن کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جس طرح خدائے تعالیٰ خراب کو آباد اور درست کرتا ہے۔ اسی طرح جس چیز کو چاہتا ہے خرابی سے محفوظ بھی رکھ سکتا ہے اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ان کارروائیوں سے ہمارا مقصود یہ تھا کہ تمہارے خدشہ کا جواب مع شئی زائد ہو جائے اور یہ بھی غرض تھی کہ تمہیں اپنی قدرت کی نشانی بتائیں کما قال تعالیٰ ولنجعلک آیۃ للناس چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب وہ اپنے گھر گئے تو پوتے بوڑھے تھے اور ان کی وہی عمر تھی جو انتقال کے وقت تھی۔ چنانچہ درمنثور میں ہے۔ وقال ابن عباس

Marfat.com

فکان کما قال اللہ ولنجعلک آیۃ للناس یعنی لبنی اسرائیل وذالک انہ یجلس مع بنی بنیہ

وہم شیوخ وہو شاب لانہ کان مات وہو ابن اربعین سنۃ فبعث اللہ شابا کہیئتہ یوم مات

مختصراً غرض کہ جب مجلس میں وہ اپنے پوتوں کے ساتھ بیٹھتے تو حق تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ ہوتا کہ دادا تو چالیس برس کے اور پوتے سو سو برس کے یہاں یہ نکتہ قابل یاد رکھنے کے ہے کہ بیت المقدس خرابی کے بعد از سر نو آباد ہوا جسکو نیا شہر باعتبار تعمیر کے کہہ سکتے ہیں۔ اور فواکہ میں خرابی اور تغیر آیا ہی نہ تھا بلکہ وجود اُن کا بحالت سابقہ مستمر رہا۔ اور عزیر علیہ السلام کا وجود نہ مثل فواکہ مستمر رہا نہ بیت المقدس وجود سابق و لاحق میں ایسی مغایرت ہوئی جس سے نئے عزیر کہلائیں بلکہ وجود سابق کے ساتھ وجود لاحق ایسا متصل کیا گیا کہ گویا وجود سابق ہی مستمر ہے اسی وجہ سے اُن کے پوتوں نے اپنا دادا تسلیم کر لیا۔ غرضکہ عزیر علیہ السلام کو ویران شہر کے آباد ہونے ہی میں کلام تھا حق تعالےٰ نے اُس سے بڑھکر قابل استبعاد بلکہ محال چیزوں کا مشاہدہ کرا دیا کیونکہ عقل ہرگز جائز نہیں رکھتی کہ میوہ بغیر تغیر کے سو سال تک محفوظ رہے یا اعادہ معدوم کا ہو سکے۔ اُس کے بعد معدوم کو موجود کرنے کا طریقہ دکھلایا گیا چنانچہ ارشاد ہے وانظر الی العظام کیف ننشزہا ثم نکسوہا لحما یعنے اپنی ہڈیوں کی طرف دیکھو کہ کیسی جمع ہو رہی ہیں اور کس طرح ہم ان پر گوشت پہناتے ہیں جب انھوں نے تمام واقعات بچشم خود دیکھ لئے اور اچھی طرح ان پر یہ امر ظاہر ہو گیا کما قال تعالیٰ فلما تبین لہ بے اختیار کہہ اُٹھے کہ اعلم ان اللہ علی کل شئی قدیر یعنی میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے ویران بستی کا آباد کرنا تو کیا معدوم کو دوبارہ موجود کر سکتا ہے وغیر ذلک۔

ملخص اُن احادیث کا ہے جو اس باب میں بکثرت وارد ہیں اور جن کا نقل کرنا موجب تطویل ہے۔ در منثور میں یہ روایت بھی ہے اخرج عبد ابن حمید وابن المنذر

Marfat.com

وابن ابی حاتم والحاکم وصححہ والبیہقی فی شعب الایمان عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فی قولہ تعالیٰ اوکالذی مرعلی قریۃ الی ان قال فاماتہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ فاول ماخلق اللہ منہ عیناہ فجعل ینظر الی عظامہ الحدیث واخرج اسحٰق بن بشر وابن عساکر من طرق عن ابن عباس رض وکعب والحسن ووہب فقال انی یحیی ہذہ اللہ بعد موتہا فلم یشک ان اللہ یحییہا ولکن قالہا تعجبا فبعث اللہ ملک الموت فقبض روحہ فاماتہ اللہ مائۃ عام الحدیث ماحصل ان روایتوں کا یہ ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ اور ابن عباس اور کعب اور حسن اور وہب رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ وہ نبی حقیقۃً مرگئے تھے جن کی روح ملک الموت نے قبض کی اور پہلے اُن کی آنکھوں میں جان آئی جن سے وہ بوسیدہ ہڈیوں کو دیکھ رہے تھے یہی دو روایتیں مسلمانوں کے لئے کافی ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابن عباس رض وغیرہ اکابر صحابہ وتابعین جب ان کی حقیقی موت کے بعد زندہ ہونیکے قائل ہیں اور صراحۃً قرآن شریف میں بھی اُن کی موت کا ذکر موجود ہے تو اب مرزا صاحب کا مجرد بیان کہ اُن کی موت ثابت نہیں اور وہ بھی ایسا کہ جس سے اپنی ذاتی منفعت حاصل کرنا چاہتے ہیں اس قابل نہیں کہ کوئی مسلمان اُس کی طرف توجہ کرے۔

مرزا صاحب کی جہاں غرض متعلق ہوتی ہے تو فرماتے ہیں کہ حدیث ضعیف بھی اعتبار کے قابل ہے کیونکہ اُس کا موضوع ہونا تو ثابت نہیں۔ جیسا کہ اسی کتاب میں معلوم ہوا۔ اور ازالۃ الاوہام صفحہ (۵۵۷) میں لکھتے ہیں کہ جو حدیث قرآن شریف کے مخالف نہیں بلکہ اُس کے بیان کو اور بھی بسط سے بیان کرتی ہے وہ بشرطیکہ جرح سے خالی ہو قبول کرنے کے لائق ہے اب دیکھئے یہ حدیثیں تو ضعیف بھی نہیں بلکہ خود محدثین نے صحت کی تصریح کی ہے اور اُن میں کسی محدث نے جرح بھی نہیں کی اور قرآن کو اور بھی بسط سے بیان کر رہی ہیں کہ ملک الموت نے اُن کی روح قبض کی اور زندہ ہونیکے وقت پہلے آنکھیں بنائی گئیں۔ تو بقول مرزا صاحب

Marfat.com

وہ بھی قابل قبول ہیں جس سے یقیناً ثابت ہوگیا کہ موت یہاں نوم وغشی کے معنی میں نہیں ہے
اور جب احادیث اور آیت قرآنی سے اس عالم میں موت کے بعد زندہ ہونا ثابت ہوگیا تو
لا یرجعون سے مرزا صاحب نے جو مطلب نکالا تھا کہ کوئی مردہ زندہ نہیں ہوسکتا وہ غلط ہوگیا
اور وہ بات صادق آگئی جو خود مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۵۵۷) میں تحریر فرماتے
ہیں۔ اور بباعث اس کے کہ اُن لوگوں کے یعنی نیچریوں کے دلوں میں قال اللہ اور قال الرسول
کی عظمت باقی نہیں رہی اس لئے جو بات اُن کی اپنی سمجھ سے بالاتر ہو اسکو محالات اور
ممتنعات میں داخل کرلیتے ہیں قانون قدرت بیشک حق اور باطل کے آزمانے کیلئے آلہ ہے
مگر ہر ایک قسم کی آزمایش کا اسی پر مدار نہیں۔ اس فلسفی قانون قدرت سے ذرا اوپر چڑھکر
ایک اور قانون قدرت بھی ہے جو نہایت دقیق اور غامض اور بباعث دقت وغموض موٹی
نظروں سے چھپا ہوا ہے۔ جو عارفوں ہی پر کھلتا ہے۔ مسلمانوں کی بدقسمتی سے یہ فرقہ بھی
اسلام میں پیدا ہوگیا جس کا قدم دن بدن الحاد کے میدانوں میں آگے ہی آگے چل رہا ہے
مرزا صاحب نیچریوں کی چنگال سے مسلمانوں کو اس وجہ سے نکال رہے ہیں کہ وہ
مرزا صاحب کی عیسویت کو نہیں مانتے چنانچہ اسی تقریر کی ابتدا صفحہ (۵۵۵) میں لکھتے ہیں
کہ حال کے نیچری جن کے دلوں میں کچھ بھی عظمت قال اللہ اور قال الرسول کی باقی نہیں رہی
بے اصل خیال پیش کرتے ہیں کہ جو مسیح ابن مریم کے آنیکی خبریں صحاح میں موجود ہیں یہ
تمام خبریں ہی غلط ہیں ان کا ایسی باتوں سے مطلب یہ ہے کہ تا اس عاجز کے اس دعوے
کی تحقیر کرکے اسکو باطل ٹھیرایا جائے۔ اس موقع میں تو ماشاءاللہ مرزا صاحب نے حدیثوں کی
خوب ہی طرفداری کی مگر جب کوئی حدیث اُن کے مخالف ہوتی ہے (اور ہمیشہ
یہی ہوا کرتا ہے) تو خواہ وہ بخاری کی حدیث ہو یا مسلم کی صاف فرمادیتے ہیں

Marfat.com

کہ حدیث اگر صحیح بھی ہو تو مفید ظن ہے والظن لا یغنی من الحق شیئاً یعنی حدیث سے کوئی بات ثابت نہیں ہو سکتی اور مرزا صاحب کی توجہ حدیث کی طرف ایسی ہوئی ہے جیسے اتھم صاحب کے بھاگے بھاگے پھرنے کا نام انہوں نے رجوع الی الحق رکھدیا تھا اب بیچارے نادان مسلمان اگر نیچریوں کے پنجہ سے نکلے بھی تو مرزا صاحب کے پنجہ میں گرفتار ہیں اور مجبوراً اُن کو یہی کہنا پڑیگا کہ کوئی حدیث قابل اعتبار نہیں۔ اور بزبان حال کہہ رہے ہیں (رچو دیدم عاقبت خود گرگ بودی) مگر اس سے کیا ہوتا ہے۔ یہی بات اگر سمجھ کے کہتے تو اس کے نتائج ہی کچھ اور ہوتے۔

مرزا صاحب نے اگرچہ احتمال قائم کر دیا ہے کہ موت کے معنی لغت میں نوم و غشی کے ہیں مگر وہ موت ہی کے قائل معلوم ہوتے ہیں چنانچہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۳۶۵) میں لکھتے ہیں اگر ان آیات کو ان کے ظاہری معنی پر محمول کیا جائے تو صرف یہ ثابت ہوگا کہ خدا تعالیٰ کی کرشمہ قدرت نے ایک لحہ کیلئے عزیر علیہ السلام کو زندہ کر کے دکھلا دیا تا کہ اپنی قدرت پر اسکو یقین دلائے مگر اُنکے مرید صاحب نے تو موت کا انکار ہی کر دیا چنانچہ القول العجیب میں لکھا ہے کہ یہ ایک خواب تھی جو اللہ نے نبی کو دکھلائی تھی۔ اُن کو خیال پیدا ہوا کہ ہڈیوں کو کیونکر زندہ کر سکتا ہے تب اللہ نے ان کی تسلی کیلئے انپر خواب طاری کی اور خواب میں اُن ہڈیوں وغیرہ اور غیر آباد زمین کو سو سال کے اندر آباد ہوتے دکھلایا پھر جب وہ خواب سے بیدار ہوئے تو اللہ نے پوچھا کہ تم اس حالت میں کتنی دیر رہے انہوں نے جواب دیا ایکدن اللہ نے کہا نہیں تو سو سال تک اس نظارہ کو دیکھتا رہا۔ پھر جب ان کو تردد پیدا ہوا کہ کیا میں سو سال تک سوتا پایا تب اللہ نے ان کے رفع شک کیلئے فرمایا کہ وہ بات تو خواب کی یعنی عالم مثال کے سو سال تھے کیونکہ تم اپنے کھانے اور پینے کی چیز کو دیکھو اس پر کوئی سال نہیں گذرے اپنے گدھے کو دیکھو کھڑا ہوا ہے۔ ماحصل اس کا یہ ہوا کہ مرزا صاحب نے ناحق اقرار کرلیا

Marfat.com

کہ وہ ایک لمحہ کے لئے مرے تھے در اصل وہ مرے ہی نہیں اور اللہ تعالےٰ نے جو
فاماتہ اللہ فرمایا ہے وہ بھی کچھ ایسی ہی بات ہے در اصل نہ وہ مرے نہ سو برس پڑے
رہے بلکہ صرف تین چار پہر سوتے رہے اور سو برس تک خواب دیکھا کئے یہ فاماتہ اللہ
مائۃ عام کا مطلب ہوا پھر جب خدا نے اُن سے پوچھا کم لبثت اس کا مطلب یہ کہ
کتنی دیر خواب دیکھا کئے پھر اُنہوں نے دیکھا تو سو برس مگر کہدیا ایک روز۔ خدا نے
کہا نہیں بل لبثت مائۃ عام یعنی تم سو برس تک خواب دیکھا کئے اس پر بھی ان کو اعتبار
نہ آیا اور نہ یہ بات یاد آئی کہ سو برس خواب دیکھا کئے آخر خدا کو یہ بات ثابت کرنی
ضرورت ہوئی کہ وہ واقعہ ایک ہی روز کا تھا اس لئے ان کے کھانے پینے
کی چیزیں اور گدھے کو دکھلانے کی ضرورت ہوئی اور اُنہوں نے جو خود اقرار کیا تھا
کہ ابھی ایک دن بھی نہیں گزرا وہ قابل اعتبار نہ ہوا۔

یہ جو مضمون قرآن شریف کا بیان کیا گیا ہے کیا کوئی غبی یا ذکی عبارت
قرآن سے نکال سکتا ہے ہرگز نہیں اور نہ یہ مضمون کسی تفسیر میں ہے نہ حدیث میں
اسی کو تفسیر بالرائے کہتے ہیں جس کی نسبت مرزا صاحب نے بھی کفر و الحاد کا فتویٰ دیدیا ہے
ادنیٰ فراست سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ جب مرزا صاحب کو دعویٰ فصاحت اور بلاغت
اور اعجاز بیانی ہے تو مرزا صاحب کے کلام میں اور کلام الٰہی میں ضرور فصاحت
اور بلاغت کا موازنہ ہوگا اور یہ بات ثابت کردیجائیگی کہ خدا کا کلام تو ایسا ہوا کرتا ہے کہ مقصود
کچھ ہے تو الفاظ کچھ ہیں اور مرزا صاحب کے کلام میں اس قسم کی رکاکت ثابت نہ ہو سکیگی
اور اُن کی بھی خصوصیت کیا ہر ایک ادنےٰ منشی جو کچھ لکھتا ہے اپنا مافی الضمیر
الفاظ میں پورا بیان کردیتا ہے۔ جس سے اسکو دیکھنے والا مقصود اس منشی کا

Marfat.com

سمجھا جاتا ہے پھر اس موازنہ پر جو کچھ تفریعات اور آثار مترتب ہونگے وہ محتاج بیان نہیں
القول العجیب میں یہ بھی لکھا ہے کہ اکثر تفاسیر میں فاماتہ اللہ کے معنی یہی لکھے
ہیں فانامہ اللہ یعنی اللہ نے اسکو سلا دیا دیکھو معالم وغیرہ کہ [illegible] اُس کی
عبارت یہ ہے فالقی اللہ علیہ النوم فلما نام نزع اللہ منہ الروح مائۃ عام فلما مضت المائۃ
احیی اللہ منہ عینیہ وسائر جسدہ میت ثم احیا جسدہ وہو ینظر الیہ یعنی خدائے تعالے نے
ان پر نیند غالب کر دی جب وہ سو رہے تو اُن کی روح قبض کر لی گئی۔ پھر جب سو برس
پورے گذر گئے تو اللہ نے پہلے اُن کی آنکھیں زندہ کیں پھر تمام جسم کو زندہ کیا جسکو
وہ [illegible] دیکھ رہے تھے۔ اگر صاحب ازالہ نے فاماتہ اللہ کے معنی فانامہ لیا ہے
تو فلما نام نزع اللہ منہ الروح مائۃ عام میں نزع روح کس لفظ سے نکالا جائیگا۔
شاید نزع روح سے معمولی غفلت سمجھی گئی ہو مگر یہ معنی صاحب قول عجیب کے مقصود
کے خلاف ہے کیونکہ سو برس کی نیند کے وہ قائل نہیں۔ پھر آنکھوں اور جسم کا زندہ کرنا کیسا
موت تو آئی نہ تھی شاید یہاں یہ کہا جائے گا کہ پہلے آنکھیں بیدار ہوئیں [illegible] جسم بیدار
ہوا جسکو وہ آنکھوں سے دیکھ رہے تھے مگر اس میں بھی یہ بات قابل غور ہے کہ آنکھوں سے
جسم کی بیداری کیونکر نظر آئی اگر جسم کی بیداری سے مراد حرکت ہے تو یہ نہیں ہو سکتا اس لئے
کہ نیند میں بھی جسم کی حرکت باقی رہتی ہے جو کروٹ بدلنے سے ظاہر ہے اور اگر حس
مراد ہے تو وہ آنکھوں سے محسوس نہیں اس لئے کہ ہر عضو کا حس جدا ہے۔ الحاصل صاحب
معالم کا یہ مذہب ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا کہ عزیر علیہ السلام ایک روز سوتے رہے البتہ انہوں
نے ایک نئی بات بتلائی کہ نزع روح حالت بیداری میں نہیں ہوا بلکہ نیند کی حالت میں ہوا تھا
اس مقام میں ہم صاحب قول عجیب پر یہ الزام ہرگز نہیں لگا سکتے کہ انہوں نے

Marfat.com

معالم کا مطلب سمجھا نہیں بلکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اُن کو صرف قرآن کی تحریف منظور ہے اس لئے الحق اللہ علیہ النوم کو اماتہ اللہ کے معنی قرار دیکر نزع اللہ روحہ وغیرہ کو قصداً ترک کر دیا جس سے مسلمانوں کو دھوکا دینا مقصود ہے کیا ان کارروائیوں کے بعد بھی حسن ظن کیا جائیگا کہ ان حضرات کو کلام الٰہی پر ایمان ہے کیا وہ تمام باتیں جو مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ تفسیر بالرائے کفر و الحاد ہے اور جھوٹ کہنا شرک ہے وغیرہ وغیرہ صدق دل سے کہی گئی ہونگی ان کارروائیوں سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہ بھی ایک حکمت عملی ہے جس پر اُن کی امت بھی عمل پیرا ہے اب مرزا صاحب کی پیش بندیوں کو دیکھئے کہ قرآن کی تحریف کے واسطے کیسا طریقہ نکالا احادیث و تفاسیر کو پہلے ہی ساقط الاعتبار کر دیا پھر جب مطلق العنان ہو گئے تو کون روکنے والا ہے مجاز کا دروازہ کھلا ہوا ہے آدمی کو گدھا اور گدھے کو آدمی مجازاً کہہ سکتے ہیں پھر موت کو نیند اور نیند کو موت کہدینا کون بڑی بات ہے جتنے نبوت کا دعوے کرنیوالے گزرے ہیں سب کا یہی طریقہ رہا ہے کہ قرآن کی تحریف کیا کرتے تھے ۔ جیسا کہ اسی کتاب میں معلوم ہوا کہ قرآن ہی سے استدلال کر کے بعضوں نے مردار اور خون اور خنزیر کو مباح کر دیا تھا۔ اگر آخری زمانہ والے مسلمان مرزا صاحب کے اس طریقہ کو جائز رکھیں تو بس دین کا خاتمہ ہو گیا جب آدمی کے معنی گدھا اور گدھے کے معنی آدمی مجازاً ہو سکتے ہیں تو کونسا لفظ ایسا ہوگا جسکے مجازی معنی اپنے مقصود کے موافق نہ لے سکیں۔

یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہے کہ کسی لفظ کے مجازی معنی لینا تو درست ہے مگر نہ شرعاً عام طور پر اس کی اجازت ہے نہ لغۃً نہ عرفاً نہ عقلاً کہ جہاں چاہیں حقیقی معنی چھوڑ کے مجازی معنی لیا کریں بلکہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ حقیقی معنی وہاں نہ بن سکتے ہوں اور معنی مجازی پر کوئی قرینہ بھی موجود ہو۔ دیکھ لیجئے اگر کوئی شخص کہے کہ میں نے شیر دیکھا تو

Marfat.com

اُس سے یہی سمجھا جائیگا کہ اصلی شیر دیکھا کیونکہ مجازی معنی پر کوئی قرینہ نہیں اور اگر یہ کہے کہ میں نے ایک شیر دیکھا جو بندوق چلا رہا تھا تو بندوق چلانیکے قرینہ سے جو امر د شخص سمجھا جائیگا کیونکہ اصلی شیر میں بندوق سر کرنیکی صلاحیت نہیں۔ چونکہ الفاظ حقیقی اور مجازی معنی میں برابر مستعمل ہوا کرتے ہیں اور حقیقی اور مجازی معنی کا اشتباہ ہمیشہ فہم مضامین میں خلل انداز ہونیکا باعث تھا اس لئے اکابر اہل لغت نے اسکا بندوبست یہ کر دیا کہ ہر لفظ کے حقیقی معنی کی تصریح کر دی جس سے یہ معلوم ہوگیا کہ اُس معنی کے سوائے جس معنی میں وہ لفظ مستعمل ہو مجاز ہوگا اور اُس کے لئے قرینے کی ضرورت ہوگی تاکہ کسی کو یہ موقع نہ ملے کہ کسی لفظ کو مجازی معنی میں مستعمل ہوتے دیکھکر جہاں چاہے وہی معنی مراد لے۔ اب دیکھئے علامہ زمخشری رہ نے اساس البلاغہ میں موت کے حقیقی معنی وہی لکھے ہیں جو مشہور ہیں اُس کے بعد لکھا (ومن المجاز) احیا ء اللہ البلد المیت واخذتہ الموتۃ الغشی ومات فوق الرحل اذا استثقل فی نومہ اور اس کے سوائے بہت سے مجازی استعمال لفظ موت کے بیان کئے اور لسان العرب میں لکھا ہے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور سمی النوم موتا لانہ یزول معہ العقل والحرکۃ تمثیلا لا تحقیقا حاصل مطلب یہ ہوا کہ نیند کو موت جو کبھی کہتے ہیں تو وہ بطور تشبیہ و تمثیل کے ہوتا ہے حقیقی معنی اُس کے وہ نہیں۔

الحمد للہ کہ اکابر اہل لغت کی تصریح سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ موت کے حقیقی معنی وہی ہیں جسکو ہر شخص جانتا ہے اور بیہوشی اور نیند کے معنی میں جو یہ لفظ مستعمل ہے وہ بطور مجاز ہے اسی وجہ سے اگر مات فلان کہا جائے تو یہی سمجھا جائیگا کہ وہ مرگیا اور غشی یا نیند کے معنی میں مستعمل ہو تو اُسی کے لئے قرینہ حالیہ یا مقالیہ کی ضرورت ہوگی جو علامت مجاز ہے۔ اب دیکھئے کہ مرزا صاحب موت کے حقیقی معنی بیہوشی اور نیند کے جو کہتے

Marfat.com

ہیں جیسا کہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۴۴۹) میں لکھتے ہیں کہ اماتت کے حقیقی معنی صرف مارنا اور
موت دینا نہیں بلکہ سلانا اور بیہوش کرنا بھی اس میں داخل ہے اہل لغت کی تصریح
سے ثابت ہوا کہ غلط ہے۔ اگر یہ فرماتے کہ اماتت سلانے اور بیہوش کرنے کے معنی
میں بھی مستعمل ہے تو البتہ قابل تسلیم تھا۔ مگر وہ تو صاف کہہ رہے ہیں کہ اماتت کے حقیقی
معنی سلانے اور بیہوش کرنیکے ہیں جس کی تکذیب کتب لغت سے ہو رہی ہے اگر یہ بیان
ان کا صحیح ہوتا تو کسی لغت کی کتاب کی عبارت نقل کر دیتے کہ اماتت کے حقیقی معنی سلانے
اور بیہوش کرنیکے ہیں جیسے ہم نے لغت سے ثابت کر دیا کہ یہ معنی مجازی ہیں۔
جب لغت سے اُن کی یہ خلاف بیانی ثابت ہوگئی تو اُس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ
وہ اپنی غرض کے وقت جھوٹ سچ کی کچھ پروا نہیں کرتے اسلئے اُن کی کوئی بات قابل اعتبار
نہیں پھر انہوں نے جو کہا تھا کہ جھوٹ کہنا شرک ہے تو اُس سے سوائے دھوکہ دہی کے اور کیا
تصور کیا جائے۔ اور ابھی یہ بات معلوم ہوئی کہ اماتہ اللہ کی تفسیر احادیث سے بھی ثابت ہے
کہ عزیر علیہ السلام اُسوقت مرگئے تھے تو معلوم ہوا کہ نہ بحسب لغت اماتت کی تفسیر بیہوشی اور
خواب ہو سکتی ہے نہ بحسب حدیث اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنی رائے سے تفسیر
کی ہے اور خود ہی ازالۃ الاوہام صفحہ (۳۲۸) میں لکھتے ہیں کہ مومن کا یہ کام نہیں کہ تفسیر بالرائے
کرے اب اُن کو کیا کہنا چاہیئے۔ اور حدیث شریف میں ہے قال النبی صلعم من تکلم فی القرآن برأیہ فاصاب
فقد اخطاء رواہ ابو داؤد والترمذی وفی روایۃ عن ابی داؤد وقال النبی صلعم من قال فی القرآن
بغیر علم فلیتبوا مقعدہ من النار کذا فی تفسیر روح المعانی صفحہ (۶) جلد (۱) یعنی فرمایا نبی صلعم
جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کوئی بات بنائے اگر صواب بھی ہو تو اس نے خطا کی
اور جو شخص قرآن میں بعلمی سے کوئی بات بنائے تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اب

Marfat.com

دیکھئے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق مرزا صاحب کیسی کیسی وعیدوں کے مستحق ہو رہے ہیں اس صورت میں مسلمانوں کو اُن کی رفاقت دینے کی معلوم نہیں کونسی ضرورت ہے۔ مرزا صاحب ازالۃ الاوہام صفحہ (۲۴۷) میں لکھتے ہیں کہ تفسیر معالم میں زیر تفسیر آیت یا عیسےٰ انی متوفیک لکھا ہے کہ علی بن طلحہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ انی ممیتک یعنی میں تجھکو مارنے والا ہوں آپ نے دیکھ لیا کہ ابھی اماتت کے معنی سلانے کے تھے اور یہاں مارنے کے معنی لے رہے ہیں۔ مگر یہ بات یاد رہے کہ یہ تفسیر بھی مرزا صاحب کو مفید نہیں ہوسکتی اس لئے کہ اُن کے اعتراف سے ثابت ہے کہ اماتت کے معنی سلادینے کے ہیں جس سے ثابت ہے کہ متوفیک کے معنی ابن عباسؓ نے ممیتک کرکے سلادینے کے معنی اُس کے بھی لئے ہیں اور قرآن شریف سے بھی ثابت ہے کہ توفی کے معنی سلادینے کے ہوتے ہیں جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا یعنی توفی جو موت اور سونے کے وقت ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یعنی اللہ ہی مارتا ہے اور سلاتا ہے نیز قولہ تعالیٰ وھو الذی یتوفکم باللیل یعنی اللہ ہی تمکو رات میں سلادیا کرتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ توفی کے معنی سلادینے کے بھی ہیں اور مرزا صاحب کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اماتت کے معنی بھی سلادینے کے ہیں اس صورت میں متوفیک اور ممیتک دونوں کے معنی سلادینے کے ہوسکتے جو ہمارا مقصود ہے اور مرزا صاحب جو ازالۃ الاوہام صفحہ (۹۴۲) میں لکھتے ہیں کہ توفی کے حقیقی معنی وفات دینے اور روح قبض کرنے کے ہیں سو خود کلام الٰہی سے اُس کی تکذیب ہوگئی۔ اور معلوم ہوگیا کہ توفی جیسے قبض روح سے ہوتی ہے نیند سے بھی ہوتی ہے علامہ زمخشری نے اساس البلاغہ میں توفی کے حقیقی معنی استعمال لکھا ہے

Marfat.com

کما قال وتوفاہ استکملہ اوس کے بعد لکھا ہے و (من المجاز) توفی فلاں وتوفاہ اللّٰہ
ادرکتہ الوفات اور لسان العرب میں لکھا ہے تقول قد استوفیت من فلان وتوفیت منہ مالی

علیہ تاویلہ ان لم یبق علیہ شئی۔ واما توفی النائم فہواستیفا روقت عقلہ وتمیزہ الی ان نام
وقال الزجاج فی قولہ قل یتوفاکم ملک الموت قال ہومن توفیۃ العدد تاویلہ ان یقبض
ارواحکم اجمعین فلا ینقص واحد منکم الحاصل اس سے ثابت ہے کہ توفی کے حقیقی معنی
استکمال اور استیفار کے ہیں کسی کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ توفی کے حقیقی معنی موت کے
ہیں اس صورت میں یا عیسے انی متوفیک کا مطلب یہ ہوا کہ اے عیسے ہرچند کفار تمکو قتل کرنا چاہتے
ہیں مگر یہ نہو گا ہم تمہاری عمر کامل کرینگے اور تمکو اپنی طرف اٹھا لینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ
حقتعالے نے اُن کی عمر دراز کی جس کی ظاہری تدبیر یہ ہوئی کہ اُن کے دشمنوں میں سے
اُن کو آسمان کی طرف اُٹھالیا اور قیامت کے قریب تک زندہ رہینگے جیسا کہ احادیث
صحیحہ سے ثابت ہے یہ مطلب آیت شریفہ کا توفی کے حقیقی معنے لینے پر تھا۔ اور اگر مجازی
معنی لئے جائیں تو مطلب یہ ہو گا کہ ہم تمہیں سلا کے یا بیہوش کر کے اُٹھا لینگے اور توفی
کے معنی سلانے کے تو خود کلام آلہی سے ثابت ہیں بہرحال متوفیک کے حقیقی معنی لیں
یا مجازی دونوں صورتوں میں وہ معنی اچھی طرح بنجاتے ہیں جو مسلمانوں میں ابتدار سے
ابتک متعارف و مشہور ہیں اور جن کی تصدیق صدہا احادیث و آثار سے ہورہی ہے اور اسکی
کوئی ضرورت نہیں ہوئی کہ عیسے سے مایوس ہو کر مرزا صاحب ہی پر قناعت کرلیجائے
گو جتنی باتیں آپ میں پائی جاتی ہیں شان عیسویت کے سراسر خلاف اور مضر ہیں۔

اب دیکھئے کہ مرزا صاحب نے موت اور توفی کے معنی میں لغت کی طرف رجوع
کی تو اکابر اہل لغت نے اُن کی تکذیب کر دی پھر قرآن کی طرف رخ کیا تو خدائے تعالیٰ کے

Marfat.com

کلام قدیم سے صاف اُن کا جھوٹ ثابت ہوگیا اور احادیث کے تو وہ اسی وجہ سے
دشمن ہیں کہ حدیثیں ہمیشہ اُن کی تکفیر و تفسیق وغیرہ کرتی ہیں۔

اہل انصاف اس مقام میں اچھی طرح غور کریں کہ مرزا صاحب نے خیال کیا تھا
کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت یاعیسیٰ انی متوفیک سے گویا ثابت ہوگئی اور دوبارہ زندہ ہونیکا
احتمال جو فاماتہ اللہ مائۃ عام سے ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ مثل عزیر علیہ السلام کے وہ پھر
زندہ ہوجائیں اُس کے باطل کرنے کی غرض سے اس آیت شریفہ کے معنی میں تحریف
و تصرف کیا۔ مگر بفضلہ تعالےٰ انہی کی تقریر سے ثابت ہوگیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت
ثابت نہیں اسلئے کہ ابن عباس کی تفسیر جو استدلال میں پیش کرتے ہیں کہ متوفیک کی
تفسیر انہوں نے (ممیتک کی ہے) اُس سے اُن کی موت ثابت نہیں جیسا کہ اماتہ اللہ سے عزیر علیہ السلام
کی موت بقول مرزا صاحب ثابت نہیں۔ اور اگر عیسیٰ کی موت ثابت کرنیکی غرض سے ممیتک جو تفسیر
متوفیک میں واقع ہی اُس سے حقیقی موت مرادلیں تو فاماتہ اللہ سے عزیرؑ کی حقیقی موت ثابت ہوگی جس سے
ان کا وہ مطلب فوت ہوجائیگا کہ کوئی شخص اس عالم میں دوبارہ زندہ نہیں ہوسکتا اس لئے کہ فاماتہ اللہ
مائۃ عام ثم بعثہ سے عزیر علیہ السلام کا دوبارہ زندہ ہونا ثابت ہے بہر حال اُن دونوں دعووں سے
ایک دعوے الکاذب باطل ہوگیا اس کے بعد احیائے موتی سے متعلق کل آیتوں میں جو
وہ تحریفیں کر رہے ہیں جیسا کہ ازالۃ الاوہام صفحہ (۹۴۳) میں لکھتے ہیں کہ تمام قرآن میں
جو احیائے موتی کے متعلق آیات ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ فلاں قوم یا شخص کو مارنے
کے بعد زندہ کیا گیا اُن میں صرف اماتت کا لفظ ہے توفی کا لفظ نہیں اُس میں یہی بھید
ہے کہ توفی کے حقیقی معنی وفات دینے اور روح قبض کرنے کے ہیں لیکن اماتت کے
حقیقی معنی صرف مارنا اور موت دینا نہیں بلکہ سلانا اور بیہوش کرنا بھی اس میں

Marfat.com

داخل ہے" اس سے اُن کو کچھ فایدہ نہیں سوائے اس کے کہ غضب الٰہی کا استحقاق حاصل ہو۔

ایک واقعہ احیائے موتٰے کا قرآن شریف میں یہ مذکور ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص مارا گیا جس کا قاتل معلوم نہ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے معجزے سے مقتول زندہ ہوا اور اپنے قاتل کا نام بتلا دیا یہ واقعہ سورۂ بقر میں آیۂ شریفہ واذ قتلتم نفسا فادٰرءتم الآیہ میں مذکور ہے جس میں حق تعالےٰ اپنی قدرت کاملہ اور موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کا حال ظاہر فرماتا ہے مگر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ نہ وہ قدرت خدا تھی نہ معجزہ بلکہ ایک معمولی بات تھی کہ مسمریزم کے عمل سے اُس مردہ کو حرکت ہوگئی تھی معاذ اللہ۔ مرزا صاحب کو عیسویت کے دعوے نے کہاں تک پہنچا دیا۔ قرآن کی تکذیب کی خدا کی قدرت کا انکار کیا انبیا کو ساحر قرار دیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے کمال درجہ کے یقین کی تعریف احادیث میں وارد ہے کہ یقین کی وجہ سے وہ پانی پر چلتے تھے مسیح موعود میں کم از کم ایمان تو ہونا چاہیے۔ مگر یہاں تو ایمان ہی ندارد کا مضمون صادق آرہا ہے۔ اب بھلا مرزا صاحب کو اہل ایمان مسیح موعود کس طرح تصور کریں۔ اس آیۂ شریفہ کی تفسیر اور مرزا صاحب کے شبہات بیشتر لکھی جا چکے ہیں اعادہ کی حاجت نہیں۔

اور ایک واقعہ احیائے موتیٰ کا آیۂ شریفہ واذ قال ابراہیم رب ارنی کیف تحیی الموتیٰ میں مذکور ہے جو ابراہیم علیہ السلام سے وقوع میں آیا۔ مرزا صاحب نے اُسکو بھی مسمریزم کہکر ٹال دیا جسکا حال بیشتر مذکور ہوا۔

اور حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں عیسیٰ علیہ السلام کا معجزۂ احیائے اموات کئی مقاموں میں بیان فرمایا ہے اور اُن کے احیائے اموات کے واقعات احادیث سے ابھی معلوم ہوئے۔ مگر مرزا صاحب کی رائے ہے کہ نہ کوئی واقعہ صحیح ہے نہ خدا تعالیٰ کا

Marfat.com

خبر دینا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ دراصل وہ قریب الموت آدمی کی روح میں مسمریزم کے عمل سے چند منٹ کے لئے گرمی پہنچا دیتے تھے جس کا مطلب یہ ہوا کہ نعوذ باللہ عیسٰے علیہ السلام ایک معمولی جادوگر تھے۔ جو مسمریزم میں مشاقی حاصل کرکے قریب الموت بیماروں کو مسمریزم سے حرکت دیتے جس سے دھوکا دینا مقصود تھا کہ ہم مردوں کو بھی زندہ کرتے ہیں اور حق تعالے نے اُن کی بڑائی کی غرض سے اصل واقعہ چھپاکر اُس قابل نفرت کارروائی یعنی عمل مسمریزم کو ایسے الفاظ میں بیان کیا کہ ہر شخص یہ سمجھے کہ سچ مچ وہ مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے اور اُس دھوکے کو باذن اللہ کہکر اور بھی مستحکم کردیا کہ جب خدا کے حکم و اجازت سے یہ کام کرتے تھے تو مسلمان یہی سمجھیں کہ فی الواقع وہ مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ کیا اب اس کے بعد بھی کوئی درجہ باقی ہے جسکا انتظار رہے۔ مسمریزم کی ایجاد کو ابھی پورے سو برس نہیں گذرے اگر مرزا صاحب اس صدی کے پہلے ہوتے تو جن آیتوں میں احیائے اموات کو مسمریزمی تحریک قرار دیتے ہیں اُس وقت اُس کی طرف تو خیال کا منتقل ہونا محال تھا۔ اور احیائے اموات کے بھی قائل نہیں معلوم نہیں اُس وقت ان آیتوں کے کیا معنی بیان فرماتے۔ اہل رائے سمجھ سکتے ہیں کہ جب احیائے اموات بھی نہو اور نہ تشابہ حیات یعنی مسمریزمی حرکت کا احتمال قائم ہو تو بجز اس کے کہ ان آیتوں کا سرے سے انکار ہی کیا جاتا اور کوئی صورت نہ تھی۔ مسمیر صاحب کا احسان سمجھنا چاہیئے کہ اُن کی وجہ سے اس کھلے انکار کی نوبت نہ آئی۔

اور حق تعالے فرماتا ہے۔ الم تر الی الذین خرجوا من دیارہم وہم الوف حذر الموت فقال لہم اللہ موتوا ثم احیاہم ان اللہ لذو فضل علی الناس ولکن اکثر الناس لایشکرون

Marfat.com

یعنی کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ایکبار ہزاروں آدمی موت سے ڈر کر اپنے گھروں سے نکل گئے تھے اللہ نے ان کو کہا کہ تم سب مرجاؤ تو وہ مر گئے پھر ان کو زندہ کیا اللہ کا لوگوں پر بڑا فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ مرزا صاحب یہاں بھی وہی نیند یا بیہوشی موت سے مراد لیتے ہیں کیونکہ ابھی معلوم ہوا کہ انہوں نے عام قاعدہ ایسے موقعوں کے لئے بنا دیا ہے کہ جہاں موت کا لفظ آجائے اوس کے معنی بیہوشی یا نیند کیلئے جائیں۔ مرزا صاحب کی رائے پر اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ ہزارہا آدمی نیند کے ڈر سے بھاگے سو حقتعالے نے اُن سب کو کہا کہ سو رہو پھر جب سو رہے تو اُن کو جگا دیا۔ اللہ کا لوگوں پر بڑا فضل ہے۔ معلوم نہیں کہ نیند ایسی کیا مصیبت کی چیز تھی جس کے ڈر سے ہزاروں آدمی گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے۔ پھر خدا تعالیٰ نے سب کو سُلا دیا پھر جگا بھی دیا۔ نیند تو سنت ضروریہ میں سے ہے اور عادۃ اللہ جاری ہے کہ ہر رات آدمی سوتا ہے پھر بیدار بھی ہو جاتا ہے گو یہ سب حق تعالیٰ ہی کے حکم سے ہوتا ہے مگر یہ کوئی نئی بات نہیں جس کا بیان اس اہتمام سے فرماتا ہے فقال لهم الله موتوا ثم احیاهم ان الله لذو فضل علی الناس جسکو تھوڑی بھی عقل ایمان کے ساتھ ہو کیا اس آیت کے یہی معنی سمجھیگا جو مرزا صاحب بتلاتے ہیں کیا یہ حق تعالیٰ کی شان کی بات ہے کہ قرآن میں ایسا واقعہ بیان فرمادے کہ نیند سے یا موت سے بھاگے ہوؤں کو سلا دیا پھر جگا دیا اور بڑا ہی فضل کیا۔ جب مرزا صاحب نے خدا تعالیٰ کے کلام معجز نظام کو رکیک اور مہمل بنانیکی کچھ پروا نکی تو اب کونسی بات اُن کیلئے دشوار ہے۔ یہ تو مرزا صاحب کی تفسیر بالرائے تھی۔ اب اصل تفسیر سنئے امام سیوطیؒ نے درمنثور میں اس آیت کی شان نزول نقل کی ہے کہ ایکبار عمرؓ نماز پڑھ رہے تھے دو یہودی آئے ایک نے دوسرے سے کہا کیا یہ وہی ہونگے عمر رضی اللہ عنہ جب جانے لگے اُن سے پوچھا کہ تم کیا کہہ رہے تھے انہوں نے کہا کتاب میں لکھا ہے کہ ایک شخص لوہے کا سینگ یعنی نہایت قوی ہوگا اور اسکو وہ دیا جائیگا

Marfat.com

جو نبی اللہ حزقیل کو دیا گیا تھا جن کی دعا سے مُردے زندہ ہوئے تھے عمر رضی اللہ عنہ نے کہا
ما نجد فی کتاب اللہ حزقیل ولا احیاء الموتے باذن اللہ الا عیسےٰ یعنی ہماری کتاب میں نہ حزقیل کا نام ہے
اور نہ یہ کہ سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے اور کسی نے باذن اللہ مُردے کو زندہ کئے۔ انہوں نے
کہا کیا تمہاری کتاب میں یہ نہیں ہے ورسلا لم نقصصہم علیک یعنی بہت رسولوں کے قصے قرآن
میں نہیں بیان کئے گئے۔ عمرؓ نے فرمایا ہاں یہ تو ہے انہوں نے کہا کہ حزقیل نے جو مُردے
زندہ کئے تھے اُس کا واقعہ یہ ہے کہ ایکبار بنی اسرائیل میں ایک عام مرض پھیلا تھا جس سے
بہت لوگ بھاگ گئے ایک میل کے فاصلہ پر وہ لوگ ہونگے کہ یکبارگی وہ سب بحکم الٰہی مر گئے
اور ایک مدت تک وہیں پڑے رہے۔ یہانتک کہ اُن کی ہڈیاں بوسیدہ ہوگئیں اس وقت
حزقیل نبی اللہ کا وہاں گذر ہوا اور انہوں نے اُن کے زندہ ہونیکی دعا کی چنانچہ وہ سب زندہ
ہوگئے اس لئے اُس واقعہ کی تصدیق میں آیہ شریفہ الم ترالی الذین خرجوا من دیارہم وہم الوف
نازل ہوئی۔ اس کے سوا اور بہت سی روایتیں درمنثور میں منقول ہیں منجملہ اُن کے ایک یہ ہے
عن ابن عباسؓ فی قولہ الم ترالی الذین خرجوا من دیارہم وہم الوف حذر الموت قال کانوا اربعۃ
الآف خرجوا فرارا من الطاعون وقالوا ناتی ارضا لیس بہا موت حتی اذا کانوا بموضع کذا وکذا
قال لہم موتوا فمر علیہم نبی من الانبیاء فدعا ان یحییہم حتی یعبدوہ فاحیاہم یعنی ابن عباسؓ
فرماتے ہیں کہ چار ہزار شخص طاعون سے اس غرض سے بھاگے تھے کہ کسی ایسے مقام
میں جا بسیں کہ جہاں موت نہو۔ راستہ میں اُن کو حکم ہوا کہ مر جاؤ اُس کے بعد کسی نبی کا
ان پر گذر ہوا اور انہوں نے دعا کی کہ وہ زندہ ہوں اور عبادت کریں چنانچہ حقتعالیٰ نے
اُن کو زندہ کیا یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ وہ لوگ شاید تھوڑی دیر کے لئے
زندہ ہوئے ہوں گے۔ اس لئے کہ روایتوں سے ثابت ہے کہ وہ لوگ بہت

Marfat.com

روز زندہ رہے چنانچہ درمنثور میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہی زندہ شدہ لوگوں کو جہاد کا حکم ہوا تھا جسکا ذکر اسی قصہ کے متصل اس آیۂ شریفہ میں ہے وقاتلوا فی سبیل اللہ واعلموا ان اللہ سمیع علیم۔ غرض کہ ہزارہا مردوں کا زندہ ہونا اور شل اور زندوں کے زندگی کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ مرزا صاحب اگر قرآن و حدیث ہی کو نہ مانیں تو اُس کا علاج نہیں حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ فبای حدیث بعدہ یؤمنون یعنی جب قرآن ہی پر ایمان نہ لائیں تو اب کاہے پر ایمان لائینگے۔

اور حق تعالیٰ فرماتا ہے واذ قلتم یاموسیٰ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ فاخذتکم الصاعقۃ وانتم تنظرون ثم بعثناکم من بعد موتکم لعلکم تشکرون یعنی یاد کرو جب تم یعنی تمہارے بڑوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اے موسیٰ جب تک ہم خدا کو ظاہر میں نہ دیکھ لیں کسی طرح تمہاری بات کا یقین نہ کرینگے۔ اس پر تمکو یعنی تمہارے بڑوں کو بجلی نے آدبوچا اور تم دیکھا کئے پھر تمہارے مرے پیچھے ہم نے تم کو جلا اُٹھایا تاکہ شاید تم شکر کرو۔" امام سیوطیؒ نے تفسیر درمنثور میں لکھا ہے عن الربیع بن انس فی قولہ واذ قلتم یاموسیٰ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ قال ھم السبعون الذین اختارھم موسیٰ فاخذتکم الصاعقۃ قال ماتوا ثم بعثناکم فبعثوا من بعد الموت لیستوفوا آجالھم۔ یعنی ربیع بن انسؓ سے روایت ہے کہ جن لوگوں پر بجلی گری تھی وہ ستر آدمی تھے جنکو موسیٰ علیہ السلام نے انتخاب کیا تھا۔ وہ سب مرنے کے بعد زندہ ہوئے۔

اب اہل اسلام کی خدمت میں گذارش ہے کہ ہم نے اتنی آیات واحادیث واقوال سلف پیش کر دئیے جن سے صراحۃً ثابت ہے کہ ہزارہا مُردے زندہ ہو چکے ہیں اور یہ بات مسلم ہے کہ قرآن کے ایک حرف کا انکار تمام قرآن کا انکار ہے۔ جب ایکم

Marfat.com

تفسیر ابن جریرؒ میں روایت ہے عن عبد اللہ رضی اللہ قال کان من کفر بحرف من القرآن او بآیۃ فقد کفر بہ کلہ یعنی قرآن کی ایک آیت یا ایک حرف کا بھی کوئی انکار کرے تو گویا اس نے تمام قرآن کا انکار کر دیا۔ اب ذرا تامل کیا جائے کہ جب ایک حرف کا انکار تمام قرآن کا انکار ہے تو اتنی آیتوں کا انکار کس طرح جائز ہوگا پھر علاوہ اُن آیات کے احادیث بھی بکثرت اُن کے مؤید ہیں اور تمام امت خصوصاً اہل سنت جماعت کا ابتدا سے آج تک اسی پر اتفاق ہے کسی کو اس میں کلام نہیں اور مرزا صاحب نے جو ان تمام آیات و احادیث وغیرہ کا انکار کر دیا اس میں صرف اُن کی ذاتی غرض ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام کی موت فرض کر کے یہ ذہن نشین کریں کہ کوئی شخص مرنے کے بعد زندہ نہیں ہو سکتا اور احادیث سے عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی قیامت کے قریب ثابت ہے اس لئے اُن احادیث میں تاویلیں کر کے اور اُن کے ساتھ الہاموں کی جوڑ لگا کر چاہتے ہیں کہ عیسےٰ موعود خود بن بیٹھیں۔

اب ان آیات و احادیث و اجماع امت اور واقعات پر اطلاع ہونے کے بعد ہر شخص مختار ہے خواہ قرآن و حدیث اور ہزارہا کتب اہل سنت و جماعت جن میں یہہ مسئلہ مذکور اور مسلم ہے سب کی تکذیب کر کے مرزا صاحب کے قول پر ایمان لائے یا اپنے ایمان کو عزیز رکھکر قرآن و حدیث پر ایمان لائے کیونکہ خود حق تعالےٰ نے فرما دیا ہے فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر یعنی جس کا جی چاہے ایمان لائے جسکا جی چاہے کافر ہو جائے۔ مگر یاد رہے کہ اسی کے ساتھ حق تعالےٰ نے یہ بھی فرما دیا ہے انا اعتدنا للظالمین نارا۔ یعنی ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے۔

Marfat.com

مرزا صاحب کو مسیح موعود ہونے کا تو بہت کچھ شوق ہے لیکن اس کے لوازم و آثار کو وہ پورے نہ کر سکے جس کا حال معلوم ہوا بلکہ جو صفات ان میں پائی جاتی ہیں وہ منافی عیسویت ہیں۔ مثلاً دین کے پیرایہ میں دنیا طلبی وہ بھی کمال بدنما طریقہ سے اس بات پر دلیل قطعی ہے کہ وہ عیسیٰ موعود نہیں ہو سکتے دیکھ لیجئے براہین احمدیہ کی نسبت انہوں نے لکھا تھا کہ اس کی پندرہ جلدیں تیار ہیں۔ چنانچہ اس کی قیمت سو سو روپیہ پیشگی وصول کر لی گئی۔ اور ایک جلد کے اندازہ میں چھاپ کر اس کا خاتمہ ایک بات پر کر دیا کہ خدا اپنے دین کا خود حافظ ہے یعنی زیادہ لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ سراج منیر چھاپنے کے نام سے پیشگی چندہ وصول کر لیا گیا اور کتاب ندارد۔ عطائے فرزند وغیرہ کی دعا پر پیشگی اجرت وصول کی جاتی ہے۔ اپنی اور اپنے متعلقین کی تصویریں بیچکر روپیہ جمع کیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ اس تدبیر سے وصول کی جاتی ہے کہ ہر مسلمان کو زیور وغیرہ کی زکوٰۃ دینی ضروری ہے۔ اور اس وقت اسلام یتیم ہو گیا ہے اس لئے چاہیے کہ زکوٰۃ کے روپیہ سے اپنی تصانیف خرید کر کے تقسیم کیجائیں حالانکہ حق تعالیٰ نے زکوٰۃ کا مصرف جو قرار فرمایا ہے اس کو ہر طالب علم جانتا ہے کہ فقرا اور مساکین وغیرہ ہیں۔ کعبہ جو اپنے گھر میں بنایا اس سے یہی غرض ہے کہ حج کی رقم اپنے گھر میں آیا کرے اس کے سوا ان کی اور بہت سی کارروائیاں ہیں مثل الحاد و تحریف قرآن اور خدا پر افترا وغیرہ وغیرہ جن میں سے چند اس کتاب میں بھی مذکور ہوئیں۔ الحاصل ان امور کے دیکھنے کے بعد ان کا دعوے عیسویت بداہتہً باطل ہو جاتا ہے۔

تمت بالخیر

Marfat.com

صحت نامہ افادۃ الافہام حصہ دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط
	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵
	۴	ان یظن	ان نظن	۷۴	۱۳	سنہ ۱۹۵۷ء	سنہ ۱۸۵۷ء	۱۳۵	۳	المتجلی	المنجلی	۲۸۰	۸	فی
	۶	اس	اس کی	۷۶	۵	نعدھو	نعدھو	۱۴۳	۱	اکثر	اگر	۲۸۴	۱	ھذ
	۱۴	کلام کے	کلام کیلئے	۷۸	۱۳	عناب	عنب	۱۶۱	۱۱	تخرجکم	نخرجکم	۲۸۵	۱	ادخلی
	۱۸	ل	عل	۹۷	۸	باللہ	اللہ	۱۹۳	۵	اللہ	الا اللہ	۲۸۹	۱۳	مقصود
	۱۴	یعمل الظالمون	تعملون	۱۰۰	۱۶	وہی	وحی	۲۰۲	۷	امام ہانی	ام ہانی	۲۹۲	۹	معارفت
	۴	إِنَّ	أَنَّ	۱۰۴	۱۰	مناسیة	مناسبة	۲۱۳	۷	درمنثور میں	درمنثور میں ہے	۲۹۴	۹	کہ کیا
	۱۳	دکھی ہے	رکھی ہے	۱۰۹	۱۵	ذلزلت	زلزلت	۲۱۹	۶	وقولا	فقولا	۲۹۶	۴	بس چلیں
	۳	مواصنہ	مواضعہ	۱۱۴	۹	ات	ہدایت	۲۳۱	۱۲	علم الکتاب	علم من الکتاب	۳۰۴	۱۹	بھی
	۸	الموت	الموتیٰ	۱۱۴	۲	یحبسہ	ما یحبسہ	۲۴۱	۱	او نقد	ولقد	۳۰۷	۷	اذفر
	۱۳	تلقی	یلقی	۱۲۲	۱۲	ل	لی	۲۵۴	۸	نہ نہ	نہ	۳۱۱	۱۶	فھا
	۱۹	فاعرض	ثم اعرض	〃	۱۷	فیذلک	فبذلک	۲۷۰	۱	کالریح	کالریح ثم	۳۳۷	۳	یَفْعَلُ
	۲	اس رب	اس کے رب	۱۲۵	۱۵	گریہ	مگر یہ	۲۷۵	۱	متکئین	متکئین فیہا			
	۲	عزیز	عزیر	۱۲۸	۱۷	والذباب	والذئاب	〃	۱۰	مشکل	مکلل			
	۸	سوا اسکے	سوا اسکو کہ	۱۳۱	۱۲	مامور	امور	۲۷۹	۸	کما خلقنکم	کما بدأنا			

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

پہلے ہی ہو چکا ہے قولہ تعالےٰ وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَىٰ أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ لَّيَقُولُنَّ مَا يَحْبِسُهُ أَلَا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ یعنی اگر اُن کے عذاب میں تاخیر کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ اُس کو کس نے روکا یاد رہے کہ جب وہ آئیگا تو پھر نہ پھریگا۔ قرآن میں جو واقعات مذکور ہیں۔ اگر پیش نظر ہوں تو معلوم ہو سکتا ہے کہ زیادتی مہلت کا سبب زیادتی غضب الٰہی ہوتا ہے کہ مفتری دل کھول کر افترا پردازیاں کرے اور پورے طور پر حجت قائم ہو جائے چنانچہ ارشاد ہے قولہ تعالےٰ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا یعنی ہم اسیواسطے اُن کو مہلت دیتے ہیں کہ خوب گناہ کریں۔

اور آیۂ شریفہ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ سے جو استدلال کیا جاتا ہے وہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ تمام انبیا خصوصاً ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجے کے مقرب بارگاہ آلہی ہیں اُن کی شان یہی ہے کہ افترا وغیرہ رذائل کا خیال تک نہ آنے دیں اسی واسطے حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر بفرض محال وہ ایک بھی افترا کرتے تو ہلاک کر دئے جاتے اور دوسرے انبیا کے حالات سے بھی ظاہر ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ خلاف مرضی حرکات سے سخت مصیبتیں اُن پر ڈالی گئیں۔ بخلاف اُن لوگوں کے کہ اسی کام کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں اُن کا تو لازمہ یہی ہے کہ عمر بھر ایسے ہی کام کیا کریں چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ یعنی شیاطین انس وجن کو ہر نبی کے دشمن ہم نے مقرر کر دئے تھے اور ارشاد ہے قولہ تعالےٰ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَابِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا یعنی ہر بستی میں بڑے بڑے

Marfat.com

سلسلۂ اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن نمبر (۵۶)

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ

بحمد اللہ العزیز العلام کتاب

نورافزائے بصیرت اہل اسلام بکشف حقیقت ازالۃ الاوہام

موسوم بہ

افادۃ الافہام

حصہ دوم

مولفہ

عالیجناب عارف باللہ مولانا حافظ حاجی محمد انوار اللہ خان بہادر معین المہام امور مذہبی سرکار عالی

باہتمام

جناب مولوی حافظ محمد ولی الدین صاحب مہتمم مجلس اشاعۃ العلوم حیدرآباد دکن

در مطبع اختر دکن بازار افضل گنج حیدرآباد دکن طبع شد

Marfat.com